سلسلۂ اشاعۃ العلوم نمبر (۳۶)

لَقَدْ جَاءَهُمْ مِنَ الْأَنْبَاءِ مَا فِيهِ مُزْدَجَرٌ

جلد دوم

حکمۃ بالغۃ

فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ

مؤلفہ

فاضل جلیل عالم نبیل عالیجناب مولانا مولوی ابو الجمال احمد مکرم صاحب عباسی چریاکوٹی

مصنف و مؤلف

السبع الاسمع ۔ رسالۂ شطرنج ۔ حل الغنا ۔ بارہ امام ۔ کرامت اللطائف ۔ الاخلاق

چراغ حکمت وغیرہ ملازم دفتر نظامت تعمیرات دولت آصفیہ و رکن مکین مجلس اشاعۃ العلوم

حسب منظوری مجلس اشاعۃ العلوم حیدرآباد دکن

باہتمام

جناب عالی الدرجات مولانا مولوی حافظ محمد ولی الدین صاحب فاروقی مہتمم مجلس اشاعۃ العلوم

مطبع محبوب پریس واقع مدرسہ نظامیہ میں طبع ہوئی

تعداد جلد ۱۰۰۰ — ۲۰ جمادی الاخری ۱۳۳۲ھ

انڈکس

ضروری اور مفید الفاظ و اعلام

حرف الالف

صفحات

پ

ت

صفحات

ث

ج

صفحات

صفحات

صفحات

ش

صفحات

ص

ط

صفحات

صفحات

غ

صفحات

ف

صفحات

صفحات

صفحات　　　　صفحات

گزارش

معزز ناظرین! مطالعہ کتاب سے پہلے حسب تصریح ذیل ان چند غلطیوں کی اصلاح فرمالیں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۳	رازی	رازی	۳۳	۱۰	حکومت حکومت	حکومت
۴	۲	اللناظرین	للناظرین	۳۸	۱۲	کر رہا ہے	کرتا رہا ہے
۵	۳	قوت عملی	قوای عملی	۴۰	۶	کی پیشینگوئیاں	کی ساری پیشینگوئیاں
۷	۱۱	مشفاوت	متفاوت	۴۳	۹	یہ شبہ	مگر یہ شبہ
״	۱۷	بربادی ہے	بربادی سے	۵۳	۷	جو چپ تا رہتا	چرتا رہتا
۱۳	۹	یا نہیں	بعض نہیں	۵۶	۸	جاہ وجویان	جاہ جویاں
۱۶	۶	سے نہیں	سے ہے	۵۷	۱	پیرووں	پیروں
״	۱۸	یہ بات بھی ممکن ہے	یہ بات ہے	״	۴	یہی ہے	یہی ہیں
۲۱	۴	مسالحت	مسالمت	״	״	اور یہی ہے	اور یہی ہیں
״	۲۰	سماجت	سماحت	״	״	بایذید	بایزید
۲۲	۶	تشخیص	تشخص	۶۸	۴	بہت ہونگے	بہت ہو گئے
۲۴	۵	رفیق القلب	رقیق القلب	۸۰	حاشیہ	تاریخ الخمسہ	تاریخ الخمیس
״	۲۰	ان ان	ان	۸۱	۱۶	کنارہ پڑا	کنارہ اتر پڑا
۲۶	۱۷	اور ارشاد	ارشاد	۸۶	۱	نہیں تبا ا	نہیں تبا یا
۳۱	۱۱	ناقابل	ناقابل رواج	״	حاشیہ	مفتاح السادہ	مفتاح السعادت
۳۲	۲	یوگوں	لوگوں	۹۰	۹	ختم نہ ہوگی نہ دفع ہوگی	ختم نہ ہو گی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۱	۱۲	وغیرہ ذلک	وغیرہٗ ذٰلک	۱۵۵	۱۵	رسول سے بھی	سب سے
۱۱۴	۲	اس حدیث	مگر اس حدیث	۱۵۸	حاشیہ	فتوح الشّام	فتوح الشام
۱۱۸	۱۴	نہ جنت	نہ جنت	۱۶۰	۱۰	شبطر النھر	شط النہر
۱۲۰	۳	فتنہ پورپ	فتنہ پورب	۱۶۳	۵	جنر ملی فلاں	خبر ملی کہ فلاں
〃	۱۳	پورپ	پورپ	〃	۶	تو چل	چل
۱۳۱	۲۰	بلمہ	بلکہ	〃	۱۶	موی	مسوی
۱۳۲	۲۰	پادرلون	پادریوں	۱۶۵	۱	خون اتر تا	خون اترآتا
۱۳۴	۱۶	نفوس بھی	نفوس ہی	〃	۱۹	کے ملک	نے ملک
۱۳۵	۲	فادر	قادر	۱۷۵	۶	حبشیتہ	حبشہ
۱۳۹	۲۰	کرلی ہیں	کرتی ہیں	۱۷۹	۱۱	خوارج ونہروان	خوارج نہروان
۱۴۰	۱	ان کے معاملات	انکی ملاقات	۱۸۳	۷	دفعہ مخالفین	دفع مخالفین
۱۴۹	۵	صلعم	صلعم نے	۱۹۴	۶	لاالہ اللہ	لاالہ الا اللہ
〃	۱۵	فساد میں پڑینگے	فساد میں پڑوگے	۱۹۹	۱۴	انتقال ہوگیا	انتقال ہوگیا۔
〃	۱۹	میں یا رسول اللہ	میں رسول اللہ				

فہرست مضامین کتاب حکمت بالغہ جلد دوم

دوسرا باب

وہ پیشینگوئیاں جو کتب حدیث کی تدوین سے پہلے پوری ہوگئیں۔

———:———

قصیدهٔ

بمدح فیما رئیس المسلمین، ناصر الملة والدین، ظل الله فی الارض نظام الملک آصفجاه السابع الامیر ابن الامیر النواب **میر عثمان علیخان** مد ظله العالی، ما نورت الایام وظلمت اللیالی، ملیک حیدرآباد دکن صانها الله عن الشرور والفتن

بر سر خود بر نهاده تاج پر زر آفتاب ❊ می کند ایوان گیتی را منور آفتاب

فیض دارد عام چون خلق پیمبر آفتاب ❊ هر طرف تابان رود چون روی حیدر آفتاب

صورت اسحاق و اسمٰعیل خورشید است و ماه ❊ یا مگر مهتاب شبیر است و شبر آفتاب

شاه هفت اقلیم خورشید است و مهتابش وزیر ❊ یا بمعنی ماه بجهمن را امجند را آفتاب

گردشش نبود که در هر گردشش جهات سلطنت ❊ میکند دوره بفوج انجم و اختر آفتاب

وقت دوره میکند ماه انصرام کار او ❊ هست شاه مهربان و بنده پرور آفتاب

نیست مستغنی کسی در عالم از انعام او ❊ بیگمان است بادشاه هفت کشور آفتاب

پرورش یابد از وی هر نبات و هر جماد ❊ پرورد در کان دُر و لعل و گوهر آفتاب

در همه زیبائی و شان کمال و امتیاز ❊ چهرهٔ دارد بسان روی دلبر آفتاب

برکشد بر چهره چیستاک یک شبگون نقاب ❊ زانکه نپسندد دلآزاری شپر آفتاب

شاکی جور و جفای پیر گردون هر کسی ❊ گشت ممدوح زبان هر سخنور آفتاب

کی کند گل سبزهٔ و ریحان و نرگس در چمن ❊ گر نبیند از نگاه روح پرور آفتاب

کی خرامد سوی گلشن ساقیٔ ابر بهار ❊ خود ز چشم گرم سویش ننگرد گر آفتاب

چشم رحمت چون کشاید جانب نخل و شجر ❊ نیک گرداند همه را بار آور آفتاب

اهل یورپ را که بینی چهره ها اسپید رنگ ❊ باشد این از مهربانیهای خاور آفتاب

چهر خوبان حبش چون زلف خوبان دکن ❊ بر حبش گوئی فشاند مشک و عنبر آفتاب

بنگر این لطف و عنایت های بیحد بر عجب   بخشد او را دختر فرخنده اختر آفتاب
شمع بزم افروز عالم میکند مهتاب را   بر زمین برگسترد زرین چادر آفتاب
اهل عالم زاد هر فرمان پابندی وقت   زانکه خود پابند اوقات است یکسر آفتاب
کہ گہر آید بدست از بهر تاج خسروان   گر نباشد جوهر فیضان اندر آفتاب
عارض ترکِ فلک را داد زینت از شفق   بادشاه باختر سلطان خاور آفتاب
فتنه ها برپا کند رفتار معشوقانه اش   دلبر دهر است و دارد خوی دلبر آفتاب
جز بعین مهربانی بر مکرم ننگرد   صورت چشمِ ضمیر الدین یکسر آفتاب
می سراید از زبانِ حال در بزم فضا   داستانِ قدرت خلاق اکبر آفتاب
با همه عز و علا با این همه شان و شکوه   کس نه پندارد کہ آزاد است و خودسر آفتاب
زیب بر کرده قبائے خسروی ناز و برایں   کہ شهنشاه دکن را هست چاکر آفتاب
ترک گردون میزند نعره ز روی افتخار   میر عثمان علیخاں سکه زد بر آفتاب
مدح او نبود ز تسخیر جن و دیو و پری   بهر ممدوح مکرم شد مسخر آفتاب
روشنی کوکب بخت شهنشاه دکن   با سرِ اقبالِ او چشمک زند بر آفتاب
ماهِ نور از تیغ وی گوئی اگر هنگام رزم   مشعل است در بزم این رشکِ سکندر آفتاب
حاجت آئینه سازی نیست ممدوح مرا   آئینه بردار او باشد سراسر آفتاب
حاجتِ قندیل چون در قصر ممدوح اوفتاد   آمد و در قصر او بخفت اندر آفتاب
صورت شیرانه بنگر کز جلال و هیبتش   هر سحر از رعب او لرزه فتد بر آفتاب
ور ز چشمِ گرم بیند بر تپد بر خویشتن   در خوشامد می دود همراه موٹر آفتاب
گر براه کجروی آید پئے تنبیه او   چوبدار ار عد ستولی کند بر آفتاب
ابر پوس وار برسد دورا حاطه گیر دش   در حوالات است و نه غائب ز منظر آفتاب
شاد بادا تا قیامت خسرو ملکِ دکن   وقت مغرب این دعاگو بد سراسر آفتاب
روز می آید فرود از اوج گردون وقت شام   تا بپائے بادشاهِ ما نهد سر آفتاب
خود توئی مختار دولت هر کرا خواهی دهی   این اشاره میکند چشمه تونگر آفتاب

چون ید بیضا نماید دستِ گوهر بارِ تو
تابشِ دستِ ترا باشد ثناگر آفتاب

خویشتن را تا به پیشِ تو همی نذر آورد
شد ز سر تا پا همه زرین و پر زر آفتاب

تو همی چشمِ غضب بنمائی و از بیم تو
می شود پنهان به ظلمات شب اندر آفتاب

عفعف حسّاد بر فضل تو کوری بیش نیست
نیست عیبش گر نه بیند چشمِ شپّر آفتاب

دست جود تو نمی ترسد هم از فقدان مال
که دلت بحرِ عطا و چشمۂ زر آفتاب

دُر ز خوف جود تو در بحر و اختر در فلک
هر دو پنهان گشته و گشته مسخر آفتاب

کهکشان رسن است و گردون خیمه و خطّین میخ
اندرونِ خیمه ات شمعِ منوّر آفتاب

چون ترا سرگرم یابد در سخا و فیض عام
عام فیض خویش را کرده است یکسر آفتاب

بر مکرّم گرد تو گردم ز تشنگی بر بتاب
او ترا انجم سیه گردد تو برتر آفتاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکمت بالغہ

جلد دوم

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشنگوئیاں

ہم امت مرحومہ محمدیہ کا قطعی عقیدہ یہ ہے کہ انبیا تمام معصوم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن میں گناہ کی صلاحیت ہی نہیں رکھی تھی۔ وہ وحی کے سمجھنے میں کبھی غلطی نہیں کرتے تھے نہ یہ عقلاً ممکن ہے۔ مذہب وملت میں کل انبیاء متفق تھے سب کا دین ایک ہی رہا۔ اصول ہر ایک کا وہی تھا۔ کمی وبیشی یا اختلاف صرف احکام و فروع میں ہے نبی ہونے کی حیثیت سے تمام انبیاء مرتبہ میں برابر ہیں فضیلت فقط ذاتی فضائل جزئیہ

جیساکہ سورۃ البقرہ کے آخر میں فرمایا گیا ہے:-

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ	(سب پیغمبروں کا دین ایک ہے اور) ہم خدا کے پیغمبروں میں سے کسی ایک میں تفریق نہیں کرتے۔

یعنی نبی ہونے کے اعتبار سے ہم کسی ایک نبی کو دوسرے نبی پر ترجیح نہیں دیتے دنیا میں سب سے پہلے نبی جناب آدم علیہ السّلام تھے اور سب سے آخری، ہمارے

سردار عرب سرور کائنات محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم جن پر نبوت ختم ہو گئی اور جن کی شریعت نے تمام ادیان سابقہ کو منسوخ اور ناقابل عمل کر دیا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔	محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں (تو زید کے کیوں ہوں) وہ تو اللہ کے رسول ہیں اور (خطوں کے مہر کی طرح سب[1]) پیغمبروں کے آخر میں ہیں۔

[1] قرآن مجید میں لفظ خاتم (ت) کے زبر اور زیر دونوں کے ساتھ آیا ہے۔ اگر خاتم کو بکسر التاء پڑھیں جیسا کہ عبداللہ بن مسعود وغیرہ کی قراءت ہے تو وہ ختم کا اسم فاعل ہے۔ تب معنی یہ ہونگے کہ محمد خاتم النبیین یعنی نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور اگر خاتم کو بفتح التاء پڑھیں جیسا کہ متعارف قراءت ہے تو یہ معنی ہونگے کہ محمد صلعم نبیوں کی مہر ہیں۔ یعنی جس طرح مہر، ختم نامہ کی دلیل ہے اسی طرح آپ کا مہر کی طرح انبیاء کے اخیر میں آنا ختم نبوت کی دلیل ہے کہ آپ پر نبوت کا خاتمہ ہوگیا۔ غرض خاتم کو چاہے بفتح التاء پڑھو یا بکسر التاء، دونوں قراءتوں میں معنی ایک ہی ہوتے ہیں۔ اس چودھویں صدی میں ہندوستان کے قطعۂ پنجاب سے ایک فاضل دور اندیش ظاہر ہوا جس نے پہلے تو اسلام کی اچھی اچھی خدمتیں کیں پھر یکایک ہوا و ہوس سے مغلوب ہو کر مہدی موعود کا دعویٰ کیا۔ بعد کو مسیح کے مثیل ہونے کا مدعی ہوا۔ پھر عرصہ نہیں گذرا کہ اَنَا النَّبِیُّ کی ہانک لگا کر آوازۂ نبوت بلند کیا اور اپنے کو صاحب وحی

نبوت کی بحث

نبی کی تعریف اور نبوت کی بحث میں علمائے اسلام کی بیش بہا تصانیف موجود ہیں جن میں امام فخرالدین رازیؒ کی کتاب مطالب عالیہ اور امام غزالیؒ کی کتاب معارج قدس کے اردو ترجمے چھپ گئے ہیں۔

ہمارے استاد خاتم المحققین علامہ عنایت رسول عباسی چریاکوٹی رحؒ کی معرکۃ آرا کتاب "البشریٰ" اس موضوع میں اعجوبۂ روزگار کتاب ہے مگر افسوس کہ قوم کی بدقسمتی سے عدم استطاعت نے ابتک چھپنے کا موقع نہیں دیا۔

بقیہ حاشیہ گزشتہ:۔ والہام بلکہ افضل الانبیا رمشہور کرنا شروع کیا۔

فی الحال میں نے اُن کے بعض مریدوں کی تصنیف ایک کتاب دیکھی ہے جس میں صاحب کتاب نے اس امر کے ثابت کرنے کی بیہودہ کوشش فرمائی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نبی تھے اور یہ کہ قرآن کی آیت خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ سے محمدؐ پر نبوت کا ختم ہونا ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ اسلام کے تمام متعدد اور مختلف فرقوں کا متفق علیہ مسئلہ ہے۔

فاضل قادیانی کی تحریر کا ماحصل یہ ہے کہ:۔

اول: مہر کا خط کے آخر میں ہونا غیر مسلم ہے۔

دوم:۔ محمد مصطفےؐ کا انبیاء کے آخر میں آنا اور آپ پر نبوت کا ختم ہونا تسلیم کر لیا جائے تو یہ کوئی مدح بات نہیں بلکہ اُلٹے آنحضرتؐ کی مذمت ہو جائیگی۔ اس لئے کہ ہر شاہی خاندان کا آخری بادشاہ اپنی سلطنت اور خاندانی بادشاہت کا برباد کرنے والا ہوتا ہے۔ جس بادشاہ پر بادشاہت کا خاتمہ ہوتا ہے وہ کبھی اچھا نہیں کہا جاتا بلکہ ہر قوم و ملک میں قابل ملامت نا قابل سلطنت اور ذمیم الاخلاق کہا گیا ہے جیسا کہ مثلاً بہادر شاہ آخر سلاطین دہلی۔ واجد علی شاہ

اگرچہ یہ کتاب اُن مبسوط مباحث کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ پھر بھی چونکہ موقع آگیا ہے اس لئے بَصِيرَةً لِّلنَّاظِرِيْن ، کچھ لکھنا ضروری ہے۔

بقیہ حاشیہ گزشتہ :- آخر شاہان اودھ۔ مروان حمار آخر خلفائے امویہ اور مستعصم باللہ آخر خلفائے عباسیہ وغیرہ کی نسبت معلوم ہے اور ان کو مورخین جن صفات سے یاد کرتے ہیں، وہ تاریخ جاننے والوں پر مخفی نہیں ہے۔

جواب

اگر مولوی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مہدی اور مثیل مسیح ہوں تو اس میں کوئی شرعی حرج نہیں ہے نہ ہمکو اس سے انکار کرنے کی کوئی وجہ ہے بلکہ اسلام کی جو خدمتیں انہوں نے کی ہیں وہ بلاشبہ ان کو مہدویت کے دعوے میں بوجہ وجیہ ثابت کرسکتی ہیں۔ رہی یہ بات کہ وہ نبی و رسول اور صاحب وحی تھے اور یہ کہ محمد رسول اللہ صلعم خاتم النبیین نہیں تھے اور آپ کی نبوت تمام نہیں ہوئی، ہرگز قابل قبول نہیں ہوسکتی۔ اور فاضل قادیانی کو ایسا دعوے کرنا ہرگز زیبا نہ تھا۔

پہلا جواب

مہر کا آخر مراسلت پر ہونا ایک ایسی بات ہے جس سے تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں اور جسپر آج بھی اہل عالم کا عملدرآمد مشاہد ہے۔ آفریدون بادشاہ ایران نے اپنے بیٹوں سلم و تور کو جو خط لکھا ہے، جس کو ایرج شہزادہ خود قاصد بنکر لے گیا ہے، اس مقام پر فردوسی لکھتا ہے ؎

نہادند بر نامہ بر مہر شاہ برایوان برایرج گزر کرد و راہ

رستم زال نے جو خط کیخسرو بادشاہ کو لکھا ہے، وہاں لکھتا ہے :-

چو نامہ بمہر اندر آمد بداد بدست فریبرز خسرو نژاد

اسی طرح، رستم، برادر یزدگرد، بادشاہ ایران کے جواب میں حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے مطالب عالیہ میں نبی کی بہت جامع و مانع تعریف کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:-
دنیا میں تین طرح کے آدمی ہیں۔ ایک ناقص جن کی قوی نظری اور قوت عملی دونوں ناقص ہیں۔
اور یہ عوام الناس ہیں۔ دوسرے کامل جو خود تو قوت نظری و عملی میں کامل ہیں لیکن دوسروں کو کامل نہیں کر سکتے یہ اولیاء و صلحاء ہیں۔ تیسرے وہ جو خود کامل ہیں

بقیہ حاشیہ گزشتہ:- جو نامہ لکھا ہے۔ اس کے اختتام کو فردوسی طوسی یوں بیان کرتا ہے کہ:-

بہ قرطاس مہر عرب برنہاد درود محمد ہی کرد یاد

ان اشعار سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مہر ختم تحریر پر لگائی جاتی ہے کہ مراسلت پر مہر لگائی اور قاصد کو حوالہ کیا۔ کتابوں میں اس کی صدہا نظیریں موجود ہیں اور اس کے خلاف ایک نظیر بھی پیش نہیں کیجا سکتی۔ اب ہمارے زمانہ کا بھی وہی دستور ہے کہ سرکاری مراسلات پر ختم تحریر اور حاکم مجاز کی ثبت دستخط کے بعد مہر لگاتے ہیں اور لفافہ کو چلتا کرتے ہیں۔

دوسرا جواب

فاضل قادیانی کا دوسرا اعتراض نہایت تعجب خیز اور حقیقت سے کوسوں دور ہے جو مغالطہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ بحث نبوت میں ہے۔ پس بادشاہت کا ذکر بے محل اور یہ قیاس، قیاس مع الفارق ہے۔

تیسرا جواب

اگر مان بھی لیا جائے کہ آخری بادشاہ اپنی خاندانی بادشاہت کا برباد کرنے والا ہوتا ہے اس لئے رسول عرب کو آخری نبی کہنا محل ہجو میں ہے تو بھی دعوی غیر ثابت رہتا ہے۔ آخری بادشاہ اسی لئے قابل ملامت ہوتا ہے کہ وہ اپنی غفلت و نالائقی سے خاندانی سلطنت کو

اور دوسروں کو بھی کامل بنا سکتے ہیں۔ یہ انبیا و رسل ہیں۔
قوت نظری اور قوت عملی کے درجے بلحاظ نقصان وکمال اور شدت وضعف کے نہایت مختلف ہیں یہاں تک کہ اُن کی کوئی حد قرار نہیں پا سکتی۔ گو عموماً تمام لوگوں میں نقصان پایا جاتا ہے۔ لیکن ضرور ہے کہ انہیں لوگوں میں کوئی ایسا کامل بھی ہو جو نقصان سے بمراحل دور ہو اور اس کی تصدیق مختلف مثالوں سے ہوتی ہے۔

بقیہ حاشیہ گزشتہ۔ کھو دیتا ہے۔ مگر رسول خدا صلعم پر یہ امر منطبق کہاں ہوتا ہے؟
اولاً۔ تو آپ کے خاندان میں نبوت کا سلسلہ ہی نہ تھا۔ آپ ہزاروں برس کے بعد اپنے خاندان اسمعیلی میں ایک نبی ہوئے اور آپ ہی پر نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔
دوسرے۔ یہ کہ آپ نے خاندان نبوت کی بادشاہت کو برباد نہیں کیا بلکہ آپ نے تو اس بادشاہت کو اتنی ترقی دی کہ اُس وقت تک ابتدائے عالم سے کسی نبی نے ترقی نہیں دی تھی۔ ایسی حالت میں آپ کا آخر ملوک ہونا اور بھی زیادہ قابل ستائش ہو گا نہ یہ کہ مذموم وسزاوار ملامت ہو۔

چوتھا جواب

نبی اصلاح خلق کے لئے آتا ہے اور یہی اس کی بادشاہت ہے اور ظاہر ہے کہ محمد مصطفی نے اس منصب کو جس خوبی سے انجام دیا، دنیا میں کسی نبی نے اس کا عشر عشیر بھی نہیں کیا تو آپ بادشاہت کے وسیع کرنے والے ہوئے نہ برباد کرنے والے، اور نیز جو بات دوسرے سلاطین کے لئے موجب ملامت تھی وہ آپ کیلئے موجب فضیلت ہو گئی۔

پانچواں جواب

اگر حسب ادعائے خصم، نبوت ورسالت کو بادشاہت ہی سے تشبیہ ہے کہ آپ کو آخری بادشاہ تسلیم

یہ ظاہر ہے کہ انسانوں میں کمال اور نقصان کے درجے بہت متفاوت ہیں۔ نقصان کے مدارج بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہونچ جاتے ہیں کہ بعض انسان عقل و ادراک میں بالکل جانوروں سے قریب ہو جاتے ہیں اور جب نقصان کی جانب یہ حالت ہے تو ضرور ہے کہ کمال کی جانب بھی یہی حالت ہو۔ یہاں تک کہ انسانیت کی سرحد، ملکوتیت سے مل جائے۔ استقرار بھی اسی کی شہادت دیتا ہے۔ اجسام عنصری کی تین قسمیں ہیں۔ معدن۔ نبات۔ حیوان۔ ان سب سے افضل حیوان ہے۔ پھر نبات۔ پھر معدن۔ حیوان کے بھی بہت سے انواع ہیں اور ان سب میں اشرف انسان ہے۔ اسی طرح انسان کے بھی بہت سے اصناف ہیں مثلاً زنگی۔ ہندی۔ رومی۔ شامی۔ فرنگی۔ ترک وغیرہ۔ ان سب میں جو لوگ ایشیار کے وسط حصہ میں سکونت رکھتے ہیں وہ سب سے افضل ہیں۔ پس اس قیاس پر ضرور ہے کہ خود ان لوگوں میں بھی کمال کا درجہ متفاوت ہو کر بڑھتا جائے۔ یہاں تک کہ ایک شخص ایسا نکل آئے جو اپنی صنف میں سب سے افضل ہو۔

کیا جائے تو اس میں بھی کوئی قباحت نظر نہیں آتی۔ بلا شبہ کسی خاندان کے آخری بادشاہ سے یہی مراد ہوتی ہے کہ اس پر بادشاہت کا خاتمہ ہو گیا اور تمام اہل اسلام کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ محمد مصطفی علیہ التحیۃ والثنا پر نبوت کا خاتمہ ہو گیا اور آپ نے اس سلطنت کا اپنے بعد والوں کے لئے خاتمہ کر دیا۔ پس بادشاہت کی بربادی سے یہ مطلب ہوگا کہ آپ نے اپنے پہلے کے تمام ادیان و ملل کو منسوخ و ناقابل عمل کر دیا اور یہی عقیدہ تمام اگلے پچھلے مسلمانوں کا ہے۔

چھٹا جواب

ہر دور میں ایک ایسا شخص ہوتا ہے جو اپنے زمانہ کا افضل الناس ہوتا ہے۔ صوفیہ اسی کو قطب کہتے ہیں اور سچ کہتے ہیں کیونکہ جب اس عالم جسمانی کا بہترین حصہ انسان ہے جو قوت نظری کی وجہ سے عالم ملکوت سے استفادہ کرتا ہے اور قوت عملی کی وجہ سے دنیا کا عمدہ سے عمدہ انتظام کر سکتا ہے تو عالم کا مقصود اصلی، یہی انسان ہے۔ اور جب یہ شخص (قطب) اور تمام انسانوں سے بڑھ کر ہے تو گویا اس تمام عالم عنصری کا حاصل یہی شخص ہے۔ اس بنا پر اس شخص کو عالم کا قطب کہنا بالکل صحیح ہے۔ شیعہ بھی اسیکو امام معصوم، صاحب الزماں اور غائب عن العیان کہتے ہیں اور یہ کہنا ان کا بجا ہے کیونکہ جب وہ نقائص سے خالی ہے تو معصوم ہے اور جب اپنے دور کا مقصد اصلی ہے تو صاحب الزماں ہے اور چونکہ عام لوگ اس کے کمال سے واقف نہیں اس لئے وہ گویا غائب عن العیان ہے۔

بقیہ حاشیہ گذشتہ:- محمد مصطفےٰ علیہ التحیتہ والثنا کے خاتم النبیین ہونے سے اس بنا پر انکار کرنا کہ ہر آخری بادشاہ اپنی خاندانی بادشاہت کا مٹا دینے والا ہوتا ہے، اس امر کی روشن دلیل ہے کہ فاضل معترض، نبوت کی حقیقت سے محض ناواقف اور علوم دینیہ وعقلیہ سے بالکل بیخبر ہے نبی و رسول کے دو منصب ہیں۔ ایک دربار آلہی سے احکام الہی کا حاصل کرنا۔ دوسرے اُن احکام کا بندوں تک پہونچا دینا۔ پہلے امر کی نسبت خود اللہ تعالےٰ نے سورۃ المائدہ میں ارشاد فرما دیا ہے کہ:-

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ۔	اب ہم تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر چکے اور ہمنے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا۔

جب دین کامل ہو چکا۔ خدا کی نعمت پوری ہو چکی اور خدا کو اپنے بندوں تک جس قدر احکام

اسی قیاس پر ایک ایسا شخص بھی ہونا چاہیئے جو سب افضلوں سے بھی افضل ہو۔ ایسا شخص سیکڑوں، ہزاروں برس میں کہیں جاکر پیدا ہوتا ہے اور وہی پیغمبر برحق اور موجد شریعت ہوتا ہے۔

بقیہ حاشیہ گزشتہ:۔ بھیجنے تھے وہ سب محمد مصطفےٰ کے ذریعہ سے بھیجدئیے تو محمد صلعم کے بعد دوسرے کسی نبی کی ضرورت باقی نہ رہی۔ اب رہا دوسرا منصب، تبلیغ احکام کا وہ علمائے اسلام کے ذریعہ سے قیام قیامت تک ہوتا رہے گا۔

ساتواں جواب

یہ سب توجیہات اُس وقت ہیں جب خاتمُ النّبیّین میں لفظ خاتم کو (ت) کے فتحہ کے ساتھ پڑھا جائے۔ لیکن اگر خاتم کو بکسر التا پڑھیں جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضؓ وغیرہ کی صحیح قراءت ہے تو کسی توجیہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور یہی وجہ ہے کہ فاضل قادیانی نے سرے سے اس قراءت پر بحث ہی نہیں کی۔

آٹھواں جواب

جب یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلعم پر آپ کے دین کو کامل اور اپنی نعمت پوری کر دی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کو جس قدر احکام بھیجنے تھے وہ سب بھیجدئیے تو محمدؐ مصطفےٰ پر نبوت کا تمام ہونا ایک بدیہی بات رہ گئی اور ظاہر ہے کہ جب بندوں تک پہونچانے کے لئے احکام ہی نہیں رہے تو کوئی دوسرا نبی ہو بھی تو وہ دربار الٰہی سے حاصل کیا کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ نبوت کا دروازہ مسدود ہو گیا اور سرور کائنات کے بعد وحی کا آنا منقطع ہو گیا کیونکہ آئندہ کے لئے نبی کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔ ہاں تبلیغ احکام کے لئے علما ۔ مجددین ۔ آئمہ اور محدثین کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہوگا جسکی صراحت احادیث صحیحہ میں خود موجود ہے۔ پس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مہدی و مجدد ہونے میں ہمکو کچھ نہیں نہ اسکے تسلیم کرنے میں کوئی امر مزاحم ہے۔ البتہ اُن کا نبی و رسول ہونا شرع و عقل کے دلائل یقینیہ کی رو سے باطل ہے ۱۲

ایسے اشخاص بھی ہوتے ہیں جو ان فضائل میں پیغمبر سے کم اور تمام لوگوں سے زیادہ ہوتے ہیں۔ یہ امام اور پیغمبر کے قائم مقام ہوتے ہیں۔ امام کو پیغمبر سے وہ نسبت ہوتی ہے جو چاند کو آفتاب سے ہے امام سے جو کم رتبہ ہیں ان کو پیغمبر سے وہ نسبت ہوتی ہے جو عام ستاروں کو آفتاب سے ہے۔ باقی عوام الناس تو گویا وہ حوادث یومیہ ہیں جو اجسام فلکی کی تاثیر سے وجود میں آتے ہیں۔

پیغمبر انسانیت کی اخیر سرحد پر ہوتا ہے اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ہر نوع کی انتہا دوسرے نوع کی ابتدا سے متصل ہے اس لئے بشریت کی انتہا ملکوتیت کی ابتدا ہے۔ اس بناء پر پیغمبر میں ملکوتی صفات پائے جاتے ہیں۔ وہ جسمانیت سے بے پرواہ ہوتا ہے۔ روحانیت اس پر غالب ہوتی ہے۔ اس کی قوت نظری کے آئینہ میں معارف الٰہیہ مرتسم ہوتے ہیں۔ اس کی قوت عملیہ عالم اجسام میں طرح طرح کے تصرفات کر سکتی ہے اور انہیں تصرفات کا نام معجزہ ہے۔

اوپر ثابت ہو چکا کہ نفوس ناطقہ مختلف الماہیت ہیں۔ بعض کی قوت نظری نہایت کامل ہوتی ہے لیکن قوت عملی ضعیف ہوتی ہے بعض اس کے برعکس ہوتے ہیں۔ بعض کو دونوں میں کمال ہوتا ہے اور یہ شاذ و نادر ہے۔ بعض کی دونوں قوتیں ضعیف ہوتی ہیں۔ جیسا کہ عوام الناس کا حال ہے۔

جب یہ مقدمات ثابت ہو چکے تو سمجھنا چاہیئے کہ روح کا مرض، خدا سے اعراض اور دنیا میں انہماک ہے۔ جو شخص اس مرض کا طبیب ہوتا ہے یعنی لوگوں کو خدا کی طرف توجہ دلاتا ہے اور دنیا سے ہٹاتا ہے وہی پیغمبر ہوتا ہے۔

اوپر یہ بیان بھی ہو چکا ہے کہ اس صفت میں اختلاف مراتب ہوتا ہے۔ اس لئے جس شخص میں یہ صفت درجۂ کمال پر پائی جائے گی وہ درجۂ نبوت میں بھی کمال درجہ پر ہوگا اور جس میں یہ صفت کم درجہ پر ہوگی اس کی نبوت کا درجہ بھی نسبۃً کم ہوگا۔

امام غزالیؒ نے معارج القدس میں نبوت پر جو مفصل اور فلسفیانہ بحث کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ :-

نبوت ایک وصف ہے جو انسانیت سے بالاتر ہے جس طرح انسانیت حیوانیت سے بالاتر ہے ، انسان حیوانات کو مسخر کرتا ہے لیکن حیوانات یہ عذر نہیں پیش کر سکتے کہ جب تک ہمکو انسان کی حقیقت اور ماہیت نہ بتائی جائے ہم اس کی اطاعت نکریں گے - عام انسانوں اور پیغمبر میں یہی نسبت ہے -
نبوت کوئی اکتسابی چیز نہیں بلکہ خدا جس شخص میں یہ قابلیت پیدا کرتا ہے وہی نبی ہوتا ہے - قرآن مجید میں ہے اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ یعنی خدا ہی جانتا ہے کہ پیغمبری کے لئے کس کو انتخاب کرے - البتہ ریاضت فکر اور مجاہدہ لوازم نبوت سے ہیں جن کی وجہ سے نبی وحی کے قابل ہوتا ہے اسکی مثال یہ ہے کہ انسان کا انسان ہونا کوئی اکتسابی چیز نہیں - بایں ہمہ انسان سے جو افعال سرزد ہوتے ہیں اُن میں کسب و مجاہدہ کو دخل ہوتا ہے - اسیطرح نبوت اگرچہ اکتسابی چیز نہیں - لیکن نبی عبادت و مجاہدہ کرتا ہے تب اس کے نبوت کے آثار مترتب ہوتے ہیں - اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اتنی عبادت کرتے تھے کہ آپ کے پاؤں پر ورم آ جاتا تھا -

نبی فطرۃً معتدل مزاج اور پاکیزہ صورت ہوتا ہے اوس کی اٹھان اور ہیئت عمدہ ہوتی ہے - اس میں شریفانہ اخلاق پائے جاتے ہیں اس کے چہرہ سے نور ٹپکتا ہے - حلم ، وقار ، تواضع ، راست گوئی - دیانت داری اس کی فطرت ہوتی ہے وہ ہر قسم کے رزائل اور دنی باتوں سے بری ہوتا ہے - عفو ، احسان ، صلۂ رحم ، حفظ غیب ، حسن جوار ، اعانت مظلوم ، یہ تمام اوصاف اس میں بالطبع پائے جاتے ہیں -

وہ بالطبع اچھی باتوں کو پسند اور بری باتوں سے نفرت کرتا ہے۔ وہ مغز ورز جابر۔ درشت خو اور کج خلق نہیں ہوتا۔ چپ رہتا ہے تو لوگوں پر اس کا رعب چھا جاتا ہے بات کرتا ہے تو کوئی اس پر گرفت نہیں کر سکتا۔ اس کی حرکت و سکون دونوں میں سنجیدگی پائی جاتی ہے۔ تمام لوگ عموماً طوعاً او کرہاً اس کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں۔

یہ امر بدیہی ہے کہ انسان کو جو چیز تمام حیوانات سے الگ کرتی ہے وہ نفس ناطقہ ہے یہی چیز ہے جس کی بدولت انسان، حیوانات سے فائق ہے۔ ان کو مسخر کرتا ہے۔ اُن پر ہر طرح کا تصرف کرتا ہے۔

اسی طرح انبیاء میں ایک خاص عقل ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ تمام انسانوں سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ تمام انسان اُن کے محکوم اور تحت التصرف ہوتے ہیں اور جس طرح انسان کے افعال و حرکات حیوانات کے لئے معجزہ ہیں یعنی حیوان کبھی انسان کی قوت فکری و عقلی کا ہمسر نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح انبیاء سے جو افعال سرزد ہوتے ہیں وہ عام انسانوں کے لئے معجزہ ہوتے ہیں یعنی اور لوگوں سے وہ افعال سرزد نہیں ہو سکتے جس طرح نبی کی عقل اوروں سے ممتاز ہوتی ہے اسی طرح اس کا نفس اس کی طبیعت اس کا مزاج بھی تمام لوگوں سے ممتاز اور نفوس ملکی کے مشابہ ہوتا ہے۔

جس طرح ہر حیوان انسان نہیں ہو سکتا اسی طرح ہر آدمی نبی نہیں ہو سکتا۔ خدا ہی جانتا ہے کہ کس شخص میں نبی ہونے کی قابلیت ہے اور کس میں نہیں؟ خدا جس شخص کو نبوت کے لئے منتخب کرتا ہے اس کی عقل اس کی طبیعت اس کا مزاج بھی منتخب ہوتا ہے یعنی اور لوگوں کی عقل۔ مزاج اور طبیعت سے اس کو کچھ نسبت نہیں ہوتی۔ وہ صورت میں انسان کے مشابہ ہوتا ہے لیکن معنیً سب سے الگ ہوتا ہے

وہ بشر ہوتا ہے لیکن اس کی بشریت وحی کے قابل ہوتی ہے۔
انسان میں تین قسم کی قوتیں پائی جاتی ہیں۔ فکری۔ قولی۔ عملی۔ ان قوتوں سے جو افعال سرزد ہوتے ہیں وہ اچھے بھی ہوتے ہیں۔ برے بھی۔ ان دو متضاد حالتوں کے لحاظ سے ہر ایک کا نام الگ ہوتا ہے۔ فکر کو حق و باطل سے موسوم کرتے ہیں۔ قول کو صادق و کاذب کہتے ہیں اور عمل کو خیر و شر۔ یہ امر ظاہر ہے کہ تمام افعال قابل عمل نہیں ہیں اور نہ سب قابل ترک بلکہ بعض قابل عمل ہیں اور بعض قابل ترک۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قابل عمل اور قابل ترک کی تمیز آیا۔ ہر شخص کر سکتا ہے یا نہیں یا بعض کر سکتے ہیں یا نہیں۔
پہلے دونوں احتمال بداہتہً باطل ہیں اس لئے صرف تیسرا احتمال باقی رہا یعنی بعض انسان ایسے ہوتے ہیں جو ان حدود کو متعین کر سکتے ہیں کہ فلاں افعال عمل کے قابل ہیں اور فلاں نہیں۔ یہی لوگ پیغمبر اور بانی شریعت ہوتے ہیں۔
یہ امر ظاہر ہے کہ انسان کی بقا آپس کی اعانت اور اجتماع کے بغیر نہیں ہو سکتی اگر آپس میں تعاون اور تعاضد نہ ہو تو انسان کا کوئی فرد باقی رہ سکتا نہ اسکی نوع نہ اس کا مال نہ اس کی عزت۔
اس اجتماع اور تعاون کے جو اصول و آئین ہیں اُنہی کو شریعت کہتے ہیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ انسان کی بقائے نوع اور بقائے جان و مال کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ تعاون اور تمانع۔ تعاون کے ذریعہ سے انسان اپنی خوراک۔ لباس۔ مسکن۔ اور دوسری ضروریات مہیا کرتا ہے اور تمانع کے ذریعہ سے اس کی جان۔ مال اور اولاد۔ خطرات سے محفوظ رہتے ہیں لیکن اس تعاون اور تمانع کا کوئی باقاعدہ ضابطہ اور دستور العمل ہونا چاہیے۔

یہ ظاہر ہے کہ ہر شخص ایسا دستور العمل اور ضابطہ نہیں بنا سکتا جو تمام بنی نوع انسان کے مناسب حال اور ہر شخص کی ضروریات کا کفیل ہو۔

ایسا ضابطہ صرف وہ شخص بنا سکتا ہے جس کو قوت قدسیہ حاصل ہو۔ جس کو اُن روحانیات سے فیض پہونچتا ہو جن کے ہاتھ میں نظام عالم کی باگ ہے۔

یہ شخص امور مذہب سے آگاہ ہوتا ہے۔ ہر بات میں حق کا پیرو ہوتا ہے۔ ہر شخص سے اس کی سمجھ کے مطابق خطاب کرتا ہے۔ لوگوں کو اُن کی استطاعت کے موافق احکام کی تکلیف دیتا ہے اور یہی شخص پیغمبر اور رسول ہوتا ہے چونکہ ممکن کا عدم اور وجود برابر ہے اس لئے ممکن کے وجود میں آنے کے لئے مرجح کا ہونا ضرور ہے جسکی وجہ سے وجود کو عدم پر ترجیح ہو۔ یہی مرجح ممکن کی علت ہوتا ہے۔

ہر قسم کی حرکات کے لئے ایک محرک کی ضرورت ہوتی ہے جو حرکت کی تجدید کرتا رہتا ہے۔ حرکات کی دو قسمیں ہیں۔ طبعیؔ اور اراؔدی۔ ارادی حرکت کے لئے ضرور ہے کہ اس کے محرک میں ارادہ اور اختیار پایا جائے۔

ارادی حرکت کی بھی دو قسمیں ہیں۔ خیرؔ و شرؔ۔ پہلی قسم کے لئے ضرور ہے کہ اس کا محرک صاحب عقل و تدبیر ہو۔

جس طرح انسانی حرکات کو ارادہ اور اختیار کی حاجت ہے اسی طرح ان حرکات کو ایک ایسے رہنما کی بھی ضرورت ہے جو ٹھیک راستہ بتائے تاکہ وہ حق کو باطل سے اور سچ کو جھوٹ سے اور خیر کو شر سے تمیز کر سکے۔

خدا کے حکم کی دو قسمیں ہیں۔ تدبیریؔ اور تکلیفیؔ۔

پہلا حکم تمام نظام عالم میں جاری ہے جس کی بنا پر تمام عالم میں تدبیر اور نظام کا سلسلہ نظر آتا ہے۔

تکلیفی حکم صرف انسان کے لئے ہے۔

مقدمات مذکورۂ بالا سے ثابت ہوا کہ انسان کے تمام حرکات ممکن ہیں اس لئے مرجح
کی ضرورت ہے۔ اختیاری ہیں۔ اس لئے عقل کی ضرورت ہے۔ محتمل خیر و شر
ہیں اس لئے رہنما کی ضرورت ہے۔ اسی رہنما کے نام پیغمبر یا رسول ہے نظام عالم
میں خدا کا تدبیری حکم جو نافذ ہے وہ ملائکہ کے ذریعہ سے ہے اس قیاس پر انسان
پر خدا کا تکلیفی حکم جو نافذ ہے وہ بھی کسی کے ذریعہ سے ہوگا۔ اس کا نام پیغمبر ہے

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ	جو اللہ و رسول کا کہا مانیں تو ایسے ہی لوگ ان کے ساتھ جنت میں ہونگے جن پر اللہ نے احسانات کئے یعنی نبی اور صدیق اور شہید اور صالح۔

اس آیت کی تفسیر میں قاضی بیضاوی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ خدا نے منعم علیہ
کے بہ لحاظ ان کے علمی و عملی مراتب کے چار قسمیں کی ہیں۔
ایک انبیاء علیہم السلام جن کو علمی و عملی دونوں کمال حاصل ہوتے ہیں بلکہ وہ درجۂ
کمال سے آگے تکمیل تک بڑھ جاتے ہیں۔
دوسرے۔ صدیقین یہ لوگ اوج عرفان پر ترقی کرکے اشیاء پر واقف ہوجاتے
ہیں اور مطابق واقع کے بتاتے ہیں۔
تیسرے شہداء جنھوں نے اظہار حق۔ حرص طاعت اور اعلاء کلمۃ اللہ میں اپنی
جانیں قربان کردیں۔
چوتھے۔ صالحین جنھوں نے اللہ کی طاعت میں اپنی عمر و مال کو صرف کر ڈالا۔
اس تعریف کے بعد قاضی علیہ الرحمہ نے دوسرے انداز پر یوں بیان کیا کہ جن
لوگوں کے اوپر اللہ تعالے نے انعام کیا ہے وہ عارف باللہ ہیں اور وہ دو

دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو وہ مشاہدہ وعیان کو پہونچے ہوے ہیں یا ابھی مقام استدلال وبرہان میں ہیں۔ اگر درجۂ مشاہدہ وعیان کو پہونچ گئے ہیں تو وہ بھی دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو وہ ایسے قرب میں ہیں جیسے کوئی چیز قرب سے نظر آتی ہے تو یہ لوگ انبیاء ہیں یا ایسے قرب میں ہیں جیسے کوئی چیز دور سے نظر پڑتی ہے۔ یہ صدیقین ہیں لیکن جو لوگ مقام استدلال وبرہان میں ہیں وہ بھی دو قسم پر ہیں۔ اگر اُن کا عرفان، براہین قاطعہ سے نہیں تو وہ شہداء ہیں ورنہ صلحا وصالحین ہیں۔

مؤلف آسی

کہتا ہے کہ قرآن مجید میں نبی پر بھی صدیق کا لفظ بولا گیا ہے چنانچہ سورہ یوسف میں حضرت یوسف کو کہا گیا ہے یُوسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ اور سورہ مریم میں حضرت ابراہیم کی شان میں فرمایا گیا ہے۔ وَاذْکُرْ فِی الْکِتَابِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّهٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا۔ اور یہ اس وجہ سے کہ نبی کا درجہ صدیق سے اعلیٰ وارفع ہے۔ جو نبی ہوگا اُس میں شان صدیقیت ضرور ہوگی۔ ہر نبی صدیق ہے مگر ہر صدیق نبی نہیں ہو سکتا۔

حضرت یوسف کو جو صدیق کہا گیا ہے وہ اللہ کا قول نہیں بلکہ بادشاہ مصر کے ساقی کا مقولہ نقل کیا گیا ہے اور اس لئے صدیق کو محض راستباز اور سچ بولنے والے کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ کیونکہ حضرت یوسف نے جو تعبیر اس کے خواب کی بیان کی تھی وہ سچ نکلی اور وہ بادشاہ کا ساقی ہوگیا۔ اور زیادہ قرین قیاس بات بھی ممکن ہے کہ اس وقت حضرت یوسف مرتبۂ صدیقیت پر ہی رہے ہوں کیونکہ نبی آپ اس کے بعد ہوے ہیں۔

امام فخرالدین رازیؒ۔ امام محمد غزالیؒ اور قاضی بیضاوی نے نبی ونبوت کی جو بسوط

تعریفیں کیں، اُن کا خلاصہ ختم ہو چکا تو اب اس مقام پر ہم کو بھی کچھ لکھنا مناسب ہے۔

پس واضح ہو کہ

حیوانات۔ نباتات اور جمادات اور تمام بسائط آگ۔ ہوا۔ پانی۔ مٹی وغیرہ اور تمام اجرام علویہ میں سے ہر موجود کے قوے۔ اور افعال، ہوتے ہیں جن سے وہ اپنے غیر سے ممتاز ہو جاتا ہے اور بعض قوے اور افعال ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں دوسرے مشارک ہوتے ہیں۔

ان تمام موجودات میں انسان ہی وہ اکیلا مخلوق ہے جس میں اخلاق محمودہ اور افعال مرضیہ ہیں۔ یہ شرف انسان کے سوائے کسی دوسری مخلوق میں نہیں ہے اور اسی وجہ سے وہ اشرف المخلوقات ہے۔ انسان میں چار قوتیں یا چار جواہر اصل اصول ہیں کہ انہیں کی وجہ سے انسان انسان ہے۔

پہلی :۔ قوت ناطقہ جس کو نفس ملکیہ بھی کہتے ہیں اور تمام بدن میں دماغ اس قوت کا مستقل ہے۔

دوسری :۔ قوت شہوانیہ۔ جو نفس بہیمی بھی کہی جاتی ہے اور جسد بھر میں جگر اس قوت کو استعمال کرتا رہتا ہے۔

تیسری :۔ قوت غضبی جسکو نفس سبعی کہتے ہیں اور اعضائے بدن میں دل اس کے کام میں لانے کا آلہ ہے نفس ناطقہ کی حرکت اگر اعتدال پر ہو۔ اپنی حد سے آگے نہ بڑھے۔ ہمیشہ معارف صحیحہ کے شوق میں مبتلا رہے اور ظنونات وجہالات سے متنفر رہے تو اس سے علم کی فضیلت پیدا ہوتی ہے اور فضیلت علم سے حکمت پیدا ہوتی ہے جو تمام سعادتوں کی جڑ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے مَنْ یُؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا نفس بہیمی یعنی قوت شہوانیہ اگر اعتدال پر ہو۔ نفس عاقلہ کی تابع ہو۔ اس سے سرکشی نہ کرے

ہوا و ہوس میں منہمک نہ ہو جائے تو اس سے عفت حادث ہوتی ہے اور سخاوت ، عفت کے ساتھ ہے۔ نفس غضبی کی حرکت اگر اعتدال پر ہو۔ نفس عاقلہ کی تابع ہو تو اس سے فضیلت حلم پیدا ہوتی ہے۔ اور حلم سے شجاعت صادر ہوتی ہے۔

یہ تینوں فضیلتیں جب اعتدال پر آجائیں اور مکمل ہو جائیں تو ان کے اجتماع سے عدالت کی فضیلت پیدا ہوتی ہے۔

حکماء اکثر متفق ہیں کہ اجناس فضائل چار ہیں حکمت ۔ عفت ۔ شجاعت ۔ عدالت لیکن میرے نزدیک فضائل تین ہی ہیں حکمت ۔ عفت اور شجاعت کیونکہ عدالت کوئی جداگانہ فضیلت نہیں ہے بلکہ وہ ان تینوں کے اجتماع سے پیدا ہوتی ہے۔ امام غزالی رح کا یہی مسلک ہے اور اسی کو ہمارے استاد ، خاتم المحققین علامہ عنایت رسول چریاکوٹی رحہ نے اختیار کیا۔

حکمت تمیز دار نفس ناطقہ کا نام ہے اور وہ یہ ہے کہ کل موجودات کو جس طرح پر کہ وہ ہیں جان لے۔ تم یوں سمجھو کہ امور الٰہیہ اور امور نفسانیہ اگر معلوم ہو جائیں اور یہ تمیز ہونے لگے کہ ان باتوں کا کرنا واجب ہے اور ان باتوں کا کرنا مذموم ہے تو حکمت حاصل ہو گئی۔ ہر قوت کے تین جانب ہوتے ہیں۔ ایک افراط جو حد اعتدال سے زیادہ ہو۔ دوسرے تفریط جو اعتدال سے کم ہو۔ تیسرے وسط جو ان دونوں کا درمیانی جانب ہے۔ افراط و تفریط کے دونوں جانب مذموم ہیں جن کا شمار رزائل میں ہے اور بیچ کی حد اوسط ممدوح صفت ہے۔ تم یوں سمجھو کہ حد اوسط سے آگے بڑھنا اور پیچھے ہٹنا دونوں مذموم ہیں ۔

قوت ناطقہ کا جانب افراط جربزہ ہے۔ جانب تفریط بلاہت ہے اور حد اوسط حکمت ہے۔ جربزہ یہ ہے کہ عقل اغراض فاسدہ میں افراط سے کام میں لائی جائے

اور انسان شوخی ذہن اور تیزی ادراک کے سبب سے راہ مستقیم سے ہٹ کر ضلالت و گمراہی کے خار دار جنگل میں جا پڑتا ہے۔ اور بلاہت یہ ہے کہ انسان کوتاہی عقل کی وجہ سے ضروری کام بھی نہ کر سکے اور ہمیشہ اپنے کو نقصان پہونچاتا رہے۔ جربزہ سے مکر۔ حسد۔ فریب۔ عیاری اور خیانت وغیرہ خراب عادات پیدا ہوتے ہیں ہیں اور بلاہت سے بیوقوفی۔ ناتجربہ کاری۔ حماقت اور جنون وغیرہ صادر ہوتے حماقت اور جنون میں فرق یہ ہے کہ احمق کا مقصود صحیح ہوتا ہے۔ لیکن مقصود کے حاصل کرنے کا رستہ غلط اختیار کرتا ہے۔ بخلاف اس کے مجنون کہ اس کا مقصود ہی فاسد ہوتا ہے۔

حکمت سے چھ صفتیں پیدا ہوتی ہیں۔

اول:۔ ذکا یعنی نتیجۂ کار پر جلدی پہونچ جانا۔

دوسرے ذکر یعنی عقل و وہم جو صورت امر، ذہن میں پیدا کرتے ہیں اس کا ثابت رہنا۔

تیسرے تعقل یعنی اشیائی موضوعہ سے محض نفس کی موافقت جس طرح پر کہ وہ ہیں۔

چوتھے صفائی ذہن کہ نفس میں مطلب کے استخراج کی استعداد ہو۔

پانچویں جودت ذہن کہ جو بات لازم آنے والی ہے اس میں نفس تامل کرے۔

چھٹویں سہولت تعلم اور یہ نفس کی وہ قوت ہے جو امور نظریہ کا ادراک کر لیتی ہے

شہوت اگر اعتدال سے زیادہ ہو تو اس کا نام شرہ ہے اور کم ہو تو جمود ہے اور حد اوسط عفت ہے۔ شرہ کے یہ معنی کہ شریعت اور فطرت سلیم نے جن ضروری لذتوں کو مباح مطلق کر دیا ہے ان کو ایک لخت چھوڑ دیا جائے چنانچہ اس ادائے نامحمود اور حرکت نامسعود کو اکثر رہبانان سلف اور بعض زاہدان ناخلف نے اتفاقو

پرہیزگاری شمار کیا ہے حالانکہ رہبانیت اور ترک لذات قانون قدرت اور قانون مذہب میں سخت ممنوع ہے ؂

برزہد و ورع کوش چوں انقیا ولیکن مکن میفزائے بر مصطفےٰ

جمود یہ ہے کہ لذت جسمانی کے حاصل کرنے میں جادۂ شریعت سے بھٹک کر الگ ہو جائے۔ شہوت رانی میں اتنا منہمک ہو کہ اباحت کی سرحد سے بھی آگے نکل جائے۔

شہوت کی افراط و تفریط یعنی شرہ اور جمود سے چاپلوسی۔ حرص بیحیائی۔ فضول خرچی بی بی و اولاد سے بے پروائی۔ ریا۔ پردہ دری۔ فحش فی الکلام۔ حسد۔ شماتت وغیرہ خراب اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔

عفت حس شہوانی کی فضیلت کا نام ہے کہ قوت شہوت رائے صائب اور تمیز صحیح کی پابند ہو۔ اور اس سے بارہ عمدہ صفتیں پیدا ہوتی ہیں۔

اول حیا کہ جو باتیں عقل و شرع کے نزدیک مذموم ہیں اُن کے ارتکاب سے نفس خائف ہو۔

دوسرے دعة یعنی شہوت کی حرکت کے وقت نفس کا سکون میں رہنا۔

تیسرے صبر یعنی ہوا و ہوس سے نفس کا مقابلہ کرنا تاکہ قبیح لذتوں میں گرفتار نہ ہو۔

چوتھے حریت اور یہ نفس کی وہ فضیلت ہے جس کے ذریعہ سے من وجہ مال پیدا کرے اور من وجہ عطا کرے۔ اور بلا اس فضیلت کے اکتساب مال ممتنع ہو۔

پانچویں قناعت کہ کھانے پینے اور زینت دنیاوی میں تساہل کرے اور آسانی سے گزار دے۔

چھٹویں دیانت۔
ساتویں حسن انتظام:۔ اور یہ ترتیب امور کی ایک عمدہ حالت ہے۔
آٹھویں حسن ہدا یعنی زینت حسنہ کے ساتھ نفس کی تکمیل محبت۔
نویں مسالحت کہ نفس میں جو ایک اضطرابی کیفیت ہے وہ دور ہو جائے۔
دسویں وقار۔ کہ اپنے مطالب کے حاصل کرنے میں نفس ساکن اور ثابت قدم رہے۔
گیارھویں ورع کہ جن اعمال صالحہ جمیلہ میں نفس کا کمال ہے ان کو اپنے اوپر لازم کر لے۔
بارھویں سخاوت۔ یعنی لینے اور دینے میں اعتدال کا قائم رہنا۔ جہاں جس قدر خرچ کرنا ضروری ہو وہاں مطابق ضرورت خرچ کرے۔ اور جہاں امساک مستحسن ہو وہاں ہاتھ روکے رہے۔
سخاوت سے چھ اوصاف جمیلہ پیدا ہوتے ہیں۔
اول کرم۔ کہ کام پڑے تو امور جلیلہ میں کتنا ہی مال خرچ کرنا ہو اس سے دریغ نکرے مگر اس طرح کہ عقل و شریعت کے خلاف نہ ہو۔
دوسرے ایثار۔ اور یہ انسان کی وہ فضیلت ہے جو دوسرے ابنائے جنس کی حاجات کو رفع کرتی ہے۔
تیسرے نیل یعنی اچھے اچھے کاموں کے کرنے سے نفس کا خوش ہونا
چوتھے مواسات۔ یعنی دوستوں کی معاونت اور مال و قوت میں مستحقوں کی شرکت کرنی۔
پانچویں سماحت۔ یعنی بذل وعطا۔
چھٹویں مسامحت۔ کہ بعض محبوب چیزوں کو ترک کر دے۔

قوت غضبی اگر اعتدال سے زیادہ ہو تو وہ تہور ہے۔ اعتدال سے کم ہو تو جبن و نامردی ہے اور ان دونوں کا حد اوسط شجاعت ہے۔

تہور کے یہ معنی ہیں کہ کسی معرکہ یا مہلکہ میں دور اندیشی سے کام نہ لے۔ اور بلا سوچے سمجھے گھس پڑے۔ ایسا کرنے سے آدمی کبھی کامیاب بھی ہو جاتا ہے لیکن اکثر ذلت و زحمت اٹھاتا ہے جانوروں میں شیر پر یہ صفت غالب ہے۔

تہور سے شیخت۔ بیجا تشخیص۔ تکبر آتش مزاجی اور زود رنجی پیدا ہوتی ہے جبن و نامردی کے یہ معنی ہیں کہ جس چیز سے نہیں ڈرنا چاہیئے اس سے بھی ڈر معلوم ہوا اور جبن سے قساوت قلبی۔ کمینہ پن۔ دیوثی وغیرہ اوصاف ذمیمہ پیدا ہوتے ہیں۔

شجاعت نفس غضبی کی فضیلت کا نام ہے اور وہ یہ ہے کہ غضب نفس عاقلہ کے تابع ہو جہاں غضب کرنا واجب ہو، غضب کرے۔ جہاں حلم درکار ہو وہاں نرم ہو جائے۔ جس جگہ صبر و برداشت محمود ہو وہاں صبر کرے اور خوفناک مقامات پر ہمت نہ ہارے۔ دل میں خوف نہ کھائے۔ شجاعت سے آٹھ عمدہ صفات پیدا ہوتے ہیں۔

اول کبر نفس۔ دوسرے دل کی مضبوطی۔ تیسرے بلند ہمتی۔ چوتھے صبر و ثابت قدمی۔ پانچویں حلم و بردباری۔ چھٹویں سکون، کہ خصومت و جنگ میں قبل از وقت طیش میں نہ آجائے۔ ساتویں شہامت یعنی بڑے بڑے کاموں میں ہمت کر کے گھس پڑنا تا دین و دنیا میں بلند مرتبہ ہو۔ آٹھویں احتمال اور یہ وہ قوت ہے جو آلات بدن کو امور حسنیہ میں استعمال کرتی ہے۔

عدالت۔ نفس انسانی کی وہ فضیلت ہے جو مذکورہ تینوں فضائل کے اجتماع سے پیدا ہوتی ہے ہمارے جد محترم مولانا نجم الدین عباسی چریاکوٹی رحمۃ اپنی

کتاب چہار ائین محبوبی میں تحریر فرمایا ہے کہ صفت عدالت کی جانب افراط کا نام ظلم ہے اور وہ یہ ہے کہ دوسروں کے مال وحقوق میں بیجا تصرف اور دست درازی کی جائے اور جانب تفریط کا نام تظلم ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنی ذلت اور عجز و خواری گوارا کر کے ظالم کا مطیع وہمنشین دوست بنا رہے۔

یہی مسلک بعض دوسرے حکماء کا بھی ہے لیکن حکمائے متقدمین و متاخرین میں اکثروں کا مذہب مختار یہی رہا ہے کہ صفت عدالت کی افراط وتفریط یعنی زیادتی ونقصان نہیں ہے بلکہ اس کا ضد ومقابل ظلم وجور ہے اور صحیح بھی یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ صفت عدالت کوئی مستقل اور جداگانہ قوت نہیں ہے بلکہ وہ دوسری تینوں فضیلتوں کے اجتماع سے حادث ہوتی ہے تو ایسی حالت میں افراط وتفریط ہونے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ عدالت سے آٹھ صفات جلیلہ صادر ہوتے ہیں۔

اول۔ صداقت اور محبت صادقہ جو فی زماننا عنقا صفت ہے۔

دوسرے۔ الفت یعنی رایوں کا متفق ہونا۔

تیسرے۔ صلۃ الرحم یعنی دنیاوی بھلائیوں میں قرابت داروں کا آپس میں شریک ومعاون رہنا۔

چوتھے۔ مکافات یعنی احسان کا احسان سے مقابلہ خواہ برابر ہو یا زیادہ

پانچویں۔ حسن شرکت یعنی آپس ہیں معاملات کی لین دین میں ہر طرف اور ہر طرح سے اعتدال رہنا۔

چھٹویں۔ حسن قضا۔

ساتویں۔ تودد یعنی اپنے کفو اور اہل فضل سے محبت رکھنی۔

آٹھویں۔ عبادت۔ فقط

اس قدر تمہید ہوچکی تو اب واضح ہو کہ جس شخص میں یہ فضائل اربعہ مع اپنی تمام فروع صفاتیہ کے بدرجۂ اتم واکمل پائے جائیں وہ **انسان کامل** ہے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگوں میں بعض اوصاف خلقتہً ہوتے ہیں مثلاً ایک شخص کے جبلت میں سخاوت وجوانمردی ہے کوئی ماں کے پیٹ سے بخل و قساوت کی رزیل صفت لیکر پیدا ہوا ہے تو کوئی فطرۃً بہادر ورقیق القلب ہے اور یہ جبلی اوصاف ایسے ہیں جن کے آثار بچپن ہی سے ظاہر ہو جاتے ہیں - بہر حال اسباب سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ نوع انسان کا ہر فرد کچھ صفات اچھے یا بڑے ماں کے پیٹ سے لیکر پیدا ہوتا ہے اور کچھ صفات دوسروں کی صحبت کے اثر سے قبول کرتا ہے کسی میں صفات حمیدہ غالب ہوتے ہیں کسی میں رزائل کا غلبہ ہوتا ہے البتہ اتنا ضرور ہے کہ اچھے اخلاق وصفات والے دنیا میں ہمیشہ کم ہوا کئے ہیں - بس اب قیاس چاہتا ہے کہ جس طرح کسی میں ایک صفت جبلی ہے کسی میں دو صفتیں خلقی ہیں، کوئی چند صفات ماں کے پیٹ سے لیکر پیدا ہوا ہے - کسی کے اکثر صفات فطری ہیں تو اسی ترتیب سے ترقی کرکے کوئی ایک ایسا شخص بھی ہوگا جس میں عمدہ صفتیں معدوم ہوں اور تمام اوصاف ذمیمہ ہی لیکر پیدا ہوا ہو اور اسی طرح انسان کا کوئی ایک فرد ایسا بھی ہو جو خلقتہً تمام اچھے اخلاق و اوصاف کا جامع ہو - پچھلا انسان کامل ہے اور پہلے کو زبان شرع وعرف میں شیطان کہتے ہیں - بس انسان کامل کی دو قسمیں ہیں یا تو اس شخص کو یہ صفات کاملہ اکتساب سے حاصل ہوئے ہیں یا بلا اکتساب - اگر بلا اکتساب خلقتہً حاصل ہیں یعنی ماں کے پیٹ سے وہ ان صفات حمیدہ کو لیکر پیدا ہوا ہے تو وہ رسول یا نبی یا پیغمبر ہے جو روحانیت کے بالاترین درجہ پر ہوتا ہے اور اس کا کام یہ ہے کہ دربار الٰہی

سے احکام حاصل کرکے بندوں تک پہونچائے۔ ان کی اصلاح کرے۔ علم و عمل میں دوسروں کو کامل بنائے اور عام خلق اللہ کی اصلاح معاش و معاد کے لئے صحیح ضابطہ بنا دے۔ جو ہر زمانہ میں ہر قوم عالم کے لئے کار آمد اور ناقابل تنسیخ ہو۔

اگر انسان کامل کو یہ تمام صفات اکتساب سے حاصل ہوئے ہیں تو وہ صدیق ہے۔ اور اگر وہ ان تمام صفات میں درجۂ کمال کو نہیں پہونچا ہے تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ اگر اس نے غلبۂ روحانیت میں اپنی جان کو فی سبیل اللہ اپنا رو قربان کر دیا ہے تو وہ شہید ہے ورنہ صالح۔

نبی کی اس تعریف سے اس کا گناہوں سے معصوم ہونا بھی عقلاً ثابت ہو گیا کیونکہ جب وہ رزائل سے پاک ہے۔ تمام صفات حسنہ کا جامع ہے۔ فضائل انسانی میں کامل ہے اور اس کی تمام قوتیں اعتدال پر ہیں تو اس سے گناہ کا سرزد نہ ہونا ایک یقینی اور بدیہی بات ہے اور اسی کو زبان شرع میں معصوم کہتے ہیں نبی کے معصوم ہونے میں بعض لوگوں نے اختلاف کیا ہے جمہور اہل اسلام کا یہ مذہب ہے کہ نبی ماں کے پیٹ سے نبی پیدا ہوتا ہے۔ اس سے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کا ارتکاب شرعاً ممتنع اور عقلاً مستبعد ہے۔ البتہ بھول چوک سے کسی خطا یا لغزش کا کبھی سرزد ہو جانا ممکن ہے کہ وہ لازمۂ بشریت ہے اور اس سے عصمت میں کوئی قباحت لازم نہیں آتی۔

صحیح مذہب مختار تو یہی ہے لیکن بعض لوگوں کا یہ مسلک ہے کہ نبوت کے بعد نبی سے کبیرہ گناہ صادر نہیں ہوتا۔ مگر نبوت سے پہلے اس کا گناہوں سے مصئون ہونا ضروری نہیں ہے۔

میں ایسا سمجھتا ہوں کہ اس مسلک والے لوگ نبی کی تعریف ہی نہیں جانتے ورنہ

ایسی رکیک بات کا زبان پر لانا بھی گناہ سمجھتے۔ نبی اگر نبوت سے پہلے معصوم نہ ہو اور اس سے گناہ سرزد ہوا کریں تو ایک زمانہ کے بعد اس کے دعوے نبوت کی کیا وقعت رہے گی۔ اور کیا اس نبوت کے بعد کی عصمت کو لوگ ریا و نفاق پر محمول نکریں گے جس کا دفعیہ محال نہیں تو قریب المحال ضرور ہے بہرحال نبی کی عقلی تعریف سے تو اس کا معصوم ہونا ظاہر ہے۔ رہی شرعی بحث اس کو انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس کتاب کی چوتھی جلد میں نہایت شرح وبسط کے ساتھ لکھینگے۔

غرض

کمال فضائل انسانی کا نام نبوت ہے اور اس کا خاتمہ نہ کبھی ہوا ہے نہ ہو گا نہ ہو سکتا ہے جب تک دنیا باقی ہے یہ کمال باقی ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنی میری امت کے علماء مثل انبیاء بنی اسرائیل کے ہیں اور یہ تشبیہ نبوت و فضیلت میں نہیں ہے۔ بلکہ کمال انسانی کے ملکہ اور ہدایت خلق میں ہے مطلب یہ ہو کہ امت محمدیہ میں کمال انسانی ہمیشہ باقی رہے گا۔ جس طرح انبیائے بنی اسرائیل خلق اللہ کو ہدایت کرتے اور دین الٰہی کی دعوت دیتے چلے آتے تھے۔ اسی طرح امت محمدیہ کے علمائے کرام رحمہم اللہ قیامت تک دین اسلام کی اشاعت اور اور ارشاد و ہدایت میں سرگرم رہیں گے چنانچہ امام ابو داؤد نے اپنی صحیح میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ:- ابوہریرہؓ نے رسول اللہ صلعم سے روایت

عن ابی ھریرۃؓ عن رسول اللہ صلعم قال ان اللہ عزوجل یبعث لھذہ الامۃ علی راس	کی ہے کہ فرمایا آپ نے بلاشبہ اللہ تعالےٰ مبعوث کریگا اس امت کے لئے ہر صدی کے شروع میں ایک ایسے شخص کو جو اس کے

کل مائۃ سنۃ من یجدد لہا دینہا۔	دین کی تجدید کرتا رہے گا۔

ان دونوں کو ملا کر غور کیا جائے تو صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ علمائے امت سے عام علماء اور مُلا نے مراد نہیں ہیں بلکہ وہ ایک خاص شان رکھنے والے علمائے مجددین ہیں جو اپنے میں شان نبوت اور کمال عارفیت رکھتے ہیں اور ان کی یہ عظمت و شان انبیاء بنی اسرائیل سے ملتی جلتی یا اُن کے لگ بھگ ہوتی ہے۔ انبیاء علیہم السّلام کا منصب یہ رہا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے احکام کو اس کے بندوں تک پہونچا دیں۔ یہ اہم کام ایک دفعہ نہیں ہو سکتا تھا نہ یکبارگی خلق پر کل بار کا ڈالدینا قرین عقل تھا۔ اس لئے وقتاً فوقتاً انبیاء کے بھیجنے اور مبعوث کرنے کی ضرورت داعی ہوتی رہی یہاں تک کہ احکام الٰہی مکمل ہو گئے اور جس قدر احکام خدا کے بندوں تک پہونچنے تھے وہ سب محمد رسول اللہ کی معرفت پہونچگئے اور دین کامل ہو گیا نبوت ختم ہو جانے کے یہی معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو جو احکام و قوانین بھیجنے تھے وہ محمد صلعم کے ذریعہ سے بھیجدیئے اور اب کسی نبی کے بھیجنے کی ضرورت ہی نہیں رہی کیونکہ ارسال رسول سے جو غرض تھی وہ ہی باقی نہیں رہی اور دین کامل و مکمل ہو گیا۔ اس قانون مکمل کا نام قرآن مجید ہے۔

اب رہی ہدایت اور ارشاد خلق اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلانا اور ان کی اصلاح کرنی تو اس کے لئے علمائے اسلام اور عرفائے مجددین ہیں جن کا سلسلہ قیامت تک منقطع ہونے والا نہیں۔

حضرت آدم سے لیکر جناب مسیح عم تک جتنے انبیاء مبعوث ہوئے اُن میں سوائے حضرت نوح عم کے کسی کی بعثت عام نہیں تھی۔ ہر ایک نبی ایک خاص ملک اور

اور خاص قوم کی طرف رسول بناکر بھیجا گیا۔
ہمارے سید عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر چونکہ نبوت و رسالت تمام ہوگئی نبوت و وحی کا دروازہ بند ہوگیا۔ دین کامل و مکمل ہوچکا اس لئے واجب تھا کہ آپ کی بعثت تمام عالم کے لئے عام ہو اور آپ کے قانون اسلام کی پابندی کل اہل دنیا پر فرض کر دیجائے۔
قرآن مجید میں بہت سی آیتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی نبوت کل اہل عالم کے لئے عام تھی چنانچہ سورۃ الانبیاء میں فرمایا گیا ہے کہ:-

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ | (اے پیغمبر!) ہم نے تمکو دنیا جہاں کے لوگوں کے حق میں رحمت (بناکر) بھیجا ہے

رحمت سے یہ مراد ہے کہ کفر و ضلالت ایک اصلی ذلت اور اسلام و ہدایت حقیقی عزت ہے جو مرنے کے بعد اُس دوسرے عالم میں موجب نجات و ثواب ہوگی۔ تو جس نے کفر سے کنارہ کش ہوکر اسلام اختیار کیا اور محمد صلعم کا پیرو ہوگیا وہ قید ذلت سے رہا ہوا، اور عذاب آخرت سے نجات پاکر رحمت آلہی کے سایہ میں آگیا۔ پس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ذات اہل عالم کے حق میں عین رحمت ٹھیری کہ آپ کی پیروی باعث نجات آخرت ہے اور آپ ایک ایسا سچا اور آسان مذہب لیکر خلق اللہ کی طرف تشریف لائے جو سب کی نجات کا موجب ہے۔ جس کافر و مشرک نے اس کو اختیار کیا وہ رحمت آلہی کے دامن تلے آگیا۔
خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو گمراہی کی دھوپ سے بھاگ کر اس رحمت کے سایہ میں آجائیں اور بدبخت ازلی ہیں وہ لوگ جو روشنی کو دیکھکر بھی اُس سے فائدہ نہ اُٹھائیں اور تاریکی ہی کو پسند کریں اور کیا مبارک ہیں وہ لوگ کہ حضرت

سرور کائنات قدسی صفات کے سایہ میں پناہ لیکر جیتے جی تو ہدایت پا گئے اور مرنے کے بعد آپ کی شفاعت سے بہرہ ور ہو کر راحت ابدی حاصل کی۔

دوسری آیت سورۃ الاعراف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا۔	(اے پیغمبر!) لوگوں سے کہو کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف خدا کا بھیجا ہوا (آیا) ہوں۔

اس آیت میں اَلنَّاس اور جَمِيعًا دو لفظ قابل لحاظ ہیں جو پیغمبر کی بعثت کو عام ثابت کرتے ہیں۔

تیسری آیت سورۃ السبا میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا۔	اور (اے پیغمبر!) ہم نے تو تمکو تمام دنیا کے لوگوں کے لئے بھیجا ہے کہ ان کو خوشخبری سناؤ اور ڈراؤ۔

ان آیات کے علاوہ اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عام پر دلالت کرتی ہیں۔ اس پر کل علمائے اسلام کا اتفاق ہے اور یہی قرین عقل ہے۔ ہم اس دعوے کو انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کی چوتھی جلد میں زیادہ تفصیل سے لکھینگے اور وہاں قرآن مجید کی تمام آیتوں کو نقل کریں گے۔

اب رہی یہ بات کہ جب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کی ہدایت کیلئے مبعوث ہوئے تو پھر عرب کی خصوصیت کیوں؟ اور کیا وجہ کہ مکہ ہی کو دنیائے اسلام کے پائے تخت ہونے کا شرف دیا گیا؟ یہ مبحث کسی کتاب میں میری نظر سے نہیں گذرا، اس لئے جو کچھ اس کے متعلق میں لکھونگا وہ میرا ہی اجتہاد

ہوگا اور تیسری ہی تحقیق ہوگی۔ ناظرین اس مبحث کو غور سے ملاحظہ فرمائیں۔

پہلا جواب

خدا کا رسول، گو وہ تمام دنیا کے لئے ہو ضرور کسی نہ کسی خاص ہی مقام میں مبعوث ہوگا اور جو آسمانی کتاب وہ لائے گا ضرور کسی خاص زبان میں ہوگی۔ ایک رسول نہ ہر قطعۂ زمین پر مبعوث ہو سکتا ہے اور نہ تمام دنیا کی زبانوں میں وہ کتاب آسمانی ہو سکتی پس حضرت سرور کائنات ؐ کے عرب میں مبعوث ہونے اور قرآن کے عربی ہونے سے آپ کی بعثت کو عرب سے مخصوص سمجھنا ایک کھلی غلطی ہے۔ بعثت کے عام یا خاص ہونے کا معیار، تعلیم ہے۔ اگر تعلیم خاص ہے تو بلاشک بعثت بھی خاص ہے اور اگر تعلیم عام ہے تو لامحالہ بعثت عام ہے لیکن قرآن کی تعلیم کے عام ہونے میں کوئی شبہ نہیں لہٰذا، بلاریب، یہ بعثت محمدی عام اور تمام دنیا کے لئے ہے۔

دوسرا جواب

اس میں ذرا شبہ نہیں کہ ولادت محمدؐ عربی سے پہلے عرب ہر قسم کی برائی و گمراہی کا مرکز بن رہا تھا۔ دنیا کے کسی گوشہ میں گناہوں اور بدکاریوں کی اتنی کثرت نہ تھی جتنی عرب میں تھی۔ فواحش کا ارتکاب نہ صرف علی الاعلان بلکہ فخریہ کیا جاتا تھا۔

یہ ایک اصولی امر ہے کہ جب ملک میں عام بغاوت پھیل جاتی ہے تو پہلے انہیں لوگوں کا قلع قمع کیا جاتا ہے۔ جو سب سے زیادہ سرکش و باغی ہوتے ہیں کیونکہ نہ زبردست کے مستاصل ہونے کے بعد عام رعب قائم ہو جاتا ہے، اور کمزور آپ سے آپ مرعوب ہو کر دب جاتے ہیں، اور پھر دوسرے باغیوں کے استیصال میں سہولت ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ جلد امن و امان قائم ہو جاتا ہے

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب میں مبعوث کرنے کی یہی حکمت تھی اور عرب میں بھی خاص شہر مکہ اسی مطلب کے لئے انتخاب کیا گیا جہاں کے لوگ سنگدلی وشقاوت میں آپ اپنی نظیر تھے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ عرب کے مغلوب ہونے کے بعد دوسرے ممالک میں بہت جلد اسلام پھیلا اور وہ ممالک بڑی سرعت کے ساتھ مفتوح ہو گئے۔ جتنی مدت میں عرب اسلام کے زیر اثر ہوا، اس کی نصف مدت میں عرب سے دہ چند ملک زیر سایۂ اسلام آ گیا۔

تیسرا جواب

ظہور اسلام کے وقت دنیا میں تین ہی قسم کے مذاہب تھے۔ یا تو سرے سے باطل مذاہب تھے یا ایسے مذاہب تھے جو حقیقت میں باطل تو نہ تھے مگر باطل اعمال وعقائد ان میں مخلوط ہو گئے تھے یا ایسے مذاہب تھے جو امتزاج مفاسد امور کی وجہ سے اور زمانۂ حال وآئندہ کے مناسبت کے لحاظ سے ناقابل تھے ملک عرب قریباً ان تمام مذاہب کا مجموعہ تھا مثلاً بت پرست آتش پرست ستارہ پرست۔ صابئین۔ ماذئین۔ پیروان ملت ابراہیم یہود۔ نصاریٰ وغیرہ۔

ایسی حالت میں خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کا قرآن جیسے معجزہ کے ساتھ عرب میں مبعوث ہونا گویا تمام دنیا کے لئے تھا، تاکہ وہ تمام مذاہب کو منسوخ کر کے اپنی نئی شریعت کو جو سراپا نور وہدایت اور برکت ورحمت ہے، دنیا میں رواج دے اور ہر شریعت ومذہب سابقہ کے مقابلہ میں اپنی شریعت حقہ کو پاکیزہ ومرضی دکھا دے۔

چوتھا جواب

اللہ جل شانہ کو معلوم تھا کہ عرب کے مسلمان ہونے کے بعد یہ آخری شریعت

جس کے بعد کوئی شریعت دنیا میں آنے والی نہیں ہے بہت جلد اطراف عالم میں پھیل جائے گی - اس لئے خاتم الانبیاء اپنی شریعت جدیدہ کے ساتھ عرب میں مبعوث ہوئے - پھر واقعات متواترہ شاہد عدل ہیں کہ شریعت محمدیہ کس قدر سرعت کے ساتھ تمام عالم میں پھیل گئی -
مسیحی مذہب اگرچہ بہت جبر و تعدی اور شرمناک ترغیبات کے ذریعہ سے پھیلایا گیا ہے اور اسلام سے سات سو برس پیشتر کا مذہب ہے تو بھی اس وقت مسلمان اور عیسائی قریب قریب مساوی ہیں اور بمقابلہ عیسائیوں کے مسلمانوں کی ترقی روز افزوں اور زوروں پر ہے -

پانچواں جواب

جس وقت حضرت خاتم الانبیاء مبعوث ہوئے اس وقت دنیا میں مہذب - مکمل - وسیع اور خوش آئندہ زبانیں دو ہی تھیں سنسکرت اور عربی - ان دو میں سنسکرت برائے نام تھی کیونکہ وہ ملک و قوم کی زبان نہ تھی - صرف کچھ ٹوٹی پھوٹی پرانی کتابیں اس زبان میں چلی آتی تھیں اور ان کتابوں کے سمجھنے والے بھی ملک بھر میں چند سے زیادہ نہ تھے - البتہ عربی زبان بہت بڑے رقبۂ ارضی کو حاوی تھی اور اسی لئے خاتم الانبیاء ملک عرب میں مبعوث ہوئے اور قرآن اُسی زبان (عربی) میں نازل ہوا اب بھی زبان عربی دنیا کی تمام زبانوں میں ممتاز و مختار ہے کوئی ملک ایسا نہیں ہے جہاں عربی زبان کا شوق کم و بیش دامنگیر قلوب بنی نوع انسان نہ ہو - یورپ کی بڑی سلطنتوں جرمن - فرانس - انگلینڈ میں تو عربی کی ترقی زوروں پر ہے امریکا میں بھی بہت زور کے ساتھ اس طرف خیال رجوع ہے - چین میں جب سے مسلمانوں کا نشو و نما ہوا، تب ہی سے عربی ہے - اب اس کی طرف اور زیادہ

توجہ ہوگئی ہے۔ الحاصل عربی زبان بلا کسی سعی کے تمام کرۂ ارض پر پھیل رہی ہے تو جس طرح قرآن کے اعجاز نے اسلام پر لوگوں کو فریفتہ کر کے اسلام پھیلایا ویسا ہی اب عربی کی اشاعت عام دنیا کی بڑی آبادی کو دائرۂ اسلام میں داخل کر کے رہیگی انشاء اللہ تعالےٰ۔

چھٹواں جواب

اگر ہم عرب کو، کرۂ ارض کے نقشہ پر دیکھیں تو اس کے محل وقوع سے صاف یہی معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے اس کو ایشیا۔ یورپ اور افریقہ تینوں براعظم کے بیچ میں جگہ دی ہے اور وہ خشکی و تری (دونوں راستوں) سے دنیا کو اپنے داہنے اور بائیں ہاتھ سے ملا کر ایک کر رہا ہے۔ اس لیے ایسے ملک میں دنیا کے تمام مذاہب کا پہونچ جانا اور جہالت کی حکومت کو اعلیٰ کے زیر اثر ہو کر سب کا بگڑ جانا بخوبی ذہن نشین ہو سکتا ہے اور یہ بھی سمجھ میں آسکتا ہے کہ اگر تمام دنیا کی ہدایت کے لئے ایک واحد مرکز قائم کرنے کے واسطے ہم جگہ کا انتخاب کرنا چاہیں تو عرب ہی اس کے لئے موزوں ہے خصوصاً اُس زمانہ پر نظر کر کے یہ کہنا بہت صحیح ہے کہ جب افریقہ۔ یورپ اور ایشیا کی تین بڑی سلطنتوں کا عرب سے تعلق تھا تو عرب کی آواز ان براعظموں میں بہت جلد پہونچ جانے کے ذریعے بخوبی موجود تھے (جہاں تک میں سمجھتا ہوں) رب العالمین نے اسی لئے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب میں پیدا کیا اور آپ کو بتدریج قوم اور ملک اور پھر عالم کی ہدایت کا کام سپرد فرمایا اور ویسا ہی بدرجۂ اکمل واتم پورا بھی ہوا[1]۔

[1] یہ جواب کتاب رحمۃ للعالمین سے لیا گیا ہے جو حال ہی میں چھپی ہے۔ اگرچہ یہی وجہ میں نے بھی قائم کی تھی اور گویا میرے مضمون کو اس مضمون سے پورا توارد ہو گیا۔ لیکن چونکہ میری کتاب ہنوز طبع نہیں ہوئی تھی اس لئے طعن اغیار سے بچنے کیلئے میں نے بعینہٖ کتاب مذکورہ سے اسکو نقل کر دیا تا عوام سرقہ کا الزام کہیں تھوپ نہ دیں ۱۲

ساتواں جواب

کرۂ ارض پر آباد دنیا کو دیکھو کہ جنوب میں زیادہ سے زیادہ (۴۰) درجہ عرض بلد اور شمال میں زیادہ سے زیادہ (۸۰) درجہ تک آبادی ہے۔ دونوں کا مجموعہ (۱۲۰) اور نصف (۶۰) ہوا۔ جب (۶۰) کو (۸۰) درجۂ شمال سے تفریق کریں تو (۲۰) رہ جاتے ہیں اور جب (۶۰) میں سے (۴۰) درجہ جنوبی کو تفریق کریں تب بھی (۲۰) درجہ شمالی رہ جاتے ہیں۔ مکہ معظمہ ½ ۲۱ درجہ پر آباد ہے اس لئے تمام کرۂ ارض پر یہی وسط ہونے کا درجہ رکھتا ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ کتب لغات میں مکہ کا نام ناف زمین ہے۔ انسان کے جسم میں ناف بھی ٹھیک وسط میں نہیں ہوتی بلکہ قریباً وسط میں ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ عرض بلد میں مکہ بھی وسط حقیقی کے قریب تر واقع ہوا ہے۔ ڈیڑھ درجہ کا جو تفاوت ہے وہ اس لئے کہ مکہ ناف زمین ثابت ہو۔

اب اس طرح سمجھو کہ ملک عرب (۱۵) سے (۳۵) درجہ ہائے عرض بلد، شمال پر واقع ہے اور ان ہی خطوط کے اندر دنیا کی تمام مشہور نسلیں اس طرح مقیم ہیں کہ مشرق میں آریا و منگول۔ مغرب میں حبشی و ہائٹ (نسل حام) اور، ریڈ انڈینز (امریکہ کے اصلی باشندے) ہیں۔ اور جب کل قوموں میں تبلیغ کا پہونچانا مدنظر ہو تو عرب ہی اس کا مرکز قرار دیا جا سکتا ہے جیسا کہ واقع ہوا، اور غالباً اس لئے بھی قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:۔ وَجَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَاءَ یعنی ہم نے تم کو درمیانی امت بنایا ہے تاکہ قوموں کے سامنے تم خدا کی شہادت ادا کرو[1]۔

---

[1] یہ مضمون بھی کتاب رحمۃ للعالمین سے بجنسہٖ لیا گیا ہے ۱۲

آٹھواں جواب

کعبہ کے تقدم زمانی اور تاریخی عظمت کا انکار کوئی مذہب نہیں کر سکتا۔ یہودی اور عیسائی متفق ہیں کہ یروشلم (بیت المقدس) کی بنیاد حضرت داؤد نے قائم کی اور حضرت سلیمان نے اس کی تعمیر فرمائی۔ اس لئے کعبہ کی تعمیر جو ابراہیم علیہ السلام کی ہے بیت المقدس کی تعمیر سے تقریباً نو سو اکیس ۹۲۱ سال اور حضرت مسیح سے ایکہزار نو سو اکیس ۱۹۲۱ سال پہلے کی ہے۔

مسٹر آر۔ سی۔ دت نے اپنی تاریخ "سوی لی زیشن آف اینشینٹ انڈیا" میں مختلف عالموں کی شہادات کو جمع کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ہندوستان کی تہذیب کا پہلا دور جو، وید کا ابتدائی زمانہ ہے مسیح ؑ سے چودہ ۱۴۰۰ سو سے دو ہزار برس پہلے کا تھا اور اس میں صاف لکھدیا ہے کہ اس دور میں کوئی مندر نہ تھا۔[۵] اس سے ثابت ہوا کہ تعمیر کعبہ کے وقت آریہ ورت میں بھی کوئی مندر موجود نہ تھا

اس مضمون کو قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے:۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ	(دنیا کے) لوگوں کے لئے جو پہلا گھر (عبادت کیلئے) ٹھیرایا گیا وہ یہی ہے جو (شہر) مکہ میں ہے (اور یہ گھر) برکت والا اور دنیا جہان کے لوگوں کے واسطے (موجب ہدایت ہے۔

توچونکہ کعبہ کو یہ دونوں باتیں حاصل ہیں کہ دنیا میں وہ سب سے پہلی عبادتگاہ ہے اور تاریخی عظمت میں تمام عبادتگاہوں پر مقدم ہے اس لئے اسلام جیسے آخری مکمل مذہب کا قبلہ کعبہ ہی کو بنانا مناسب تھا جیسا کہ ہوا۔

---

۵ از کتاب رحمۃ للعالمین ۱۲

تعمیر کعبہ کو ہزاروں برس گذر گئے لیکن آج تک بیت المقدس کی طرح نہ کسی کافر فاتح نے اس کو توڑا۔ نہ ویران کیا نہ اس کو سنڈاس بنایا نہ وہاں کے رہنے والوں کو غلام و قیدی بنا کر تباہ و ذلیل کیا نہ وہاں کے باشندوں کو کبھی جلا وطن ہونا پڑا محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا خاتم النبیین ہوکر تمام عالم کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں کیونکہ آپ اسلام جیسا مکمل مذہب اور قرآن جیسی جامع اور ہمیشہ زندہ رہنے والی کتاب لیکر تشریف لائے جس کی دعوت کرۂ ارض کے گوشہ گوشہ میں پہنچنے والی تھی اور جو اس دعوے کے ساتھ نازل ہوئی کہ میں تمام دنیا کی ہدایت کے لئے ہوں لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ۔

پس ایسے زندہ مکمل۔ ہمیشہ رہنے والے اور کبھی منسوخ و مردہ نہ ہونے والے مذہب کے لئے کعبہ ہی جیسا محترم اور باعظمت قبلہ ہونا لازم تھا جو کبھی کسی کافر فاتح کے ہاتھوں پامال نہیں ہوا۔ جس کو کبھی کوئی بیدین سرکش خراب نہیں کرسکا۔ جو سب سے قدیم عبادت گاہ ہے اور سب سے زیادہ عظمت وجلال والا تاریخی گھر ہے اور جہاں کے آزاد باشندوں نے دنیا کی کسی غیر قوم کے آگے کبھی سر اطاعت خم نہیں کیا۔

نواں جواب

قرآن مجید میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی زبان سے ادا ہوا ہے جو سورۂ ابراہیم میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ	اور (اس وقت کو یاد کرو) جب ابراہیم نے (خدا سے) دعا کی کہ اے میرے پروردگار اس شہر (مکہ) کو امن کی جگہ کر اور مجکو اور میری

أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ	نسل کو اس (گمراہی) سے بچا کہ بتوں کو پوجنے
رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ	لگیں۔ اے میرے پروردگار کچھ شک نہیں
كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ	کہ ان بتوں نے اکثر لوگوں کو گمراہ کیا ہے
فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ	تو جس نے میری پیروی کی وہ میرا ہے اور جس نے
مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي	میری نافرمانی کی تو تو بخشنے والا مہربان ہے
فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ	اے ہمارے پروردگار میں نے تیرے معزز
رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ	گھر (خانۂ کعبہ) کے پاس (اس) بیابان (مکہ)
مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ	میں جہاں کھیتی نہیں اپنی کچھ اولاد (لاکر) آباد
غَيْرِ ذِي زَرْعٍ	کی ہے تاکہ اے ہمارے پروردگار یہ لوگ
عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ	یہاں نمازیں پڑھیں تو ایسا کر کہ لوگوں کے دل
رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ	ان کی طرف کو مائل ہوں اور (دوسرے ملکوں کی)
فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي	پیداوار (پھلوں) سے ان کو روزی دے
إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ	تاکہ یہ سب تیرا شکر کریں۔
يَشْكُرُونَ۔	

ف

جناب ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ ایزدی میں چار دعائیں کیں اور قریباً چاروں دعائیں مقبول ہوئیں۔

پہلی دعاء:۔ یہ کہ شہر مکہ امن کی جگہ رہے" اور اس دعا کا قبول ہونا اس سے ظاہر ہے کہ بیت اللہ مکہ ہی میں قرار پایا، جہاں قتال کو حرام کیا گیا اور جس کی صفت میں آیت وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا نازل ہوئی۔ شہر مکہ کے امن کی جگہ ہونے کا سب سے بڑا تاریخی ثبوت یہ ہے کہ وہ جب سے آباد ہوا، اس وقت سے اب تک کسی غیر مسلمان بادشاہ نے اس کو مفتوح و برباد

نہیں کیا۔

دوسری دعا:۔ یہ کہ خود حضرت ابراہیمؑ اور اُن کی نسل کو بت پرستی سے محفوظ رکھا جائے تو حضرت ابراہیم کا بت پرستی سے محفوظ رہنا تو مثل بدیہات کے روشن ہے۔ رہی اُن کی نسل تو غالباً آل ابراہیم ؑ کی بڑی تعداد ہمیشہ اس گمراہی سے محفوظ رہی۔

تیسری دعا:۔ یہ کہ لوگوں کے دل اہل مکہ کی طرف مائل ہوں۔ حج کی فرضیت اس دعا کے قبول ہونے کا بیّن ثبوت ہے کہ ایک وقت مقررہ پر تمام کرۂ عالم کے مسلمان مکہ کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔ حج کے لئے جانا ہی لوگوں کے دلوں کا اہل مکہ کی طرف مائل ہونا ہے کہ حج کو جاتے ہیں تو لوگ اہل مکہ کے ساتھ بہت کچھ سلوک کرتے ہیں اور یوں بھی اہل مکہ کو مسلمانوں سے فائدے پہنچتے رہتے ہیں۔

چوتھی دعا:۔ یہ کہ اہل مکہ کو پھلوں اور دوسرے ملکوں کی پیداوار سے بہرہ مند کیا جائے۔ اس دعا کی مقبولیت کو اہل عالم کا مشاہدہ ہمیشہ ثابت کررہا ہے کہ مکہ جیسی اُجاڑ جگہ میں جہاں کھیتی کی مطلق صلاحیت نہیں تمام ممالک عالم کی پیداوار فراہم رہتی ہے اور ہر قسم کے میوہ جات سے مکہ کے بازارات مالامال رہتے ہیں۔ ان دعاؤں کے ضمن میں جناب ابراہیمؑ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے اپنی نسل کو بیت اللہ کے پاس لیسے بیابان مکہ میں لاکر آباد کیا جہاں کی زمین کھیتی کی صلاحیت نہیں رکھتی اور جہاں بالکل سرسبزی نہیں شاہان عالم یا لوٹ مار والے لوگ ہمیشہ انہیں ممالک کو تاخت وتاراج کرتے پھرتے اور انہیں زمینوں پر دست تصرف دراز کرتے ہیں جو سرسبز وشاداب ہوں اور جہاں کسی قسم کے مال ومتاع ملنے کی امید ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اہل عرب ہمیشہ غیر ممالک والوں کے تاخت وتاراج سے محفوظ اور آزاد رہے۔ اور کسی بادشاہ نے

عرب کے فتح کرنے کا عبث ارادہ نہیں کیا کیونکہ سرزمین عرب سے کسی قسم کے تمتع کی امید نہیں ہو سکتی تھی۔ یہی مصلحت تھی کہ اللہ تعالے نے محمد مصطفےٰ کو عرب جیسے ریگستانی ملک میں مبعوث کیا اور ملک عرب میں بھی شہر مکہ جیسے غیر آباد مقام کو اسلام کا سرچشمہ اور تمام کرۂ عالم کے مسلمانوں کا قبلہ و مرکز قرار دیا، تاکہ کعبہ، دشمنان اسلام کی دست برد سے محفوظ رہے۔ دین حنیفی اور خدا کے آخری مذہب مکمل کا قبلہ ہمیشہ معزز و محترم رہے۔ بیت المقدس اور بنارس و متھرا کی طرح، مکہ، غیر مسلمان فاتحین کے ہاتھوں برباد نہ ہو۔ وہاں کے لوگ ذلیل و خوار یا لونڈی غلام نہ بنائے جائیں۔

اگر ملک عرب زرخیز و سرسبز جگہ ہوتی تو مکہ دشمنوں کی تاخت و تاراج سے کبھی محفوظ نہ رہتا اور ہمیشہ ملک و مال کے لالچی غارتگروں کا آماجگاہ بنا رہتا۔

محمد مصطفےٰ صلعم کی نسبت قرآن کی سورۃ الفتح میں فرمایا گیا ہے:۔

اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا	اے پیغمبر! بیشک ہم نے تم کو (اپنی ذات و صفات کا) گواہ اور (ایمان والوں کو) خوشخبری سنانے والا اور (گناہگاروں کو) ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے

سورۃ النجم میں فرمایا گیا ہے:۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى	(لوگو! ہمکو) ستارے کی قسم جب وہ ٹوٹتا ہے کہ تمھارے رفیق (محمدؐ) نہ تو راہ راست سے بھٹکے اور نہ بہکے اور نہ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں بلکہ وہ وحی ہے جو اُن پر (آسمان سے) نازل ہوتی ہے۔

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے۔ ہر صغیرہ کبیرہ گناہ سے محفوظ

تھے۔ آپ امین و راستباز اور ایسے سچے تھے کہ دشمنوں تک نے آپ کی اس صفت کو تسلیم کر لیا تھا۔ آپ جو حکم شرعی ارشاد فرماتے تھے خدا کی طرف سے فرماتے تھے آپ کی زبان مبارک سے جو لفظ تعلیم دین کے متعلق نکلتا تھا، القائے ربانی اور وحی آسمانی ہوتا تھا۔

آپ کی رسالت و نبوت اور وحی مجسم اور مبعوث من اللہ ہونے کے زبردست دلائل میں سے ایک روشن دلیل یہ ہے کہ آپ کی **پیشینگوئیاں** لفظ بلفظ صحیح اتریں اور اس وقت تک کہ تیرہ سو برس گذر چکے پوری ہوتی چلی جاتی ہیں اور بہت ایسی پیشینگوئیاں ہیں جو انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ ایک زمانہ دراز تک پوری ہوتی رہینگی۔

---

[۱] ہم یہاں تک لکھنے پائے تھے کہ رسالہ "الندوہ" بابتہ ماہ جولائی ۱۹۱۱ء ہماری نظر سے گذرا جس میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یورپ کے اہل قلم کی بیش بہا رایوں کو نقل کیا ہے۔ سچی فضیلت وہی ہے کہ دشمن بھی چارو ناچار اسکا معترف ہو اور حقیقت تو یہ ہے کہ سچائی دنیا سے اپنی فضیلت منوائے بغیر رہتی بھی نہیں ہم اس تحریر کو بعینہا اس مقام پر نقل کرتے ہیں جو موافق و مخالف دونوں کیلئے دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔

دنیا کا بزرگترین انسان

یورپ کے اخبار نویسوں کا قاعدہ ہے کہ جب کسی مسئلہ کا آخری فیصلہ کرانا چاہتے تو وہ اپنے اخبار کے ناظرین کے سامنے اظہار رائے کیلئے اس مسئلہ کو پیش کرتے ہیں۔ ناظرین اس کے متعلق مخالف و موافق اپنی اپنی رائیں دیتے ہیں۔ جب رایوں کا ایک معتدبہ حصہ جمع ہو جاتا ہے تو ووٹ کی کثرت سے مسئلہ کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ بڑے بڑے مشاہیر

واضح رہے کہ قرآن مجید کا کلام الٰہی ہونا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی و رسول ہونا دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ ایک کے ثبوت کو دوسرے کا ثبوت لازم ہے۔ محال ہے کہ رسول خدا صلعم کی نبوت ثابت ہو اور قرآن کا کلام اللہ ہونا ثابت نہ ہو۔ عقلاً باطل ہے کہ قرآن کا کلام اللہ ہونا متحقق ہو، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت مشتبہ رہے۔

بقیہ حاشیہ گزشتہ:- ارباب سیاست اہل قلم۔ اہل سیف۔ شعراء اور فلاسفروں کی باہمی ترجیح کا مسئلہ اسی طرح طے ہوا کرتا ہے۔ یورپ کے متعدد اخبارات نے اپنے ناظرین کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا کہ "دنیا کا بزرگترین انسان کون ہے" ان میں سے بعض اخبارات کا یہ فیصلہ ہوا کہ دنیا کے بزرگترین انسان حضرت محمد صلعم تھے۔ اسی قسم کا ایک سوال بیروت کے ایک مسیحی اخبار "الوطن" نے پیش کیا تھا اس کا پہلا جواب ایک مسیحی اہل قلم نے دیا ہے جس کا ترجمہ ہدیۂ احباب ہے:-

سوال۔ دنیا کا بزرگترین انسان کون ہے؟

جواب۔ دنیا کا علی الاطلاق سب سے بڑا انسان وہ ہے جس نے دس برس کی قلیل مدت میں مذہب۔ فلسفۂ قانون معاشرت اور قانون سیاست وضع کیا۔ جنگی قانون میں اصلاح کی۔ ایک قوم پیدا کی۔ ایک سلطنت قائم کی جو ایک زمانۂ دراز تک روئے زمیں پر باقی رہے۔ باوجود اس کے وہ شخص امی تھا۔ اور وہ کون ہے؟

لے اسلام کی ابتدائی ترقی درحقیقت مدینہ سے شروع ہوئی ہے جہاں آپ صرف دس برس رہے ۱۲

اس کتاب کے حصہ اول میں ہم نے قرآن مجید کی پیشگوئیاں بہت شرح و بسط کے ساتھ لکھی ہیں۔ اب چاہتے ہیں کہ اپنے ہادی برحق سرور کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں سے ان اوراق کو زیب و زینت دیں اور اس قوی برہان اور زبردست دلیل کو عالم کے سامنے پیش کریں تا انصاف پسند منکرین اسلام غور سے کام لیں اور آنکھوں پر سے تعصب کی پٹی ہٹا کر حقیت اسلام کے معترف اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے قائل ہوں اور دنیاوی عزت کے ساتھ حسن آخرت بھی انہیں نصیب ہو اور عالم آخرت کے عذابوں سے محفوظ رہیں۔

بقیہ حاشیہ گزشتہ:۔ وہ محمد عربی پیغمبر اسلام ہے۔

جس نے اپنی عظیم الشان مشن کے لئے تمام سامان کو خود ہی پورا کیا۔ جس نے اپنی قوم۔ اپنے پیرو اور اپنی سلطنت کے لئے دنیا میں پھیلنے اور باقی رہنے کے اسباب فراہم کئے کیونکہ مسلمان جب قرآن اور احادیث میں غور کرینگے تو وہ اپنی ہر دینی و دنیاوی مرض کا علاج اس میں موجود پائینگے۔ اس نے اپنے پیروؤں کے لئے ایک عالمگیر کانفرنس کی بنیاد ڈالی جو ہر سال مکہ میں منعقد ہوتی ہے۔ جو شخص اس مسئلہ پر غور کریگا کہ حج صرف اسی مسلمان پر فرض ہے جس کے پاس سواری اور زاد راہ ہو اور اس سے یہ فرض ساقط ہے جس کے پاس یہ سامان نہ ہو" وہ فوراً سمجھ جائے گا کہ حج سے پیغمبر اسلام کا یہ مقصد ہے کہ قوم کے ارباب وجاہت و ثروت ایک جگہ جمع ہو کر اپنے مذہبی۔ معاشرتی۔ تمدنی۔ سیاسی اور دیگر ضروریات پر تبادلہ خیالات کریں اور آپس میں ربط و اتحاد بڑھائیں۔

حدیثوں کی تدوین وتنقید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دو سو برس کے بعد شروع ہوئی ہے۔ اس لئے آپ کی پیشنگوئیاں دو قسم کی ہوئیں۔ پہلی قسم میں وہ پیشنگوئیاں ہیں جو کتب احادیث کے مدوّن ہونے کے صدیوں بعد پوری اتریں اور یہی معرکہ آرا پیشنگوئیاں ہیں۔

دوسری قسم میں وہ پیشنگوئیاں ہیں جو پیغمبر خدا کی زندگی میں پوری ہوئیں یا آپ کی وفات کے تھوڑے دنوں بعد اُسوقت پوری ہوگئیں جب کہ حدیث کی کتابیں مدوّن نہیں ہوئی تھیں پچھلی صورت میں مخالفین اسلام کو یہ کہنے کی گنجائش باقی ہے کہ ممکن ہے، واقعات کے وقوع پذیر ہونے کے بعد ان کے متعلق رسول کی پیشنگوئیاں بنالی گئی ہوں۔ یہ شبہ درست نہیں ہے۔

بقیہ حاشیہ گزشتہ:۔ اُس نے ہر مسلمان پر زکوٰۃ فرض کرکے فقرائے قوم کا کافی بند وبست کردیا اگر مسلمان پورے طور سے زکات ادا کیا کریں تو مسلمان اقوام میں کوئی فقیر باقی نہ رہے اُس نے مذہب اسلام کے لئے ایک زندہ جاوید زبان قائم کی جو ہر جگہ ہر زمانہ میں بولی اور سمجھی جاتی ہے اور سمجھی جائے گی کیونکہ قرآن عربی زبان میں ہے جس کا سمجھنا عرب کی زبان میں ہر مسلمان پر فرض ہے اور اگر صرف اتنا ہی ہوتا کہ فقط علمائے اسلام عربی زبان سیکھیں تو بھی اتحاد زبان کے لئے کافی تھا۔ عام افراد قوم کے لئے اُبھرنا اور ترقی کرنا نہایت آسان کردیا کیونکہ اُس نے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان پر تقوی کے سوا اور کسی چیز کی ترجیح نہیں دی ہے۔ اس بنا پر اسلام بلاشبہ حقیقی جمہوریت ہے مسلمان اپنے پریسیڈنٹ کا جس کو وہ خلیفہ کہتے ہیں خود انتخاب کرتے تھے

اولاً۔ اس وجہ سے کہ تدوین کتب کے سیکڑوں برس کے بعد جو پیشنگوئیاں پوری ہوئیں وہ زیر بحث پیشنگوئیوں کی مُصَدِّق ہیں۔ جب دونوں قسم کے اقوال حضرت سرور کائناتؐ کے اقوال ثابت ہو جائیں تو ایک کی صحت دوسرے کی صحت کی مستلزم ہے۔

ثانیاً:۔ اس وجہ سے کہ مسلمانوں کے یہاں حدیث کی صحت وتنقید کے جو اصول مقرر ہیں اُن کے لحاظ سے اب اس قیاس کی گنجایش نہیں رہی کہ مشہور و مسلم کتب حدیث میں موضوع حدیث ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ابتدائی زمانہ میں وضع احادیث کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ مگر ثقات وعلمائے مخلصین جزاہم اللہ خیر الجزا نے جانچ کر صحیح۔ مشہور۔ متواتر۔ ضعیف اور موضوع کو جدا جدا کر دیا۔ ان اصول مدونہ پر مطلع ہونے کے بعد کسی شخص کو احادیث کتب مسلمہ کی صحت سے انکار کرنیکا حق نہیں ہے۔

بقیہ حاشیہ گزشتہ:۔ اور وہ اس روش پر کچھ زمانہ تک چلے بھی اور ابتک بیعت کے مسئلہ میں اس کا ایک شائبہ باقی ہے۔

اُس نے غیر عربوں کو یہ کہکر مساوات کا درجہ دیا ہے کہ عرب کو نہ عجم پر فضیلت ہے نہ عجم کو عرب پر۔ اس نے غیر مسلمان یعنی ذمیوں کے لئے یہ کہکر اسلامی ممالک میں عیش وراحت کے ساتھ رہنا آسان کر دیا ہے کہ "تمام مخلوق خدا کی اولاد ہے" "سب سے پسندیدہ خدا کے نزدیک وہ ہے جس نے اُس کی اولاد کو نفع پہونچایا۔

اُس نے منزلی مسائل کو بھی نہایت نکتہ سنجی کے ساتھ مرتب کیا نکاح تناسل اور وراثت کے معاملات طے کئے۔ عورت کا مرتبہ بلند کیا

پہلا باب

وہ پیشنگوئیاں جو تدوین کتب حدیث کے بعد پوری ہوئیں

پیشنگوئی

(۱)

ایک زمانہ عام سودخواری کا آئیگا

روی ابی داؤد النسائی عن ابی هريرة قال قال رسول الله	ابوداؤد اور نسائی نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بقیہ حاشیہ گزشتہ :- تمدنی امور میں اُس نے غور کیا۔ افراد کے شخصی معاملات میں غور کرنے کے لئے قوانین بنائے۔ اس نے سلطنت کی مالی حالت سے بھی بے توجہی نہیں کی۔

بیت المال کے لئے قواعد تیار کئے۔ اُس کی ہمت وارادہ سے علم کو بھی فائدہ پہونچا اور حصہ وافر ملا اُس نے حکمت ودانائی کو مسلمانوں کا گم شدہ مال قرار دیا اُن کو حاصل کرنے کی تاکید کی۔ اس حکم کو مسلمان کے طلب علم اور ان کے عہد کے علمی ترقی کے پیدا ہونے میں بہت کچھ دخل ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم لیاتین علے الناس زمان لا یبقیٰ احد الا آکل الربوا فمن لم یاکلہ اصابہ من بخارہ ۔	نے کہ (دنیا کے) لوگوں پر ایک زمانہ (سود کا) ایسا آئیگا کہ بجز سود خوار وں کے اور کوئی باقی نہیں رہے گا تو جو کوئی سود نہیں کھائے گا اس کو اس کا دھواں پہونچیگا ۔

ف

یہ پیشنگوئی تیرہ سو برس کے بعد آج پوری ہوتے نظر آرہی ہے ۔ دوسرے بلاد و ممالک کا حال تو ہمکو ٹھیک نہیں معلوم ۔ مگر ہندوستان کے مسلمان بعینہٖ اس کے مصداق ہیں یہاں تک کہ علمائے اسلام جن میں مولوی نذیر احمد دہلوی ، مولوی وحید الزماں ملقب بہ نواب وقار نواز جنگ بہادر ۔ مولوی انشاء اللہ اڈیٹر اخبار وطن لاہور ۔ مرزا حیرت اڈیٹر کرزن گزٹ دہلی ۔ اور منشی محبوب عالم اڈیٹر پیسہ اخبار لاہور وغیرہ ہیں ان کو اباحت سود خواری پر ضرورت سے زیادہ اصرار ہے ۔ اس وقت دنیا بھر کی تجارت اور دولت عیسائیوں خصوصاً یورپ کے

بقیہ حاشیہ گزشتہ :- کیا جس نے یہ تمام کام ایک قلیل مدت میں انجام دئے ہوں وہ دنیا کا بزرگترین انسان نہیں ہے ؟

اس رائے کو اور اس قسم کی اور رایوں کو پڑھ کر جن کو ہندوستان کے برہمو سماج سکھ اور قدیم ہندوؤں نے اور یورپ میں کارلائل وغیرہ نے ظاہر کیا ہے ۔ بیساختہ متنبی کا یہ شعر یاد آجاتا ہے ۔

ع

الفضل ما شہدت بہ الاعداء ۔ (بزرگی وہ ہے جسکی دشمن بھی شہادت دیں) ۱۲ منہ

ہاتھوں میں ہے اور ساری تجارت کا مدار سود پر ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دنیا کے کسی گوشہ میں کوئی سود سے بچا نہ رہا اور حدیث کی پیشینگوئی حرف بحرف ٹھیک اُتری۔

اس زمانہ میں سلطنت اور تجارتی کاروبار بلا سود کے چل نہیں سکتے۔ اسی لئے ہر گورنمنٹ کو بینک کا قائم کرنا ضرور ہو گیا ہے اور جس گورنمنٹ میں بینک نہیں ہے وہ تباہ ہے جیسا کہ ترک۔ ایران۔ مراکش۔ اور مصر وغیرہ کا بتلا حال ہو رہا ہے۔ پس حدیث مذکورۂ بالا میں جو فرمایا گیا ہے کہ ایک زمانہ عام سود خواری کا آئیگا اور جو سود نہ کھائے گا اس کو اُس کا دھواں پہونچیگا اسکا یہی مطلب ہے کہ سود کے عام ہونے کی حالت میں جو سود نہ لے گا وہ تباہ و برباد ہو گا جیسا کہ فی زمانناً مشاہدہ ہو رہا ہے۔

اکثر مسلمان سود نہیں لیتے مگر دیتے ہیں۔ حالانکہ لینا اور دینا دونوں وعید میں برابر ہیں۔ اور دونوں ایک ہی وعید کے اندر ہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی اپنی دولت دوسروں کے ہاتھ میں جاتی ہے اور ان کے پاس کوڑی نہیں آتی۔

ایسی حالت میں علمائے اسلام کو اس کا راستہ بھی نکالنا چاہیئے اور راستہ بھی ایسا جو چل سکے ایسا نہیں کہ صرف لفظوں میں محدود رہے مگر ان اہل علم میں ایک تو وہ لوگ ہیں جو ملکی اور قومی ضرورتوں کا خیال کر کے مسائل پر غور کرتے ہیں اور ایک وہ ہیں جو محض ہوا پرستی اور دنیاوی خود غرضیوں سے مسئلے بناتے ہیں۔ افسوس ہے کہ ہم مسلمانوں میں اکثر ایسے ہی لوگ ہیں۔

فلسفۂ سود

شریعت اسلام نے مسلمانوں پر سود (ربا) کو حرام کیا اور مالداروں پر اپنے مال

نصاب میں سے زکات کا دینا واجب کیا۔

سود کا حاصل یہ ہے کہ بہت سے لوگ تباہ و برباد ہوں اور چند گنتی کے نفوس دولتمند ہو جائیں۔ حالانکہ یہ مقتضائے عقل نہیں ہے۔ ایک آدمی کے برباد ہونے سے اگر بہت سے لوگوں کا بربادی سے بچنا متیقن ہو تو ایک شخص کو تباہ کر کے بہتوں کو بچا لینا مقتضائے عقل ہے نہ یہ کہ سینکڑوں کو تباہ کر کے ایک آدمی کو مالدار بنایا جائے۔

ان مصالح پر نظر کر کے شریعت محمدیہ نے سود خواری کو حرام کیا اور اس طرح ایک طرف تو عام لوگوں کو بربادی سے بچا لیا۔ دوسری طرف مالداروں پر ایک معین مقدار میں زکات واجب فرما کر غربا و مساکین کے لئے سہارا بنا دیا اور اس میں کسی کا کچھ نقصان نہیں ہے۔ تھوڑی رقم کا دینا دولتمندوں پر گراں نہیں ہو سکتا اور ناکارہ غربا و مساکین کی اس سے پرورش ہو جاتی ہے سود کا لین دین اخوت اسلامی کے مخالف ہے اس لئے شریعت نے مسلمان کو مسلمان سے سود کا لین دین کرنا حرام قرار دیا۔ پس غیر قوموں سے جب اخوت ہی نہیں ہے تو لوازم اخوت کا برتنا بالکل بےمعنی ہے۔ فقہا کے نزدیک باپ کو اولاد سے سود لینا جائز ہے۔ پس بادشاہ جو غالب فریق ہے اس سے سود کا لینا بطریق اولیٰ جائز ہونا چاہیئے۔

ہمارے اس بیان سے واضح ہو گا کہ شریعت محمدیہ میں مسلمان کو مسلمان سے سود لینا حرام ہے نہ غیر قوموں سے۔

اولاً:۔ اس وجہ سے کہ شریعت نے زکات صرف مسلمانوں پر فرض کی ہے تا مسلمان غربا و مساکین کی پرورش ہو اس لئے عقل چاہتی ہے کہ سود کا لینا بھی مسلمانوں ہی سے حرام ہو کیونکہ ان دونوں حکموں کا فائدہ ایک ہی ہے۔

ثانیاً:- اس وجہ سے کہ خود قرآن مجید میں تصریح کردیگئی ہے: لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ یعنی تم لوگ اپنے مال کو اپنے آپس میں ناجائز طور پر نہ کھاؤ۔ پس مطلب صاف ہے کہ مسلمان مسلمان سے سود نہ لے۔

پیشنگوئی

(۲)

مسلمان بڑے شہروں پر فتحیاب ہوں گے

ابو داؤد عن ابی ایوب قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ستُفتح علیکم الامصار وستکون جنود مجندۃ یقطع علیکم فیھا بعوث یکرہ الرجل منکم البعث فیھا فیتخلّص من قومہ ثم یتصفح القبائل یعرض نفسہ علیھم یقول من اکفیہ

ابوداؤد نے ابو ایوب سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم لوگ عنقریب بڑے شہروں پر فتحیاب ہوں گے اور بہت بڑا لشکر جمع ہو جائے گا جس میں بہت سی فوجیں مقرر ہونگی اس وقت بعض اشخاص بغیر اجرت کے جنگ کی شرکت کو ناپسند کریں گے اور جنگ کی شرکت سے بچنے کیلئے اپنی قوم سے علیحدہ ہو جائینگے۔ پھر دوسرے قبائل کے پاس چلے جائینگے اور کہینگے کہ ایسا کون شخص ہے جو مجکو

بعث کذا وکذا فھو الاجیر الیٰ آخر قطرۃ من دمہ۔	نوکر رکھے تاکہ اس کی محنت میں اپنے ذمہ سے لوں تو خبردار ہو کہ ایسا شخص اپنے خون کے آخر قطرہ نکلنے تک مزدور ہی ہے،

ف

حدیث میں دو پیشنگوئیاں ہیں۔

پہلی پیشنگوئی

مسلمانوں کا بڑے شہروں پر فتحیاب ہونا

امام ابوداؤد نے ۲۷۵ھ میں انتقال فرمایا اسوقت تک خلفائے بنوامیہ اور خلفائے عباسیہ کے وقتوں میں بہت سارے بلاد عظیمہ مفتوح ہوچکے تھے اور اس سے پہلے خود خلافت راشدہ میں روم و ایران کے بہت سے بلاد مصر افریقہ، اور قبرس وغیرہ پر فتح اسلام کا جھنڈا لہراچکا تھا۔ مگر یہ سب فتوحات مدوین کتاب ابوداؤد کے پہلے ہوچکی تھیں اس لئے مخالف وضع حدیث کی بدگمانی پیش کرے گا۔ اگرچہ یہ بدگمانی غلط ہے جیسا کہ ہم تمہید میں صراحت کرچکے ہیں۔ لیکن بالفعل ہم اس بدگمانی پر بحث نہ کرکے ان فتوحات کو پیشنگوئی سے خارج کرتے ہیں اور اُن فتوحات کو اس پیشنگوئی کے تحت میں داخل کرلیتے ہیں جو اس کے بعد ہوئیں۔ مثلاً ہندوستان اور افغانستان وغیرہ۔

دوسری پیشنگوئی

بعض لوگوں کا بلا اجرت قومی جنگوں میں شریک نہ ہونا

۱؎ بستان المحدثین للشاہ عبدالعزیز الدہلوی ۱۲

چنانچہ جب مسلمانوں میں خانہ جنگیاں شروع ہوئیں تو اس وقت یہ ہونے لگا کہ لوگ اپنے جتھے کو چھوڑ کر جہاں اُن کو اچھی تنخواہ ملتی تھی وہاں نوکری کر لیتے تھے۔

پیشنگوئی

(۳)

مسلمانوں کی ایک جماعت ہمیشہ حق بات پر لڑتی رہیگی

النسائی عن مسلم بن نفیل الکندی قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لایزال من امتی امة یقاتلون علی الحق

نسائی نے سلم بن نفیل کندی سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق بات پر لڑتا رہے گا۔

ف

یہ پیشنگوئی جس طرح پوری ہوتی رہی اور ہو رہی ہے وہ صراحت کی محتاج نہیں ہے حق بات پر پہلی لڑائی صدیق اکبر رضؓ کے عہد میں مرتدوں کے ساتھ ہوئی اور اس کے بعد دوسری اقوام سے لڑائیاں ہوتی رہیں اور اگرچہ کچھ زمانہ سے اسلامی سلطنتیں کمزور ہیں تو بھی ایک نہ ایک جماعت حق بات پر لڑتی رہتی ہے۔ خبر کا فحویٰ بھی یہی ہے کہ تمام اہل اسلام مذہب کی حمایت میں نہ لڑیں گے بلکہ اُن میں کی ایک جماعت فَصَدَقْتَ یا رسول اللہ موجودہ صدی میں ہندوستان کے مسلمانوں کو گاؤکشی کے متعلق جو لڑائیاں

ہیتمر و ہندؤوں سے مجبوراً لڑنی پڑی ہیں وہ اس کی مصدق ہیں۔

پیشنگوئی

(۴)

مسلمانوں کو دنیا کی زینت حاصل ہو کر پھر موجب خرابی ہو گی

الشیخان والنسائی عن ابی سعید قال جلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر وجلسنا حوله فقال ان مما اخاف علیکم مایفتح علیکم من زهرة الدنیا وزینتها فقال رجل او یاتی الخیر بالشر فسکت رسول اللہ صلعم ورأینا انه ینزل علیه فافاق یمسح منه الرحضاء وقال این هذا السائل وکانه حمده فقال انه

بخاری مسلم اور نسائی نے ابوسعید سے روایت کی ہے کہ کہا انہوں نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے اور ہم سب لوگ آپ کے گرداگرد بیٹھے تو آپ نے فرمایا کہ منجملہ اُن چیزوں کے جن کا مجھے تمہاری نسبت خوف ہے، دنیا کی خوبی اور زینت ہے جو تم کو حاصل ہو گی تو ایک شخص نے عرض کیا کہ کیا خیر سے شر پیدا ہو گا یعنی ممالک فتح ہوں گے اسلام کی ترقی ہو گی جو خیر ہے تو اس سے برا نتیجہ کیونکر پیدا ہو گا؟ پس رسول اللہ صلعم چپ ہو گئے اور ہم نے دیکھا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے اس کے بعد

لانہ لا یاتی الخیر بالشر
وان مما ینبت الربیع
ما یقتل حبطاً او یلم
الا آکلۃ الخضر
فانھا اکلت حتی اذا
امتدت خاصرتاھا
فاستقبلت عین
الشمس فثلطت ثم
بالت ثم رتعت وان
ھذا المال خضر حلو
ونعم صاحب المسلم
ھو لمن اعطی منہ المسکین
والیتیم وابن السبیل
وان من یاخذہ
بغیر حقہ کمن
یاکل ولا یشبع
ویکون علیہ شھیداً
یوم القیامۃ۔

وحی موقوف ہوئی اور آپ نے پسینہ پونچھکر
دریافت کیا کہ وہ سائل کہاں ہے ؟
گویا آپ نے اس کی تعریف کی پھر فرمایا کہ
بیشک خیر سے شر پیدا نہیں ہوتا (لیکن
دیکھو کہ) فصل بہار میں جو سبزہ اگتا ہے
نہ وہ پیٹ پھلا کر مار ڈالتا نہ تکلیف دیتا
البتہ سبزہ چرنیوالا جانور جو چرتا رہتا ہے
تا آنکہ جب اس کی دونوں کوکھیں بھر جاتی
ہیں تو آفتاب کی طرف منہ کرکے جگالی
کرتا ہے اور پتلا پاخانہ پھرتا ہے پھر
پیشاب کرتا ہے اس کے بعد پھر چرنے
لگتا ہے (آخر مر جاتا ہے) اور یہ مال
(دنیا) بھی سبزہ زار شیریں ہے اور
اس مسلمان کا اچھا صاحب ہے، جو
اس میں سے مسکین اور یتیم اور مسافر کو
دے اور جو اس مال کو ناحق لیتا ہے
اسکی مثال ایسی ہے کہ کھاتا ہے اور
سیر نہیں ہوتا ہے اور قیامت کے دن
وہ اس کے مضر شہادت دے گا۔

ف

مسلمانوں پر دنیا کی خوبیوں اور زینتوں کا دروازہ کھل جانا تاریخ جاننے والوں پر

مثل بدیہیات کے روشن ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسلمانوں نے جس سرعت کے ساتھ ترقی کی اور جس تیزی سے وہ تمام عالم پر چھا گئے۔ تاریخوں میں اسکی نظیر نہیں ہے۔

پھر یہی ترقی وزینت ان کے حق میں وبال اور باعث بربادی ہوگئی اور یہ عام دستور دنیا ہے کہ ہر کمالے را زوالے۔ ہر ادنےٰ قوم مدتوں ونائت میں رہنے کے بعد اقبال کے زینہ پر آتی ہے یعنی وہی دنائت ممتد اس قوم میں اتفاق راسخ پیدا کرتی ہے جو اقبال کا ذریعہ ہوتا ہے پھر ایک ایسے شخص کے ذریعہ سے جو فہم و فراست میں ممتاز یا موید من اللہ ہوتا ہے جماعت کی تقویم ہوتی ہے تاآنکہ ہوتے ہوتے بلند پایہ پر آجاتی ہے، پھر کثرت مال و دولت کی وجہ سے نخوت۔ عشرت اور طرح طرح کی بداخلاقیاں پیدا ہوتی ہیں جو بتدریج پھیلتے پھیلتے اس قوم کو ذلیل و خوار کر دیتی ہیں۔ آیت کریمہ۔ تلک الایام نداولھا بین الناس جیسی بہت سی آیتیں ہیں جن سے اس مدوجزر کی موشگافی ہوتی ہے اور یہی حال آخر مسلمان کا ہوا۔

حکمت

دنیاوی مال وزینت ایک حد تک عمدہ چیز ہے۔ لیکن جب انسان طمع و ہوا اور نخوت میں مبتلا ہو یا مال کو برے مواقع اور برائی میں صرف کرے تو اس سے برے نتیجے پیدا ہونے لازم ہیں اور اس صورت میں خیر سے نہیں بلکہ شر سے شر پیدا ہوا جیسا کہ حدیث کی مثال مذکورہ سے ظاہر ہے تو انسان کو چاہیئے کہ دنیاوی زینت سے بہ قدر ضرورت مستفید ہو اور اعتدال سے آگے نہ بڑھے کہ زیادتی ہر چیز کی مضرت بخش ہوتی ہے۔

پیشنگوئی

(۵)

ریاکار مشائخ کا ظہور

الستر مذی عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی آخر الزمان رجال یختلون الدنیا بالدین یلبسون للناس جلود الضان من اللین السنتھم احلی من العسل وقلوبھم قلوب الذیاب۔

ترمذی نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آخر زمانہ میں کچھ لوگ ایسے ہونگے جو دین سے فریب دیکر (بظاہر دیندار بنکر) دنیا حاصل کریں گے۔ بھیڑ کی کھالیں لوگوں کو فریب دینے کیواسطے پہنینگے۔ نرمی سے ان کی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہونگی اور دل اُن کے بھیڑیوں کے سے ہوں گے۔

ف

یہ پیشنگوئی بارہ سو برس کے بعد آج ملک ہندوستان میں ہم اپنی آنکھوں سے پوری ہوتے دیکھ رہے ہیں اور دوسری تمام اسلامی آبادیوں میں جہاں تزکیۂ باطن کا عقیدہ ہے اسی کے قریب قریب آثار کا ہونا ثقات سے سنا جاتا ہے جو عرفی متواتر ہے۔

ایسے ہی دنیا پرست زہاد کی نسبت ہمارے والد ماجد جناب مولوی محمد اعظم مدظلہ

اپنی ایک نظم میں گہرریزی کرتے ہیں۔ فَمَا اَحْسَنَ کَلَامَہٗ۔

کہ دارد زمانہ دگر گونہ رنگ	ز دریائے چین تا بحد فرنگ
بسا مردم از بہر دنیائے دوں	نمایند مکر و فریب و فسوں
گزیدہ یکے گوشۂ خانقاہ	یکے ساختہ مسجد آرامگاہ
یکے لب کشودہ بوعظ و بہ پند	یکے از مشیخت زدہ چون و چند
یکے گفت خود را منم یار دیں	مددگار ملت مددگار دیں
دریں پردہ باگونہ گونہ فریب	نمایند مال و منال اکتسیب
مرایں جاہ جویان گم کردہ راہ	نمودند دیں خوار و ملت تباہ
اگرچہ بود کارت از راستی	نہ گنجد دراں کثری و کاستی
مگر چوں ندانند راز نہاں	بخواری ببینند ناآگہاں
کہ مردم بسے اینچنیں میکنند	ہماں کسب دنیا بدیں میکنند
ترا باید اندازہ در کار خویش	برفتار و گفتار و کردار خویش
کہ مردم بہ نیکی بیاد آورند	بچشمان مہر و وفا بنگرند

اکثر پیری مریدی کے پیشہ والے جاہل مطلق پائے گئے۔ مگر باوجود جہالت کے وہ اپنے کو جنید رح و شبلی سے کم نہیں سمجھتے۔ جب خود کا یہ حال ہے تو مریدوں کا کیا کہنا ؎ آنکس کہ خود گم است کرا رہبری کند۔

حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے۔ ہر صغیرہ کبیرہ گناہوں سے محفوظ تھے آپ کو نفس مطمئنہ حاصل تھا۔ باجود ان باتوں کے جب عورتیں مسلمان ہوکر آپ کی خدمت میں بعیت کرنے آئیں تو آپ نے پسند نہ فرمایا کہ عورتوں کے ہاتھوں سے اپنا دست مبارک مس کریں مگر ان دنیا دار مشائخ کو دیکھو کہ جوان و حسین عورتوں سے ہاتھ ملاتے ہیں۔ خلاملا رکھتے ہیں اور

انہیں سامنے بلا حجاب آنے کی ہدایت فرماتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ پیر دوں کو نبیتوں سے بڑھکر نفس مطمئنہ حاصل ہے اور ان سے پردہ حرام ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہی ہے مراد اور یہی ہے مریداب یہی ہیں جنید اور یہی بایزید اب

غرض ان بزرگواروں کے حالات کہاں تک بیان کئے جائیں جس کے لئے دفتر بھی ناکافی ہے۔

اے بسا ابلیس کادم روئے ہست پس بہر دستے نباید داد دست

انہیں لوگوں کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشینگوئی فرمائی ہے کہ وہ دیندار بنکر فریب سے دنیا حاصل کریں گے۔ لوگوں کے دکھانے کو کھال کے کپڑے پہنینگے[۱]۔ گوشہ نشینی اختیار کریں گے۔ میٹھی میٹھی باتیں کریں گے۔ ظاہر میں متقی و پرہیزگار ہونگے اور درحقیقت دل اُن کے بھیڑیوں کے سے ہوں گے۔ ہاں سچی مرشدان طریقت کے حالات معلوم کرنے منظور ہوں تو کتب سیر کا مطالعہ اور اُن بزرگان وقت کے حالات پاکیزہ کو دیکھنا چاہیے۔ جو رسول اللہ صلعم کی سچی تقلید فرماتے ہیں۔ اوامر کے پابند ہیں۔ نواہی سے مجتنب ہیں احکام الٰہی کے دلدادہ ہیں۔ دنیا طلبی سے کارہ ہیں اور یہ ہیں سرمایۂ ناز اسلام

خلاف پیمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

۱ے کھال کے کپڑے سے یہ مراد ہے کہ وہ ایسے کپڑے پہنینگے جس سے وہ بظاہر اہل دنیا سے ممتاز ہو کر تارک الدنیا سمجھے جائیں جیسا کہ فی زماننا مشائخ گیرو وغیرہ کے رنگے ہوے لباس پہنتے ہیں۔

پیشنگوئی

(۶)

فارس میں علم وایمان خوب پھیلیگا

الترمذی عن ابی ھریرۃؓ قال تلا رسول اللہ صلعم ھٰذہ الآیۃ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ فقالوا من یستبدل بنا فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی منکب سلمان ثم قال ھٰذا وقومہ والذی نفسی بیدہ لوکان الایمان منوطا بالثریا لتنالہ رجال من فارس

ترمذی نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی (جس کا ترجمہ ہے کہ) اگر تم پھر جاؤگے تو اللہ تمہارے سوائے دوسرے لوگوں کو لاویگا تو صحابہ نے عرض کیا کہ ہمارے بدلے کن لوگوں کو لائیگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمانؓ کی شانہ پر ہاتھ مارا پھر فرمایا کہ اسکو اور اس کی قوم کو۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر ایمان ثریا پر لٹکا ہوا ہوتا تو بھی فارس کے لوگ اس کو پالیتے

ف

یہ اس امر کی پیشنگوئی تھی کہ فارس میں ایمان و علم پھیلیگا اور ایسا ہی ہوا کہ وفات رسول اللہ صلعم کے بعد تین صدی کے اندر اندر ملک فارس لوائے اسلام کے سایہ میں آگیا اور ہر طرف اسلام ہی اسلام پھیل گیا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اس سرزمین سے بڑے بڑے جلیل القدر اور اسلام کے مایۂ ناز و افتخار علماء و ائمہ فنون پیدا ہوئے جن کی شہرت و قابلیت کا ڈنکا آج بھی اُسی آب و تاب کے ساتھ چار دانگ عالم میں بج رہا ہے۔ مثلاً امام مسلمؒ۔ امام غزالیؒ طوسیؒ۔ امام احمدؒ۔ امام ابن جوزیؒ۔ امام مجد دین فیروز آبادیؒ۔ امام فخر الدین رازیؒ۔ شیخ ابو اسحاق شیرازیؒ وغیرہ سرزمین فارس کے نامور لوگ ہیں جن کی دینی خدمتوں کو مسلمان کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔

پیشنگوئی

(۷)

غرب والے ہمیشہ اسلام پر قائم رہینگے

المسلم عن سعدؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایزال اھل الغرب ظاھرین علی الحق حتی تقوم الساعۃ۔

مسلم نے سعدؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غرب والے لوگ ہمیشہ دین حق پر قائم رہیں گے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔

ف

اہل غرب سے بعض لوگ مغرب والے مراد لیتے ہیں بعض شام والوں کو کہتے ہیں
بعض انصار کو کہتے ہیں اور اکثروں کا مذہب یہ ہے کہ تمام عرب کے لوگ مراد ہیں۔
بہرحال جو معنی لئے جائیں پیشنگوئی تو ابتک پوری رہی کیونکہ مغرب والے، شام
والے اور اہل عرب سب اُسی دین اسلام پر آجتک مضبوطی کے ساتھ قائم ہیں
اور انصار بھی جب تک زندہ رہے اسلام پر ثابت قدم رہے۔ صحیح مسلک یہ ہے
کہ اہل غرب سے عرب کے لوگ مراد ہیں۔

لطیفہ

فکر سلیم اور قیاس صحیح یہی چاہتا ہے کہ حدیث میں اہل عَرَب ہی کے اسلام پر
قائم رہنے کی پیشنگوئی کی گئی ہوگی پس یا تو راوی نے عرب (بہ فتح عین مہملہ) کو غرب
(بہ فتح غین معجمہ و سکون رائے) سمجھا یا سنا یا یہ کہ کتابت میں عرب کی عین
پر غلطی سے کہیں نقطہ پڑ گیا اور وہ علمائے شارحین کے اختلافات کا باعث ہوا

پیشنگوئی

(۸)

کوئی قریشی مرتد نہ ہوگا جو قید ہو کر مارا جائے

مسلم عن عبد اللہ بن مطیعؓ | مسلم نے عبداللہ بن مطیعؓ سے اور

عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم فتح مکۃ لا یقتل قرشیٌ صبرا بعد ھذا الیوم الی یوم القیامۃ۔

وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ارشاد فرمایا کہ آج کے بعد کوئی قریشی قیامت تک خواری اور قید سے قتل نہ کیا جائے گا۔

ف

مطلب یہ ہے کہ سب قریش مسلمان ہو جائینگے اور اسلام کے بعد ان میں کا کوئی شخص مرتد نہ ہوگا جو مرتد ہونے کی سزا میں قید ہو کر ذلت کے ساتھ قتل کیا جائے۔ پس یہ پیشگوئی قیامت تک کے لئے ہے یعنی قیامت تک بھی کوئی شخص قبیلۂ قریش کا نہ مرتد ہوگا نہ قتل کیا جائے گا۔ یہ ایک زبردست پیشگوئی ہے تو ہے کسی میں جرارت جو اس کے خلاف ثابت کر سکے۔

پیشگوئی

(۹)

مسلمانوں کا ایک گروہ ہمیشہ اغیار پر غالب و مظفر رہیگا

البخاری عن المغیرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال اناس من

بخاری نے مغیرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت میں سے ایک گروہ

امتی ظاہرین علی الحق حتٰی یاتیہم امر اللہ وہم ظاہرون الترمذی عن ثوبانؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتزال طائفۃ من امتی علی الحق ظاہرین لایضرہم من خالفہم حتٰی یاتی امر اللہ۔

ہمیشہ حق پر قائم اور غالب رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجاوے گی اور وہ غالب ہی رہیں گے۔ اور ترمذی نے ثوبانؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر ثابت اور غالب رہے گی کہ اس کا مخالف اس کو کوئی ضرر نہ پہونچا سکیگا۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم (یعنی قیامت) آپہونچے

ف

ان حدیثوں میں دو پیشنگوئیاں ہیں۔

پہلی پیشنگوئی

یہ ہے کہ مسلمانوں کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا اور قیامت تک اپنے دشمنوں اور بدخواہان اسلام پر غالب اور منصور و مظفر رہے گا۔

یہاں غلبہ سے دلیل وحجت کا غلبہ مراد ہے اور یقیناً یہ گروہ، علماء و محدثین کا گروہ ہے جس نے دشمنان اسلام کو ہمیشہ بحث وحجت میں نیچا دکھایا اور انشاء اللہ قیامت تک ایسا ہی رہے گا۔

دوسری پیشنگوئی

یہ ہے کہ اس گروہ ممدوح کے مخالفین، نہ تو اس کو کچھ ضرر پہونچا سکینگے نہ اسلام ہی

کا کچھ بگاڑ سکینگے۔

یہ پیشنگوئی آجتک جس طرح پوری ہوتی رہی وہ دنیا کے سامنے ہے اور انشاءاللہ تعالیٰ جب تک دنیا قائم ہے اہل دنیا یہی تماشا دیکھتے رہینگے۔
خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جب کہ اسلام و اہل اسلام نہایت کمزور حالت میں تھے۔ کفار عرب نے کیا کچھ اپنی ایڑی چوٹی کا زور نہ لگایا مگر اُن کی ساری کوششیں رائگاں گئیں اور اسلام کو بجائے اس کے کہ کوئی نقصان پہونچتا، روز افزوں ترقی ہی کرتا رہا اور اس طرح دشمنان اسلام ہمیشہ اسلام اور اہل اسلام کی بیخکنی میں لگے رہے مگر ان کی اس بیخکنی سے کسی کا نہ کچھ بگڑا نہ کبھی بگڑے گا۔

پیغمبر اسلام علیہ التحیتہ والسلام کی اس زبردست پیشینگوئی کو آج ہم اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ مسیحی نفوس دراصل مذہب اسلام کے دشمن نہیں ہیں بلکہ تمام دوسرے اہل مذاہب کی نسبت کرتے ہوئے ہمارے دوست ہیں البتہ مسیحی مشنریاں حریف ہونے کی حیثیت سے اسلام کو مغلوب ضرور کرنا چاہتی ہیں تا مسیحی مذہب کو فروغ ہو مگر ان مشنریوں کی ان سر توڑ کوششوں کا کچھ بھی مفید نتیجہ برآمد نہ ہوا نہ امید ہے کہ آئندہ برآمد ہو۔ خود مسیحی مدبرین پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اسلام کے مقابلہ میں مسیحی مذہب رہا جاتا ہے اور اس کی روز افزوں ترقی و اشاعت دیکھکر پادریوں کے حوصلے پست ہوتے جاتے ہیں۔

ہندوستان میں **آریہ مذہب** اور **آریہ ہند و قوم** اسلام اور مسلمانوں کے سچے اور پکے دشمن ہیں۔ پھر اُن کی بیجا و نامہذب دشمنی سے اسلام کو کونسا نقصان اٹھانا پڑا؟ اُن کی دشمنی نے اسلامی جماعت کو کونسا ضرر پہونچا دیا؟ سوا

اس نے کہ پیغمبر اسلام کو دو چار گالیاں دیکر اپنے کلیجے ٹھنڈے کر لیتے ہیں

پیشنگوئی

(۱۰)

اہل شام کے بگاڑ ڈالنے کے بعد مسلمانوں میں خیر نہ رہیگا

(۱۱)

پھر بھی دشمنان اسلام ان کا کچھ نہ بگاڑ سکینگے

الترمذی عن معاویة بن قرة عن ابیه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اذا فسد اهل الشام فلا خیر فیکم ولا تزال طائفة من امتی منصورین لا یضرهم من خذلهم

ترمذی نے معاویہ بن قرہ رض سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب شام والے بگاڑ ڈالیں تو پھر تم میں کوئی خیر نہیں اور میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ غالب و منصور رہے گا اُن کی ذلت چاہنے والا ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیگا۔

ف

اہل شام کے بگاڑ ڈالنے کے بعد مسلمانوں میں کوئی خیر نہیں رہے گا۔ یعنی اگر اہل شام افساد کریں گے تو بیت المقدس اور دوسرے بنادر مسلمانوں کے ہاتھ سے جاتے رہیں گے اور اس کے بعد پھر مسلمانوں کی تباہی ہے۔ پھر بھی دشمنان اسلام ان کا کچھ نہ بگاڑ سکینگے۔

مسلمانوں کا بڑا مایۂ نازیہی صوبۂ شام تھا لیکن شام والوں کے ہمیشہ لڑتے بھڑتے رہنے اور خانہ جنگیوں سے اپنا زور اپنے ہی پر ختم ہو گیا چنانچہ جنگ صلیبی اور حکومت خاندان نوریہ وصلاحیہ کی تاریخ معلوم ہے جب کہ تمام بنادر مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گئے تھے اور صدہا برس تک خونریز لڑائیاں ہوتی رہیں۔ آخر تمام دنیا کے عیسائیوں پر مسلمان ہی منصور و مظفر رہے اور ان کا کچھ نہ بگڑا۔

یہ حدیث امام ترمذی کی صحیح میں ہے۔ امام ترمذی کا انتقال ۲۷۹ھ میں ہوا[1] اور ان ہولناک واقعات کا وقوع چوتھی پانچویں صدی سے شروع ہوا ہے۔

---

[1] بستان المحدثین للشاہ عبدالعزیز الدھلوی ۱۲

پیشنگوئی

(۱۱)

عرب میں پھر کبھی بت پرستی نہ ہوگی

مسلم عن جابر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان الشیطان قد یئس ان یعبدہ المصلون فی جزیرۃ العرب ولکن فی التحریش بینھم ومالک عن ابن شھاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایجتمع دینان فی جزیرۃ العرب۔

مسلم نے جابرؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بلاشبہ اس امر سے شیطان ناامید ہوگیا کہ عرب کے جزیرہ میں مسلمان اس کو پوجیں لیکن اُن میں فتنہ و فساد ڈالنے کا اس کو قابو ہے

اور

امام مالک نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عرب کے جزیرہ میں دو دین جمع نہوں گے تمؔ یعنی ملک عرب میں کفر نہ رہے گا

ف

یہ ایک نہایت زبردست اور بدیہی پیشنگوئی ہے جس کو پورا ہوتے ہوئے اس وقت بھی تمام دنیا دیکھ رہی ہے اور انشاء اللہ دیکھیگی کہ عرب میں آئندہ بھی کبھی بت پرستی نہ ہوگی۔

لطیفہ

یہ حدیث اہل عرب کے مضبوطی ایمان اور اُن کی استقامت پر دلالت کرتی ہے جو درحقیقت بہت بڑی افضلیت ہے اور یہ ایک ایسی بات ہے جو واقعی عرب کو تمام دنیا کے لوگوں سے ممتاز کر دیتی ہے۔

پیشنگوئی

(۱۲)

ایک عظیم الشان جنگ صلیبی

ابو داؤد عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشک الامم ان تتداعی علیکم کما

ابو داؤد نے ثوبان سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عنقریب لوگ ایک دوسرے کو تمہیں لڑنے کے لئے بلائینگے جس طرح کھانے والے

بتداعی الامم علیکم کما تداعی الاکلة الی قصعتها فقال قائل من قلة نحن یومئذ قال لا بل انتم یومئذ کثیر ولکنکم غثاء کغثاء السیل ولینزعن اللہ من صدور عدوکم المهابة منکم ولیقذفن فی قلوبکم الوهن قیل وما الوهن قال حب الدنیا وکراهة الموت

ایک دوسرے کو رکابی کی طرف بلاتے ہیں تو کسی نے پوچھا (یارسول اللہ) کیا اس وقت ہم کم ہوں گے فرمایا نہیں بلکہ تم اس وقت بہت ہوں گے لیکن تم لوگ اس دن کوڑا ہوگے جیسے بہاؤ کا کوڑا - البتہ اللہ تمہارے دشمنوں کے سینے سے تمہارا خوف کھینچ لے گا اور تمہارے دلوں میں سستی ڈال دیگا - کسی نے پوچھا کہ وہن (سستی) کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا دنیا کی محبت اور موت کا خوف -

ف

اس حدیث میں جنگ صلیبی کی بہت صریح اور زبردست پیشینگوئی ہے مختلف امتیں ایک دوسرے کو دعوت دینگی کہ تم (مسلمانوں) پر چڑھائی کریں - جنگ صلیبی کی یہی حالت تھی - سلاطین یورپ نے ایک دوسرے کو دعوت دیکر اور تمام مسیحی سلطنتوں نے ایکا کرکے مسلمانوں پر چڑھائی کی اور ان لڑائیوں کا سلسلہ دوسو برس تک جاری رہا - یورپ کی تمام سلطنتیں مسلمانوں پر چڑھائی کرتی اور برابر ملکوں پر قبضہ کرتی جاتی تھیں یہاں تک کہ مسلمانوں کے قبضہ سے بیت المقدس اور بلاد شام سب نکل گئے اور بے انتہا مسلمان شہید ہوے چنانچہ بیت المقدس کی لڑائی کے دن

مسیحی فوج کے ایک افسر نے جو خط اپنے پیر پادری کو لکھا تھا اُس میں یہ الفاظ تھے کہ "آج کیسا خوشی کا دن ہے کہ ہمارے گھوڑے گھٹنوں تک مسلمانوں کے خون میں ہیں"

یہ سب کیوں ہوا؟ محض مسلمانوں کی پست ہمتی۔ دنیا کی محبت اور موت کے خوف سے آخر زمانہ میں خاندان نوریہ نے بہت سے حصے مسیحیوں سے واپس چھین لئے پھر سلطان صلاح الدین بارہ[۱۲] برس تک خونخوار لڑائیاں لڑتا رہا آخر عیسائیوں کو شکست فاش ہوی۔ کل سلاطین یورپ کو ایک سلطان صلاح الدین کے مقابلہ میں شرمناک زک ملی مسیحیت مغلوب ہوئی۔ اسلام نے فتح پائی۔ سلطان نے تھوڑے حصہ کے سوا تمام بنادر کو عیسائیوں سے چھین لیا۔ بیت المقدس پر اسلامی علم[۱] لہلہا کر رہا اور یہ کامیابی اُس وقت ہوی جب مصر میں آل عباس رض کی خلافت قائم ہوئی گو وہ برائے نام ہی ہو۔

ت

اس حدیث کو ابوداؤد نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے جن کا انتقال ۲۷۵ھ میں ہوا، اور جنگ صلیبی کا سلسلہ ان کے دوسو برس کے بعد سے شروع ہوا ہے۔

---

[۱] جنگہائے صلیبی کی مفصل تاریخ مصنفہ مولوی عبد الحلیم شرر لکھنوی چھپ گئی ہے ۱۲

پیشنگوئی

(۱۳)

جب روم والے اور فارس کے شہزادے مسلمانوں کے خادم ہونگے تو بدنیکوں پر غالب آجائینگے

الترمذی عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مشت امتی المطیطاء وخدمتھا ابناء ملوك فارس والروم سلط شرارھا علی خیارھا۔

ترمذی نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ جب میری امت اترا کر چلیگی اور فارس اور روم کے شہزادے اُن کے خادم ہوں گے تو اللہ تعالےٰ اُن کے بدوں کو اُن کے نیکوں پر غالب کردے گا۔

ف

پیشنگوئی یہ ہے کہ جب امت میں نخوت آجائے گی اور روم وفارس کے شہزادے ان کے خادم ہوں گے تو اُن کے اشرار اُن کے اخیار پر غالب ہو جائینگے۔

ابناء ملوک سے بڑے بڑے خاندانی لوگ مراد ہیں اور خدمت سے خدمتگاری

و غلامی مقصود نہیں ہے بلکہ اس سے فوج اور رسول کی خدمات انجام
دینے والے لوگ مراد ہیں۔ مطلب یہ کہ جب امت کے لوگ اپنی نخوت
سے اپنے اکڑنے اور اینٹھنے میں مصروف رہیں گے اور ملکی خدمات پر روم
و فارس کے بڑے بڑے خاندانی ذی وجاہت لوگ مامور رہینگے اور ملک کا نظم و نسق ان کے ہاتھوں
میں ہوگا تو خیار امت پر اشرار غالب آجائینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔
عربوں کی روزانہ خیرہ سری، سازش اور بغاوت سے عاجز آکر
خلیفہ معتصم باللہ عباسی نے کردوں اور ترکوں وغیرہ کی فوجیں مرتب کیں
جن میں ایرانی افسر بھی تھے اور رسول کے کاموں پر بھی کثرت سے غیر
اقوام کے لوگ ہوگئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ زمانہ بعد سلجوقی و دیلمی وغیرہ
سلاطین ہوگئے۔ عرب کسی شمار میں نہ رہے اور خلافت عباسیہ بالکل
نام کی خلافت رہ گئی۔
خَدَمَتْهَا اَبْنَاءُ مُلُوْكِ فَارِسَ وَالرُّوْمِ "کے درست معنی تو
یہی ہیں لیکن اگر ابنائے ملوک سے بڑے بڑے خاندانی لوگ مراد نہ لئے جائیں بلکہ
صرف الفاظ پر لحاظ کرتے ہوئے ابنائے ملک سے بادشاہ اور خدمت سے خدمتگار و
غلام ہی مراد لیں تو بھی کوئی قباحت لازم نہیں آتی اور پیشینگوئی اسی طرح ٹھیک اتر جاتی ہے

لطیفہ

خلیفہ معتصم باللہ عباسی تھا تو ان پڑھ مگر تمام خلفاء میں عجیب و غریب خلیفہ[1]
ہوگزرا ہے اس کو دربار قدرت الٰہیہ سے چند ایسی مخصوص صفتیں عنایت
ہوئیں جنہوں نے اس کو کل سلاطین عالم سے ممتاز کر دیا اور جو بجائے خود
عجائبات عالم میں شمار کئے جانے کے لائق ہیں۔

[1] تاریخ الخلفاء للسیوطی ۱۲

مثلاً۔ معتصم باللہ خلفائے عباسیہ میں کا آٹھواں خلیفہ ہے۔ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کی آٹھویں پشت میں ہے۔ امیرالمومنین ہارون رشید کا آٹھواں فرزند ہے۔ ۱۸۰ھ ہجری میں پیدا ہوا۔ اڑتالیس برس کی عمر میں انتقال کیا آٹھ سال آٹھ مہینے آٹھ دن بادشاہت کی۔ اپنے پیچھے آٹھ بیٹے اور آٹھ بیٹیاں وارث چھوڑے۔ آٹھ لڑائیاں لڑا اور آٹھ قلعے فتح کئے۔ آٹھ بادشاہوں کو مغلوب کر کے قیدی بنایا جو دست بستہ دربار میں حاضر رہتے تھے۔ بادشاہ آذربائجان۔ بادشاہ طبرستان۔ بادشاہ استیسان۔ بادشاہ اشیاح۔ بادشاہ فرغانہ۔ بادشاہ طخارستان بادشاہ صغنہ۔ اور بادشاہ کابل کہ یہ سب دربار خلافت معتصم کے مقہور قیدی اور مغلوب بندے تھے پھر یہ بھی معلوم ہے کہ خلافت عباسیہ کا ضعف وانحطاط اسی کے بعد شروع ہوتا ہے پس رسول خدا کی یہ پیشنگوئی کہ "جب روم وفارس کے شہزادے میری امت کے خدمتگار ہونگے تو بد نیکوں پر غالب ہوں گے" کیسی ٹھیک اتری۔

پیشنگوئی

(۱۴)

روم وفارس کے خزانے فتح ہوں گے

مسلم عن ابن عمرو بن العاصؓ	مسلم نے ابن عمرو بن العاص سے

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا فتحت علیکم خزائن فارس والروم ای قوم انتم قال عبد الرحمن بن عوف نکون کما امرنا اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بل تتنافسون وتتحاسدون ثم تتدابرون وتتباغضون

روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم پر روم وفارس کے خزانے کھل جائینگے تو تم کیسے لوگ ہوگے؟ عبد الرحمن بن عوف نے عرض کیا جیساکہ اللہ نے ہمکو حکم دیا ہے (یعنی اسلامی اخلاق کے ساتھ رہیں گے۔) پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا، نہیں بلکہ تم لالچ کروگے اور آپس میں حسد کروگے پھر ایک دوسرے کو پیٹھ دوگے پھر ایک دوسرے سے بغض رکھوگے۔

ف

یہ پیشگوئی کھلے بند پوری ہوئی جس کی صراحت سے دنیا کی ہر تاریخ لبریز ہے آخر بہادران اسلام نے روم وفارس کے ہر ہر حصہ کو رفتہ رفتہ فتح کرلیا اور خزانوں سے مالامال ہوگئے۔

پیشنگوئی

(۱۵)

لونڈیوں کا بدکار اور عورتوں کا سرکش ہو جانا

(۱۶)

بھلے کام کی ہدایت اور بُرے کام کی ممانعت نکرنی

(۱۷)

بُرائی کا بھلائی اور بھلائی کا بُرائی سمجھا جانا

(۱۸)

کچھ مسلمانوں کا زنا۔ ریشمی کپڑے۔ شراب اور گانے بجانیکو حلال سمجھنا

رواہ رزین عن علیؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف بکم اذا فسق فتیانکم وطغی نساؤکم قالوا یا رسول اللہ وانّ

رزین نے علیؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تمہاری لونڈیاں گناہ اور تمہاری عورتیں سرکشی کرنے لگیں تو تمھارا کیا حال ہوگا؟ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ

ذلك لكائن قال
نعم واشد
كيف انتم
اذا لم تامروا بالمعروف
قالوا يارسول الله
وان ذلك لكائن
قال نعم واشد
كيف انتم
اذا رئيتم المعروف
منكرا والمنكر معروفا
قالوا يارسول الله
وان ذالك لكائن
قال نعم والبخاري
عن ابي مالك
او ابي عامر الاشعري
قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم ليكونن
من امتي قوم يستحلون
الحر والحرير والخمر والمعازف

کیا یہ بات ہونے والی ہے؟ فرمایا
ہاں اور اس سے بھی سخت تر (پھر
فرمایا) کیا حال ہوگا تمہارا جب تم
نہ نیک کاموں کی ہدایت کروگے
نہ بُرے کاموں سے روکوگے۔
لوگوں نے کہا یارسول اللہ! کیا یہ بات
ہونے والی ہے؟ فرمایا ہاں اور
اس سے بھی زیادہ سخت (پھر فرمایا)
اور کیا حال ہوگا تمہارا جب تم نیک
کام کو بُرا جانوگے اور برے کام کو اچھا
سمجھوگے؟ لوگوں نے کہا یارسول اللہ!
کیا یہ بات ہونے والی ہے آپ نے
فرمایا ہاں۔ اور بخاری نے ابومالک
یا ابو عامر اشعری سے روایت کی
ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے کہ البتہ میری امت میں کچھ
لوگ ایسے پیدا ہوں گے جو زنا کو
اور ریشمی کپڑے کو اور شراب کو
اور گانے بجانے کو حلال جانیں گے۔

ف

یہ چاروں پیشنگوئیاں جس طرح پوری ہوکر رہیں آج تیرھویں صدی اس کی

شہادت کے لئے تیار ہے بلا شبہ اکثر ایسے کام جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں محکوم یا ممدوح ہیں وہ اس زمانہ میں فضول یا مذموم سمجھے جاتے ہیں۔ اور مذموم ممدوح۔ بھلائی برائی ہو گئی۔ برائی بھلائی ہو گئی۔

ایسی حالت میں رہبران قوم کا فرض ہے کہ جس طرح وہ اصلاح معاشرت میں کوشاں ہیں اُسی طرح دین کا دامن بھی نہ چھوڑنے دیں اور سب سے پہلے ضروریات دین کی تعلیم کرائیں۔ تاکہ علوم جدیدہ کے مشاغل تعلیم دین سے غافل نکر دیں اور مخالفین اسلام کی تقریر دینی خیالات میں کمزور نہ بنا دے۔ جس طرح علوم جدیدہ وہ رائج الوقت حسن معاشرت کے ذرائع ہیں اُسی طرح علوم دین باعث نجات اُخروی اور موجب حیات ابدی ہیں۔

نوجوان طلبہ جب پڑھ کر مدارس سے نکلتے ہیں تو اُن میں اکثر مذہب سے ناآشنا ہوتے ہیں۔ بالخصوص جو یورپ سے تعلیم پاکر آتے ہیں اُن میں تو اکثر محض کورے ہوتے ہیں اور بعض تو ایسے بے خبر ہوتے ہیں کہ وہ سوائے اس کے کہ مسلمان ہیں کچھ نہیں جانتے معاذ اللہ۔

پیشنگوئی

(۱۹)

حجاز کی سرزمین سے ایک آگ نکلیگی

الشیخان عن ابی ھریرۃ رضہ	بخاری وسلم نے ابوہریرہؓ سے

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتقوم الساعۃ حتیٰ تخرج نار من ارض الحجاز تضیئ اعناق الابل ببصرۃ

روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ قائم ہوگی قیامت یہاں تک کہ حجاز کی زمین سے ایک آگ نکلیگی جو بصرہ میں اونٹوں کی گردنوں کو روشن کردے گی۔

ف

یعنی حجاز کی سرزمین سے وہ آگ ظاہر ہوکر اس قدر مشتعل ہوگی اور اتنی بلند ہوگی کہ اس کی روشنی حجاز سے بصرہ تک پہونچے گی اور اس روشنی میں اونٹ اپنی راہ چلینگے حالانکہ بصرہ ملک شام میں شہر دمشق سے چند کوس کے فاصلہ پر واقع ہے چنانچہ ایساہی ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ سو برس کے بعد امیر المومنین خلیفہ مستعصم باللہ عباسی کے آخر عہد خلافت ۶۵۴ھ میں ایک آگ ارض عدن میں نمودار ہوئی جس کے شرارے رات کے وقت سمندر تک اڑتے تھے پھر ۶۵۴ھ ہجری میں جمعہ کے روز خاص مدینہ منورہ میں قرنطینہ کے قریب آتش موعودہ نمودار ہوئی جو مشتعل ہوکر آخر خدا کا قہر بنگئی۔ اس کا طول قریب چار فرسخ کے تھا۔ عرض بقدر چار میل کے اور بلندی میں نصف قد آدم۔ دیکھنے والوں کو آگ کے اندر قلعے اور برج نظر آتے تھے شعلہ فشاں آگ دریائے ذخار کی طرح موج زن تھی اور پانی کے سیلاب کی طرح رواں نظر آتی تھی۔ یہاں تک کہ مکہ معظمہ کے در و دیوار اس سے روشن ہوگئے اور مدینہ والے خائف ہوکر رسول اللہ صلعم کی قبر مبارک کے گرد جمع ہوئے اور توبہ و استغفار کرنے لگے[1]

[1] تاریخ الخلفاء للسیوطی ۱۲-

علامہ قسطلانی رحمہ نے لکھا ہے کہ یہ آگ ۳ رجمادی الاول ۶۵۴ھ کو مشتعل ہو کر ۲۷ رجب ۶۵۴ھ کو فرو ہوئی۔ اس حساب سے باون یا ترپن یا چوپن روز یکساں شعلہ فشاں رہی تمام مورخین عام اس سے کہ اسلام کے موافق ہوں یا مخالف اس واقعہ غیبی کو انتہائے حیرت کے ساتھ لکھتے ہیں اور اشتعال آتش کا سبب بتانے سے عاجز ہیں۔

بخاری و مسلم رحمہما اللہ کی وفات کے چار سو برس کے بعد یہ ہولناک آگ ظاہر ہوئی۔

پیشنگوئی

(۲۰)

بغداد کی تباہی اور مسلمانوں کا تاتاریوں کے ہاتھ سے شہید ہونا

ابو داؤد عن ابی بکرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل اناس من امتی بغائط یسمی البصرۃ عند نھر یقال لہ دجلۃ یکون علیہ

ابو داؤد نے ابو بکرہ رض سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت کے کچھ لوگ ایک کشادہ زمین میں اتریں گے جس کا نام بصرہ ہے اور وہ ایک نہر دجلہ نامی کے پاس ہے اس پر پل ہوگا اس کے

جنسرئ یکثر اھلھا و تکون من امصار المھاجرین فاذا کان فی آخر الزمان جاء بنو قنطوراء عراض الوجوہ صغار الاعین حتی ینزلوا علی شطء النھر فیتفرق اھلھا ثلاث فرق فرقۃ یاخذون اذناب البقر والبریۃ وھلکوا وفرقۃ یاخذون لانفسھم وکفروا وفرقۃ یجعلون ذراریھم خلف ظھورھم ویقاتلونھم فھم الشھداء

لوگ بہت ہوں گے اور وہ مہاجرین کے شہروں میں سے ہوگا پھر جب اخیر زمانہ ہوگا تو چوڑے چہرے والے چھوٹی آنکھوں والے تاتاری آئینگے اور نہر کے کنارے اُترینگے تو اس کے رہنے والے تین گروہ ہو جائینگے۔ ایک فرقہ گاؤں کی دم اور جنگل میں ٹھکانا پکڑیں گے یعنی لڑائی سے ڈر کر بیلوں پر سوار ہوکر بچنے کے لئے جنگل کو بھاگیں گے اور جنگل میں ہلاک ہوں گے۔ اور ایک فرقہ اپنی جانوں کی فکر میں رہیگا یعنی جان بچالینے کے لئے دشمنوں سے امان مانگینگے وہ کافر ہیں اور وہ بھی ہلاک ہوں گے اور ایک فرقہ اپنی عورتوں اور بچوں کو پس پشت ڈالکر لڑینگے سو یہی شہید ہوں گے۔

ف

اس حدیث شریف میں تو صریح پیشنگوئیاں ہیں۔

(۱) کچھ مسلمانوں کا دجلہ نامی دریا کے کنارہ آباد ہونا۔

(۲) دریا پر پل کا ہونا۔

شہر میں کثرت سے آبادی کا ہونا۔
اخیر زمانہ میں چوڑے چہرے والے چھوٹی آنکھوں والے ترکوں کا آنا
انکا نہر کے کنارہ اُترنا۔
مسلمانوں میں تین گروہ کا ہونا۔ جن میں سے
ایک فرقہ کا بھاگ کر جنگل میں پناہ لینا اور وہیں ہلاک ہونا۔
دوسرے فرقہ کا تاتاریوں سے اماں لینا اور اُن کافروں کا بھی ہلاک ہونا۔
تیسرے فرقہ کا تاتاریوں سے لڑکر شہید ہونا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ سو برس اور تدوین کتاب ابو داؤد کے تین سو برس کے بعد یہ پیشینگوئی وقوع پذیر ہوی اور یہ اُن صریح مفصل اور زبردست پیشینگوئیوں میں سے ہے جن پر محمد عربی کے نام پاک پر فدا ہونے والے ہمیشہ ناز کریں گے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سو برس کے بعد خلفائے عباسیہ کے دوسرے خلیفہ امیر المومنین ابو جعفر منصور دوانقی نے دجلہ[1] کے کنارہ ایک شہر آباد کیا جس کا نام دار السلام رکھا مگر وہ مشہور بغداد ہوا۔
رفتہ رفتہ آبادی بڑھتی رہی یہاں تک کہ ہارون رشید اعظم اور مامون رشید کی علمی فیاضیوں اور قدر افزائیوں نے بغداد کو کرۂ عالم کا قبلہ گاہ اور مرجع انام بنا دیا۔ دنیا بھر کے اہل کمال کھینچکر بغداد چلے آئے مال و دولت۔ فضل و کمال۔ تنعم۔ تکلفات۔ غرض کسی امر میں دنیا کا کوئی شہر اس مبارک شہر کا مدمقابل نہ رہا۔ آبادی یہاں تک بڑہی کہ دجلہ کا پل شہر کے بیچ میں آگیا۔ حیدرآباد دکن کی موسی ندی کی طرح دجلہ نے شہر بغداد کے نصفا نصف دو حصے کر دئے تھے۔

[1] تاریخ الخلفاء و تاریخ الخمیس

خلافت عباسیہ کو خانہ جنگیوں - اندرونی مخالفین کی سازشوں اور بدبیں کینہ وروں کی روزانہ یورش نے ضعیف کردیا تھا - آخر ۲۵۶ھ میں خلیفہ مستعصم باللہ عباسی رحہ کے بدخواہ وزیر ابن علقمی اور نصیرالدین طوسی کے اغوا سے ہلاکو خاں وحشی تاتاریوں کا ایک لشکر جرار لیکر بغداد پر چڑھ دوڑا - ادہر ابن علقمی نے جسکو خلیفہ کے مزاج میں ضرورت سے زیادہ درخور تھا، افواج کے بیشتر حصہ کو غیر ضروری بتلاکر تخفیف اور بقیہ کو مختلف ممالک دور دراز میں پریشان کردیا تھا -

ابن علقمی اور نصیرالدین طوسی کی خواہش یہ تھی کہ اس عباسی اور سنی سلطنت کو برباد کرکے علوی شیعہ حکومت قائم کی جائے کیونکہ یہ دونوں شیعہ مذہب تھے جو سنی علی الخصوص عباسی خلافت کو بالکل پسند نکرتے تھے - ہلاکو خاں ایسے خلیفہ کے مقابلہ سے جس کو کل اسلامی دنیا اپنا پیشوا امام تسلیم کرتی ہو ڈر رہا تھا اور اس کو یہ اندیشہ تھا کہ کہیں یہ لوگ مجکو بلاکر برباد تو نہیں کرنا چاہتے اس بدگمانی کو رفع کرنے کے لئے دونوں بدخواہان اسلام نے اپنے ایک ایک عزیز کو بطور ضمانت ہلاکو خاں کے پاس بھیجدیا کہ اگر تم کو شکست کا ذرا بھی شبہ گذرے تو ان کو قتل کردینا -

غرض ہلاکو خاں یلغار کرتا ہوا بغداد پہونچا اور دریائے دجلہ کے کنارہ پڑا - اسلامی لشکر تو اس سے پہلے ہی وزیر کی سازش سے منتشر ہو چکا تھا اور عام لوگوں میں ایسے لشکر جرار کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی - پھر وحشیوں نے بغداد کے چاروں طرف قتل عام بھی شروع کردیا تھا -

شہر کے کچھ لوگ جو مال و اسباب لاد جنگل کی طرف جان بچاکر بھاگ نکلے اُن کو تاتاریوں نے جنگل ہی میں گھیرے لگڑھی کی طرح کاٹ کر رکھدیا -

ابن علقمی کی رائے سے خلیفہ اپنے اعزہ خاندان، اعیان و ارکان دولت اور سادات و علماء کو ساتھ لے کر ہلاکو خاں کے پاس گیا کیونکہ ابن علقمی نے باور کرا دیا تھا کہ ہلاکو سے صلح کا قرارداد ہو چکا ہے اور اس کا امضا خلیفہ کی تشریف بری پر موقوف ہے اور نیز یہ کہ ہلاکو اپنی لڑکی شاہزادہ کو دینا چاہتا ہے۔ ہرچند دوسرے خیر خواہوں نے خلیفہ کو ابن علقمی کی سازش سے آگاہ کرکے منع کیا کہ اپنے پاؤں ہلاکت کے غار میں نگریں۔ مگر خلیفہ نے وزیر کا اعتبار کرکے نمانا۔

ہلاکو خاں خلیفہ سے اعزاز و احترام کے ساتھ ملا اور وہ ترس کھا کر خلیفہ کو امان دینے پر راضی تھا لیکن دونوں بدخواہ طوسی و ابن علقمی نے عرض کیا کہ ان کی زندگی میں آپ کی خیر نہیں ہے۔ اس کے بعد خلیفہ مع اپنے تمام ساتھیوں کے شہید کر دیا گیا۔

من بعد ہلاکو خاں نے شہر میں گھسنے کا ارادہ کیا مگر شہر والوں نے دروازہ بند کر لیا اور محصور و قلعہ بند ہو کر تاتاریوں کا مقابلہ کرنے لگے۔ ہلاکو خان کو اب بھی فتح نہ ہوئی مگر انہیں دونوں بدخواہوں کی تدبیر سے دجلہ کو کاٹ کر شہر کی طرف پھیر دیا گیا۔ بہت سے بھگئے۔ باقی جو رہے اُن کو تاتاریوں نے گھسکر ذبح کیا۔ بغداد کی گلیوں میں خون کی ندیاں بہ گئیں۔ دجلہ مہینوں تک ان شہداء اسلام کے خون سے رنگین رہا۔

حدیث میں تین جماعتیں بیان کی گئی تھیں۔

ایک وہ جو جنگل کو بھاگے اور ہلاک ہوئے۔

دوسرے وہ جنہوں نے عہد امان لیا اور کافر ہوئے جن میں طوسی و ابن علقمی اور ان کے امثال ہیں۔

تیسرے وہ جو لڑے اور شہید ہوئے۔

یہ تینوں پیشینگوئیاں تو برابر پوری اُتریں لیکن ایک جماعت اور ہے جس کا حدیث میں ذکر نہیں ہے۔ یعنی وہ فرقہ جس سے صلح کا معاہدہ ہو لیا تھا۔ اگرچہ درحقیقت صلح نہ ہوئی ہو مگر خلیفہ کو تو یہی باور کرایا گیا تھا اور اسی معاہدہ کے امضار کے لئے وہ اپنے تمام اعزہ وارکان دولت کے ساتھ ہلاکو سے ملنے گیا اور صلح شرعاً جائز ہے۔ پس خلیفہ اور اوس کے ساتھ والے جو کفار کے ہاتھ سے مارے گئے وہ بھی یقیناً مظلوماً شہید ہیں۔ عام طبقہ میں تین ہی قسم کے لوگ تھے اور چوتھی جماعت جو خاص طبقہ ہے اسکو چھوڑ دیا گیا۔ اس عباسی خلافت کی بیخکنی کے بعد بھی طوسی و ابن علقمی کو اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی۔

ابن علقمی مجزوم ہو کر بہت ذلت سے مرا، اور طوسی جس کمروہ و غلیظ بیماری میں ہلاک ہوا اس سے تاریخی اوراق کا اتنا حصہ ابتک گندہ ہے۔

ابتدائے عہد آدم سے اس وقت تک اسلام کو ایسا جانکاہ صدمہ نہیں پہونچا تھا۔ حضرت شیخ سعدی رحمہ جنہوں نے اس خونریزی اور مسلمانوں کی تباہی کو بچشم خود دیکھا تھا۔ اس طرح اس واقعہ جاں گداز و دلخراش کا مرثیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

آسماں را حق بود گر خون بگرید بر زمیں
بر زوال ملک مستعصم امیر المومنین

اے محمدؐ در قیامت گر برآری سر زخاک
سر برآور دایں قیامت درمیان خلق بیں

نازنینان حرم را خون خلق نازنین
ز آستاں بگذشت و مارا خون دل از آستیں

زینہار از دور گیتی و انقلاب روزگار
در خیال کس نہ گشتے کانچناں گردد چنیں

دیدہ بردار اے کہ دیدی شوکت بیت الحرام
قیصران روم سر بر خاک و خاقان بر زمیں

خون فرزندان عم مصطفیٰ شد ریختہ　　　ہمبران خاکیکہ سلطاناں نہادندے جبیں

دجلہ خونابست ازیں پس گر نہد سر در نشیب　　　خاک نخلستان بطحیٰ را کند با خوں عجیں

بعد ازیں آسایش از دنیا نباید چشم داشت　　　قیر در انگشتری ماند چو برخیزد نگیں

نوحہ لائق نیست بر خاک شہیدان زانکہ ہست　　　کمتریں دولت مر ایشانرا بہشت برتریں

لیکن از روئے مسلمانی و راہ مرحمت　　　مہربانی را دل بسوزد در فراق نازنیں

باش تا فردا کہ بینی روز داد و رستخیز　　　کز لحد با روئے خوں آلودہ برخیزد دفیں

وہ کہ گر بر خون ایں پاکاں فرود آید مگس　　　تا قیامت در دہانش تلخ گردد انگبیں

تکیہ بر دنیا نباید کرد و دل بر وے نہاد　　　کآسمان گاہی سپہر است اے برادر گہ زمیں

گرگسا نند از پئے مردار دنیا جنگجوی　　　اے برادر! گر خردمندی چو سیمرغ ان نشیں

مورخین نے اس دل دہلا دینے والے حادثہ کو بہت تفصیل و درد کے ساتھ لکھا ہے۔

بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس صراحت سے پیشنگوئی فرمائی وہ حرف بحرف پوری ہو کر رہی۔

ف

حدیث میں بصرہ کا لفظ ہے حالانکہ دریائے دجلہ کے کنارہ بغداد آباد ہے جس کی بارہ مین پیشنگوئی کی گئی اور آخر وہیں پوری ہوی۔ شہر بصرہ میں کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا۔

ہمارے خیال میں راوی کو نام اچھی طرح یاد نہیں رہا یا کوئی اور وجہ ہو۔ آخر سے کبھی تو حقیقی آخر مراد ہوتا ہے۔ کبھی بالنسبت۔ یہاں ممکن ہے کہ عروج اسلام کا آخر زمانہ مراد ہو اور قرب قیامت کو بھی مجازاً کہہ سکتے ہیں۔ حدیث میں تاتاریوں کا نام نہیں ہے۔ اُن کا حلیہ بیان کیا گیا ہے کہ چوڑے

منہ والے چھوٹی آنکھوں والے ہوں گے اور واقعی اُن کا حلیہ یہی ہے -

پیشنگوئی

(۲۱)

دجلہ و فرات کے درمیان ایک شہر میں مویشی کیطرح لوگ ذبح کئے جائینگے

الخطیب عن علیؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یکون مدینۃ بین الفرات ودجلہ یکون فیہا ملک ابن عباس وھی الزوراء یکون فیہا حرب تسبی فیہا النساء ویذبح فیہا الرجال کما یذبح الغنم -

خطیب نے علی رضہ سے روایت کی ہے کہ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شہر ہوگا درمیان فرات اور دجلہ کے اور اس میں ابن عباس (کی اولاد) کی بادشاہت ہوگی اس میں ایک جنگ ہوگی ایسی کہ اس میں عورتیں لونڈیاں بنائی جائینگی اور مرد اس طرح ذبح کئے جائینگے جس طرح بکری بھیڑی ذبح کی جاتی ہے -

ف

اس سے پہلے کی حدیث میں اس شہر کا نام بصرہ بتایا گیا ہے اور یہ کہ وہ دجلہ

کے کنارہ آباد ہوگا اس حدیث میں شہر کا نام نہیں بتایا مگر اتنی زیادہ صراحت فرمائی کہ وہ شہر دجلہ اور فرات کے درمیان میں ہوگا اور جو آل عباس کا دار السلطنۃ ہوگا اس سے شہر بغداد کی بالکل تعئین ہوگئی۔ اس حدیث میں دو پیشینگوئیاں ہیں پہلی پیشینگوئی جو تدوین کتاب سے پہلے پوری ہوئی یہ ہے کہ دجلہ وفرات کے اس درمیانی شہر میں عباسیوں کا دار السلطنۃ ہوگا۔

دوسری پیشینگوئی یہ کہ اس شہر میں بڑی جنگ ہوگی جس میں عورتیں۔ لونڈیاں بنائی جائینگی اور مرد اس بے دردی سے ذبح کئے جائینگے۔ جیسے مویشی ذبح کئے جاتے ہیں۔

خطیب نے اس حدیث کو روایت کیا ہے ان کا انتقال [۱] ۴۶۳ھ میں ہوا اور ان کے انتقال کے دو سو برس کے بعد ۶۵۶ھ میں بغداد والوں پر وہ آفت نازل ہوئی جس کا اس حدیث میں ذکر ہے اور جس کے بیان میں تاریخ کے اوراق ہمیشہ رنگین رہیں گے۔ اور جن کا کچھ اجمالی بیان اس سے پہلے کی پیشینگوئی میں گذر چکا ہے۔

پیشینگوئی

(۲۲)

تم (مسلمانوں) پر دنیا وی آرائش کے دروازے کھل جائینگے

بخاری مسلم نے ابو سعید خدری سے	الشیخان عن ابی سعید الخدری رض

[۱] مفتاح السادۃ جلد اول ۱۲

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی مما اخاف علیکم من بعدی ما یفتح علیکم من زہرۃ الدنیا وزینتہا والشیخان عن عمرو بن عوفؓ قال قال رسول اللہ صلعم واللہ لا الفقر اخشی علیکم ولکن اخشی علیکم ان تبسط علیکم الدنیا کما بسطت علی من کان قبلکم فتنافسواھا کما تنافسواھا وتھلکم کما اھلکتھم۔

روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجکو اپنے بعد تم سے جن باتوں کا خوف ہے اُن میں سے ایک بات یہ ہے کہ تم پر دنیا کی زینت اور اس کی آرائشوں کے دروازے کھل جائینگے اور انہیں شیخین نے عمرو بن عوفؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خدا کی قسم میں تمہارے مفلس ہو جانے کا خوف نہیں کرتا۔ لیکن ڈرتا ہوں تو اس بات سے کہ تم پر زمین کشادہ ہو جائیگی جس طرح تم سے اگلی امتوں پر کشادہ ہوئی تھی۔ پھر تم اپنی ہوا پرستیوں میں لگ جاؤ گے جس طرح اگلے لوگ پھنس چکے ہیں اور یہ مصیبت تمکو برباد کر دیگی جس طرح اُن اگلوں کو برباد کر چکی ہے۔

ف

واقعی جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا کہ مسلمانوں پر زمین کشادہ ہو گئی۔ پہلے جس قدر افلاس وتنگدستی میں مبتلا تھے ویسا ہی بعد کو اُن میں دولت وآرایش کے سامان مہیا ہو گئے پھر اسی دولت وتنعم

نے مسلمانوں میں بداخلاقیاں. دستی ۔ کاہلی کم دلی ۔ بے صبری وغیرہ باتیں) آگئیں جنہوں نے اُن کو تباہ کر دیا جیسا کہ فی زمانہ دیکھا جا رہا ہے۔

پیشنگوئی

(۲۳)

کسریٰ کے ہلاک ہونے کے بعد پھر کوی کسریٰ نہ ہوگا

(۲۴)

قیصر کے ہلاک ہونیکے بعد پھر کوئی قیصر نہوگا اور ان دونوں کے خزانے مسلمانوں کو ملیں گے

البخاری عن جابر بن سمرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ھلک کسریٰ فلا یکون کسریٰ بعدہ وقیصر لیھلکن ثم لا یکون قیصر بعدہ ولتقسمنّ کنوزھما فی سبیل اللہ

بخاری نے جابر بن سمرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کسریٰ (شاہ ایران) ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوی کسریٰ نہ ہوگا اور البتہ قیصر بھی ہلاک ہوگا پھر اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا اور تم (مسلمان) لوگ

ان دونوں بادشاہوں کے خزانہ کو
اللہ کی راہ میں تقسیم کرو گے۔

ف

حدیث شریف میں تین پیشنگوئیاں ہیں۔

پہلی پیشنگوئی

کسریٰ بادشاہ ایران ہلاک ہوگا اور پھر کوئی شماسی بادشاہ کسریٰ کے لقب سے ایران کا فرمانروانہ ہوگا۔

دوسری پیشنگوئی

قیصر روم ہلاک ہوگا اور اس کے بعد پھر کوئی قیصر روم میں نہ ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ روم و ایران دونوں کی زبردست سلطنتیں مسلمانوں کے قبضہ میں آگئیں نہ ایران میں کسرےٰ کے بعد کوئی کسریٰ ہوا، نہ روم میں قیصر کے بعد کوئی قیصر ہوا۔

روم میں بجائے قیصر کے سلطان اسلام اور ایران میں بجائے کسرےٰ کے کجکلاہ ایران فرمانروا ہے۔

تیسری پیشنگوئی

روم و ایران کے خزانے غازیان اسلام پر تقسیم ہوں گے چنانچہ جہاد فارس میں پینتیس ۳۵ ہزار مسلمانوں کا لشکر تھا اور فتح کے بعد غنیمت میں ہر ایک سپاہی کو بارہ ہزار درم ملے تو اس حساب سے کل رقم بیالیس کروڑ سے کچھ اوپر ہوتی ہے

پیشنگوئی

(۲۵)

میری امت میں جنگ شروع ہو جانیکے بعد پھر کبھی ختم نہ ہوگی

ابو داؤد و الترمذی عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا وضع السیف فی امتی لم یرفع عنها الی یوم القیامۃ

ابو داؤد اور ترمذی نے ثوبان سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب میری امت میں تلوار درمیان میں آجائیگی تو پھر قیامت تک ختم نہ ہوگی نہ رفع ہوگی۔

ف

یہ ایک صریح پیشینگوئی ہے۔ مسلمانوں میں حضرت علی رضہ کے عہد خلافت میں رفع خلافت کے لئے تلوار سے کام لیا گیا۔ مدتوں جنگ رہی۔ ہزاروں جانیں ضائع ہوئیں مگر کچھ مفید نتیجہ نہ نکلا اور عناد کی بنیاد ایسی راسخ ہو گئی۔ جس کا مٹنا ناممکن ہے اور جیسا کہ اس حدیث کا منشا ہے مسلمانوں میں ہمیشہ جنگ وجدال رہے گا۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ کوئی لمحہ خالی نہ ہو گا اور مسلسل

جنگ وشمشیر زنی ہوتی رہے گی بلکہ اس کا منشا یہ ہے کہ عناد ایسا راسخ ہو جائیگا کہ قیامت تک جب جب موقع ملے گا جنگ وخونریزی ہوتی رہے گی اور لسانی جنگ کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

پیشنگوئی

(۲۶)

مسلمانوں کی سلطنت مشارق و مغارب میں پھیل جائیگی

(۲۷)

مسلمانوں کو دو خزانے سرخ و سپید ملیں گے

(۲۸)

مسلمانوں پر کوئی ایسا دشمن مسلط نہ ہوگا جو انکو نیست و نابود کردے

(۲۹)

مسلمان ایسے قحط عام میں مبتلا نہ ہوں گے کہ سب کے سب مرجائیں

(۳۰)

مسلمانوں میں اختلاف و نزاع پیدا ہو کر کبھی موقوف نہ ہوگا

مسلم و ابوداؤد
عن ثوبان قال قال
رسول الله صلی الله
علیه وسلم ان الله
زوی لی الارض فرأیت
مشارقها ومغاربها
وان امتی سیبلغ ملکها
ما زوی لی منها واعطیت
الکنزین الاحمر والا
بیض وانی سألت
ربی ان لا یهلك
امتی بسنة عامة
ولا یسلط علیهم
عدوا فیستبیح بیضتهم
وان ربی تعالی قال

مسلم اور ابوداؤد نے ثوبان سے
روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ البتہ اللہ تعالے
نے میرے واسطے زمین کو لپیٹ دیا
یعنی زمین کو سمیٹ کر میرے سامنے
کر دیا تو میں نے زمین کا پورب
پچھم دیکھ لیا سو جہاں تک میں نے
دیکھا ہے وہاں تک میری امت کی
بادشاہی پہونچیگی اور مجھکو دو خزانے
سرخ و سپید ملے اور میں نے
اپنے پروردگار سے سوال کیا کہ
میری امت کو عالمگیر قحط سے ہلاک
نکرے اور اس کے سوا اور کسی دشمن
کو اُن پر غالب نکرے جو اُن کی جڑ بیڑ
کو اُکھاڑ ڈالے اور البتہ میرے

یا محمد اذا قضیت قضاءً فانہ لا یرد وانی اعطیتك لامتك ان لا اھلکھم بسنة عامة ولا اسلط علیھم عدوا من سوی انفسھم فیستبیح بیضتھم ولو اجتمع علیھم من باقطارھا حتی یکون بعضھم یھلك بعضاً

برتر پروردگار نے فرمایا ہے کہ اے محمد! جب میں کسی چیز کا حکم کرتا ہوں تو اس کو، کوئی ٹال نہیں سکتا اور البتہ میں نے تجھکو دیا یعنی تجھپر احسان کیا کہ ان کو عالمگیر قحط سے نہ مارونگا اور ان کے کسی دشمن کو اُن پر غالب نکرونگا اس طرح پر کہ اُن کی جڑ پیڑ کو اکھاڑ ڈالے اگرچہ اُن پر تمام دنیا کے اطراف کے کافر جمع ہو کر آئیں یہاں تک کہ خود اس امت کے بعض لوگ بعضوں کو ہلاک کریں۔

ف

اس حدیث میں چھ پیشنگوئیاں ہیں۔

پہلی پیشنگوئی

مشرق و مغرب میں مسلمانوں کی سلطنت کا پھیلنا چنانچہ مشرق سے مغرب تک یعنی چینا سے اندلس تک مسلمانوں کی قاہرہ سلطنت پھیل گئی تھی۔ ایشیا، یورپ اور افریقہ کے وسیع قطعات اسلامی خلافت کے زیر نگیں ہو چکے تھے۔ بعض ممالک جو زمانہ خلافت میں مفتوح نہیں ہوے ان کو مسلمانوں کی آنے والی نسلوں نے فتح کیا۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ "میں نے پورب پچھم (مشرق و مغرب) کو دیکھ لیا

اور جہاں تک میں نے دیکھا ہے وہاں تک میری امت کی بادشاہی ضرور ہوگی" پس اس پیشنگوئی کی عظمت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی سلطنت مشرق و مغرب ہی میں زیادہ پھیلی اور جنوب و شمال میں انہوں نے کم ترقی کی۔ اس کتاب کے حصہ اوّل میں ایسی ہی ایک پیشنگوئی ہم نے قرآن کی لکھی ہے تو گویا حدیث انس کی شرح ہوگی۔

دوسری پیشنگوئی

مسلمانوں کو دو خزانے سرخ و سپید یعنی سونا و چاندی ملیں گے اور یہ ظاہر ہے کہ فتوحات میں چاندی و سونا اس قدر مسلمانوں کو ملا جس کا اندازہ دشوار ہے

تیسری پیشنگوئی

مسلمانوں پر اُن کا کوئی ایسا دشمن (کفار سے) اس طرح غالب نہ ہوگا کہ وہ نیست و نابود ہو جائیں۔

اُن کی دشمن تو ساری دنیا تھی حتیٰ کہ تمام یورپ نے متفقہ قوت سے مسلمانوں کے نیست و نابود کرنے پر کمر باندھی اور دو سو برس تک جنگ رہی۔ پھر بھی مسلمانوں کو نابود نہ کرسکے بلکہ وہ اور بڑھتے رہے۔ اسی ضمن میں یہ پیشنگوئی بھی صادق آگئی کہ امت کے بعض لوگ بعض کو تباہ کریں گے۔ خواہ خود ہلاک کریں یا بواسطۂ کفار۔ پہلی مثالیں تو کثرت سے ہیں اور دوسری مثالوں میں سے ایک یہ ہے کہ ابن علقمی وزیر اور نصیر الدین طوسی نے محض بدنفسی سے ہلاکو خاں اور تاتاریوں سے سازش کر کے خلافت عباسیہ

کو تباہ و تاراج کرایا یعنی مسلمانوں کو مسلمانوں ہی کی وجہ سے بربادی نصیب ہوی۔

چوتھی پیشنگوئی

مسلمانوں کا مسلمانوں ہی کے ہاتھوں نابود ہونا۔ جیسا کہ گذر چکا مسلمانوں کے جتنے خاندانوں اور اسلامی سلطنتوں کو نیستی کا منھ دیکھنا پڑا وہ اپنے ہی ہاتھوں۔

پانچویں پیشنگوئی

امم سابقہ کی طرح امت محمدیہ کبھی ایسے قحط عام میں مبتلا نہ ہوگی کہ سب کے سب مرجائیں بلکہ یہ امت خیر الامم دنیا رہے تک قائم رہے گی۔

چھٹویں پیشنگوئی

امت محمدیہ میں آپس کا اختلاف۔ فتنہ و فساد اور قتل و نزاع کبھی موقوف نہ ہوگا

پیشنگوئی

(۳۱)

قسطنطنیہ ضرور فتح ہوگا

احمد باسناد حسن	امام احمد نے باسناد حسن اور حاکم نے

والحاکم عن بشر غنوی قال قال رسول اللہ صلعم لتفتحن القسطنطنیۃ ولنعم الامیر امیرھا ولنعم الجیش جیشھا	بشر غنوی سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ البتہ قسطنطنیہ ضرور فتح ہوگا اور اس کا (فاتح) امیر اچھا امیر اور اس کا لشکر اچھا لشکر ہوگا۔

ف

امام احمد رحمہ اللہ کا انتقال ۲۴۱ھ[1] میں ہوا، اور اُن کے انتقال کے چھ سو سولہ[۶۱۶] برس کے بعد ۸۵۷ھ میں یہ پیشنگوئی پوری ہوئی جب کہ سلطان ابوالفتح محمد خان غازی فاتح نے نہایت دھوم دھام سے اس زبردست شہر کو فتح کیا اور اسکی تفصیل کتب تاریخ میں موجود ہے۔

پیشنگوئی

(۳۲)

علم کا اُٹھ جانا۔ زنا و میخواری کی کثرت

عورتوں کی بہتایت۔ مردوں کی قلت

الشیخان عن انس قال	بخاری و مسلم نے انس رض سے روایت

[1] اتحاف النبلاء للسید صدیق الحسن خاں قنوجی ثم بھوپالی ۱۲

سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول انّ من اشراط الساعۃ ان یرفع العلم ویکثر الجھل ویکثر الزنا ویکثر شرب الخمر ویکثر النساء حتی یکون لخمسین امرءۃ القیم الواحد

کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوے سنا ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم اُٹھ جاوے گا اور جہالت کی کثرت ہوگی اور زنا زیادہ ہوجائیگی اور شرابخواری بڑھجائیگی اور عورتیں اتنی بہت ہو جائینگی کہ پچاس عورتوں کی خبر گیری کرنے والا ایک مرد ہوگا

ف

حدیث شریف میں پانچ پیشینگوئیاں ہیں۔

(۱) علم کا اُٹھ جانا اور علم سے علم شریعت مراد ہے۔ اس وقت علم شریعت بہت کم ہوگیا ہے اور روزبروز کم ہوتا جاتا ہے۔ اسی طرح کم ہوتے ہوتے قریب قیامت مفقود ہو جاوے گا۔

(۲) جہالت کی کثرت جو فقدان علم کو لازم ہے۔

(۳) کثرت زنا۔ زنا سے کوئی زمانہ خالی نہیں رہا ہے اور ابتدائے اسلام سے پہلے تو گویا تمام عالم زنا و شراب کا دلدادہ تھا۔ اسلام نے بہت کچھ اسکو دبا دیا۔ جب اسلامی حکومت کمزور ہوئی اور یورپ نے آزادی کا طریقہ اختیار کیا تو زنا اور شراب خواری کو پھر ترقی ہونے لگی اور روز بروز ہوتی جاتی ہے۔ یورپ و امریکہ میں اس آزادی کو جو عام ترقی ہوئی اور ہو رہی ہے وہ دنیا پر آفتاب سے زیادہ روشن ہے اور پیرس تو اسبارہ میں ناموری کا خاص تمغہ حاصل کر چکا ہے

ان مستیوں اور عیاشیوں نے ملک کے ملک کو نکما کر دیا ہے اور اب وہ دن بہت نزدیک ہے کہ فرانس کسی مصرف کا نہ رہے اور اپنی ساری طاقت آزادیوں میں سلب کر کے دوسری سلطنتوں میں ہضم ہو جائے۔

(۴) شراب خواری کی کثرت اور یہ بھی نتیجہ آزادی ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے اہل یورپ اور ان کے مقلدین میں شراب خواری نہ صرف عام بلکہ عین تہذیب ہے

(۵) عورتوں کی کثرت، مردوں کی قلت۔ مردم شماری سے معلوم ہوتا ہے کہ عرصہ سے ہندوستان میں لڑکیاں زیادہ پیدا ہوتی ہیں، لڑکے کم، مرد زیادہ ہوتے ہیں عورتیں کم اور یہ بات شرفا ہی میں زیادہ دائر ہے۔ خدانخواستہ ایسا ہی رہا تو وہ زمانہ بہت جلد آنے والا ہے کہ واقعی پچاس عورتوں کا خبرگیر ایک مرد ہوگا۔ یا شاید حدیث کا مطلب یہ ہو کہ مرد زیادہ مرینگے اور عورتیں کم تو اس صورت میں مردوں کی قلت، عورتوں کی کثرت لابد ہے جو شرفاء ہندوستان میں خاصکر ایک حسرتناک مشاہدہ ہے۔

یہ تو ہندوستان کا حال ہے۔ یورپ میں تو عورتوں کی اس قدر زیادتی ہوتی جاتی ہے کہ بعض عقلائے ولایت نے گھبرا کر مضمون لکھہ مارے کہ اگر عورتوں کی تعداد اسی طرح بڑھتی رہی تو ہزاروں عورتوں کو شوہر نہ ملیں گے اور تعدد ازدواج کو جو اسلام کا نامبارک مسئلہ کہا جاتا ہے ناگزیر یورپ میں جاری کرنا پڑے گا۔

یہاں اس بیان سے مقصود یہ ہے کہ جب یہ سب امور ایک وقت میں اس طرح ہونے لگیں تو قیامت قریب ہے۔

پیشنگوئی

(۳۳)

ایک شہر ہوگا جس میں دوزخ کی طرف بلانیوالے لوگ ہوں گے

الشیخان عن حذیفۃؓ قال
کان الناس یسئلون
رسول اللہ صلعم عن
الخیر وکنت اسئلہ
عن الشر مخافۃ ان
یدرکنی قلت
یا رسول اللہ انا کنا
فی جاھلیۃ و شر فجاء نا
اللہ بھذا الخیر
فھل بعد ھذا الخیر
من شر قال نعم قلت
وھل بعد ذالک الشر من خیر قال نعم
وفیہ دخن قلت وما دخنہ۔

بخاری ومسلم نے حذیفہؓ سے روایت
کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ لوگ
رسول اللہ صلعم سے خیر کے بارہ میں
پوچھتے تھے اور میں آپ سے شر کا
حال دریافت کرتا تھا اس خوف سے
کہ مبادا مجکو نہ پہونچے۔ میں نے کہا یا
رسول اللہ! ہم جاہلیت اور بدی میں تھے
تو اللہ نے ہم کو یہ خیر عنایت کیا تو کیا اس
خیر کے بعد بھی شر ہے آپنے فرمایا
ہاں میں نے عرض کیا پھر اس شر کے بعد بھی خیر ہوگا آپنے
فرمایا ہاں اور اس میں کدورت ہوگی۔ میں نے
عرض کیا اور اس کی کدورت کیا ہے؟
آپنے فرمایا کہ لوگ میری سنت کے خلاف راہ اختیار کرینگے اور میری

قال قوم يستنّون بغير سنّتي ويهدون بغير هدي تعرف منهم وتنكر قلت فهل بعد ذالك الخير من شر قال نعم دعاة على ابواب جهنم من اجابهم اليها قذفوه فيها قلت يا رسول الله صفهم لنا قال هم من جلدتنا ويتكلمون بالسنتنا قلت فما تامرني ان ادركني ذلك قال تلزم جماعة المسلمين وامامهم قلت فان لم يكن لهم جماعة ولا امام قال فاعتزل تلك الفرق كلها ولو ان تعضّ باصل شجرة حتى يدركك الموت وانت على ذلك۔

عادات کے خلاف اُن کی عادتیں ہونگی تو ان کو پہچانے گا میں نے عرض کیا پھر اس خیر کے بعد بھی شر ہوگا فرمایا ہاں دوزخ کے دروازوں کے بلانیوالے ہوں گے جو شخص ان کی بات کو قبول کرے گا اس کو اس میں ڈال دینگے میں نے عرض کیا یارسول اللہ ان لوگوں کا حال ہم سے بیان فرمائیے۔ آپ نے فرمایا وہ ہماری قوم سے ہوں گے اور ہماری زبانوں سے باتیں کرینگے میں نے کہا اگر مجکو یہ وقت ملے تو آپ مجکو کیا حکم دیتے ہیں فرمایا تم مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو لازم پکڑنا میں نے کہا اگر ان کے امام اور جماعت نہ ہو، فرمایا تب ان سب فرقوں سے الگ رہنا اگرچہ مرتے وقت تک تجکو درخت کی جڑ چبانی پڑے۔

سائل نے سوال کیا کہ ہم جاہلیت سے اسلام میں آئے کیا اس کے بعد پھر کوئی شر ہوگا؟

جاہلیت و اسلام دونوں عام ہیں تو جواب میں بھی بالضرور عام چیز کی خبر ہوگی تشخصی امور کا مراد لینا قرین قیاس نہیں ہے پس آنحضرت نے جو خبر دی اس میں تین پیشینگوئیاں ہیں اور ان تینوں کو لامحالہ عام ہونا چاہیئے۔

(۱) پہلے خیر کے بعد شر ہونے سے مذہب میں فلسفہ کا مخلوط ہونا مراد ہے جیسا کہ معتزلہ نے کیا۔

(۲) پھر آپ نے فرمایا کہ اس شر کے بعد خیر ہوگا مگر اس میں کدورت یہ ہوگی کہ مسلمانوں کا ایک گروہ سنت رسول اللہ صلعم کے خلاف عمل کرے گا۔ اس خیر سے مراد مذہب کو باطل عقائد سے پاک کر کے صحیح عقائد کو رواج دینا ہی اور اس میں کدورت یہ ہے کہ بعض عقائد اس طرح بیان کیئے گئے جو صریح سنت کے خلاف ہیں مثلاً ایمان کا بسیط ہونا وغیرہ ذالک۔

(۳) پھر اس خیر کے بعد ایک شر ہوگا جس میں دوزخ کی طرف بلانے والے لوگ ہوں گے۔ یہ زمانۂ موجودہ کی حالت ہے جس میں ایک جماعت یہ کوشش کر رہی ہے کہ عقائد اسلام میں انتخابے تبدیلی پیدا کرے اور اس خیال کی ایک بہت بڑی جماعت ہو گئی ہے اور وہ بڑھتی جاتی ہے یہ نتیجہ ہے یورپ کی قوت اور نئے علوم کی اشاعت کا اور اگر یہی حالت رہی تو یہ خیال تمام عالم کو گھیرلے گا الاماشاء اللہ ۱۲

پیشنگوئی

(۳۴)

ایک گونگا بہرا اندہا فتنہ ہوگا جو عرب کو بھر دیگا

الترمذی و ابن ماجہ عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلعم ستکون فتنۃ تستنظف العرب قتلاھا فی النار اللسان فیھا اشد من وقع السیف وابو داؤد عن ابی ھریرۃؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ستکون فتنۃ صمّاء بکماء عمیاء من اشرف لھا استشرفت لہ

ترمذی اور ابن ماجہ نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عنقریب ایک بڑا فتنہ پیدا ہوگا جو تمام عرب کو بھر دے گا۔ اس کے مقتول دوزخ میں جائینگے۔ اس فتنہ میں زبان کھولنی تیغ زنی سے زیادہ سخت ہوگی۔ اور ابو داؤد نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب ایک گونگا بہرا، اندہا فتنہ پیدا ہوگا۔ جو کوئی اس کی طرف دیکھیگا اس کو اپنی طرف کھینچ لے گا۔

ف

فتنہ کے گونگے، بہرے، اندھے، ہونے سے یہ مراد ہے کہ فتنہ کرنیوالے

اندھا دُھند ہ کارروائی کرینگے ۔ نہ کوئی حق بات کہیگا نہ حق بات سنیگا۔

اس فتنہ سے فتنہ قرامطہ مراد ہے جن کو لوگ اسلام کا ایک فرقہ خیال کرتے ہیں حالانکہ ان کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

قرامطہ کی اجمالی تاریخ یہ ہے کہ ایک گمنام شخص اطراف خجستان سے آیا اور عجیب تقدس کے ساتھ مقام نہرین میں جو، خوالی کوفہ میں سے ہے فروکش ہوا۔ سالہاسال میں جب اس نے اپنے عجیب وغریب تقدس کا جال خوب بچھالیا تو اپنے آپ کو پوشیدہ امام کا نقیب ظاہر کیا۔ اس دعوے کا کرنا تھا کہ لوگ اس کی طرف جھک پڑے اور اس کے مریدوں کی تعداد روز بروز بڑھنے لگی اور اس نے دنیا میں اپنا ایک جداگانہ مذہب اور ایک خطرناک گروہ قائم کرلیا اس گمنام شخص نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا مگر ایک روز بیمار ہو جانے کے سبب سے بنیئے کے لدو بیل پر جس کا نام کرمیتہ تھا سوار ہو کر گھر گیا۔ اس مناسبت سے کرمیتہ اس کا نام پڑا جو رفتہ رفتہ بگڑ کر عربی میں قرامطہ ہو گیا۔

قرامطہ کے جانشینوں میں ابتداءً ابوسعید نے ۲۸۶ھ میں ہتھیار اُٹھائے اور اس کو یہاں تک ترقی ہوئی کہ ہر طرف تاخت و تاراج کرنے لگا۔ سارے بحرین میں ہلچل پڑگئی اور ہر ہر گاؤں میں قرامطہ کا سکہ بیٹھ گیا۔

ایک دفعہ قرامطہ نے شہر بعلبک پر حملہ کر کے تمام باشندوں کو چن چن کر قتل کر ڈالا پھر شہر سلیمہ پہونچے۔ شہر والوں نے چارہ کار نہ دیکھکر اطاعت اختیار کی اور قلعہ کا دروازہ کھولدیا۔ قرامطہ نے داخل قلعہ ہوتے ہی قتل عام کا حکم نافذ کیا اور جب تمام انسان قتل ہو چکے تو ان کی خونخوار تلواریں جانوروں پر جھک پڑیں۔ مکتبوں اور مدرسوں میں گھس گھس کر معصوم بچوں کو قتل کیا اور جب کوئی متنفس نہ رہا تو اطراف وجوانب کے گاؤں میں قتل عام کرنے لگے۔

حاجیوں کا ایک سب سے بڑا قافلہ بغداد و عراق سے حجاز کو جا رہا تھا اس پر یکایک ٹوٹ پڑے تمام سعز ز و گرانمایہ لوگوں کو عورتوں سمیت گرفتار کر لیا اور پھر سب کو لوٹ پاٹ کر محتاج و بے زر ریگستان میں چھوڑ چل دئے جہاں اُن بیچاروں نے بھوک پیاس سے دھوپ میں جھلس جھلس کر اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جانیں دیں یہ مشتے نمونہ از خروارے تھا۔ غرض کہ ان پاجیوں کے مظالم کی تاب نہ لا کر تمام ملک چیخ اٹھا تھا اور یہ ایک ایسا فتنۂ عظیم تھا جس نے کل عرب کو تہ و بالا کر دیا تھا اور یہ ایک ایسی مصیبت تھی جس نے اسلام کی بنیاد تک کو ہلا دیا تھا۔ عرب کا گوشہ گوشہ ان کے تاخت و تاراج کا آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

آخر ٣٦٣ھ میں ابو یعقوب یوسف بن حسن جنابی تراسی (٨٣) برس کی عمر میں دار البوار کو سدھارا قرامطہ میں پھوٹ پڑی اور اُن میں زوال شروع ہوا۔ خلق اللہ کو چین ملا۔

قرامطہ کی مفصل تاریخ اور ان کے دل دہلا دینے والے واقعات تصریح کے ساتھ کتب تواریخ میں مندرج ہیں۔ مولوی عبد الحلیم صاحب شرر لکھنوی کی کتاب تاریخ سندھ جلد دوم میں بھی اس کی تفصیل موجود ہے۔

امام ابن ماجہؒ کی وفات ٢٠٩ھ میں ہوئی۔ امام ترمذیؒ نے ٢٧٩ھ ہجری میں انتقال فرمایا۔ امام ابو داؤدؒ نے ٢٧٥ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ یہی لوگ اس حدیث (پیشنگوئی) کے راوی ہیں اور ان سب کے انتقال بعد ٢٨٠ھ ہجری میں قرامطہ کا ظہور ہوا اور تقریباً ساٹھ برس کے بعد ان کے اعجوبۂ روزگار فتنوں کا سلسلہ شروع ہوا۔

پیشنگوئی

(۳۵)

ایک زمانہ میں لوگ امانت کو غنیمت سمجھینگے

(۳۶)

زکوٰۃ وصدقات کو تاوان سمجھیں گے

(۳۷)

علوم دین کو نہ دین کیلئے پڑھینگے نہ پڑھائیں گے

(۳۸)

فاسق لوگ سردار قوم ہوں گے

(۳۹)

طوائف کی کثرت ہوگی

۴۰

پچھلے لوگ اگلوں پر لعنت کریں گے

الترمذی عن ابی ہریرۃؓ قال	ترمذی نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ

قال رسول اللہ صلعم اذا
اتخذ الفیء دولا والامانۃ
مغنما والزکاۃ مغرما
وتعلم لغیر الدین
واطاع الرجل امرأتہ
وعق امہ وادنی صدیقہ
واقصی اباہ وظہرت
الاصوات فی المساجد
وساد القبیلۃ فاسقہم
وکان زعیم القوم
ارذلہم واکرم الرجل
مخافۃ شرہ
وظہرت القینات
والمعازف وشربت
الخمور ولعن آخر
ہذہ الامۃ
اولہا فارتقبوا
عند ذلک ریحا حمراء
وزلزلۃ وخسفا ومسخا
وقذفا وآیات تتابع کنظام
قطع سلکہ فتتابع -

صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب غنیمتیں دولت
شمار کی جائیں اور امانت غنیمت ہو جائے
اور زکات تاوان سمجھی جائے اور علم
غیر دین کے لئے سکھایا جائے اور
مرد اپنی بی بی کا تابعدار ہو جائے اور
اپنی ماں کے خلاف کرے اور اپنے
باپ کو دور کرے اور مسجدوں میں
آوازیں بلند ہونے لگیں اور قوم کا
سردار اُن میں کا فاسق ہو اور قوم کا
رئیس اُن میں کا کمینہ ہو اور مرد کی تعظیم
اس کی برائی کی ڈر سے کیجائے اور
رنڈیاں اور باجے عام ہو جائیں اور
شرابیں پی جائیں اور پچھلے لوگ اپنے
اگلوں پر لعنت کرنے لگیں (جب یہ
سب باتیں پیدا ہو جائیں) تو اس وقت
سرخ ہوا اور بھونچال اور زمین میں
دھنس جانے اور صورتوں کے مسخ
ہو جانے اور پتھروں کے برسنے
کا انتظار کرو اور ان کے علاوہ اُن
نشانیوں کے بھی منتظر رہو۔ جو پے در پے
پہونچیگی جیسے جواہر کی لڑی کہ ڈورا اسکا

ٹوٹ جائے تو دانے باہم گرنے لگیں

ف

(۱) غنیمت کو اپنی دولت شمار کرنا اور غنیمت وہ مال ہے جو شرعی جنگ میں مسلمانوں کو غنیم سے دستیاب ہو۔

(۲) امانت کو غنیمت سمجھنا اور یہ مشاہدہ ہے کہ امانت میں خیانت کرنی عموماً اور مسلمانوں میں خصوصاً کثرت سے شائع ہے۔

(۳) زکوٰۃ و صدقات کو تاوان سمجھنا۔ ایک جماعت مسلمانوں کی جو اصول دین سے بے خبر ہے ٹیکس سرکاری کے ہوتے ہوئے زکات کو تاوان سمجھتی ہے معاذ اللہ

(۴) علم کا دین کے لئے نہ پڑھنا نہ پڑھانا اور یہ بات آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ علم پڑھتے ہیں تو دنیا کے لئے اور یہی وجہ ہے کہ علوم دین کی تعلیم دنیا میں ہر جگہ کم ہوتی جاتی ہے۔

(۵) مردوں کا اپنی بی بیوں کے تابع ہو جانا۔ یورپ و امریکا میں تو عموماً مرد، عورتوں کے فرماں بردار ہیں اور اسلامی ممالک میں وہ لوگ بھی ایسے ہی ہیں جو تابع تہذیب یورپ ہیں۔ پس جہاں تک تہذیب یورپ وسیع ہوگی یہ صفت ترقی کرتا جائے گا۔

(۶) ماں کی نافرمانی کرنی۔ یہ نتیجہ آزادی ہے اور جس قدر آزادی جہل کے ساتھ زیادہ ہوگی۔ اسی قدر ان امور میں ترقی ہوگی۔

(۷) باپ کو دور کرنا۔ یہ اس لئے کہ اس کی مشفقانہ نصیحت سے اپنے کو محفوظ رکھیں۔ اور آزادی سے اپنے ہم مذاقوں کے ساتھ ناملائم اشتغال میں بسر کریں۔

(۸) بدوست کو نزدیک کرنا یعنی ہم مذاقوں کی ہم صحبتی۔ اس زمانہ کی یہ حالت ہی کہ نیک کاموں میں مشکل سے کوئی ہمخیال ہوتا ہے اور برے کاموں میں فوراً ہمخیال پیدا ہو جاتے ہیں جیسا کہ رقص و سرود، اور قمار و شراب میں دیکھا جاتا ہے۔

(۹) مسجدوں میں آوازوں کا بلند ہونا یعنی دنیاوی جھگڑوں اور قضایا کا ہونا

(۱۰) فاسقوں کا سردار قوم ہونا۔ قوم و قبائل کے اکثر سردار فاسق ہی دیکھے جاتے ہیں۔

(۱۱) کمینہ لوگوں کا پیشرو قوم ہونا۔

ہماری بستی قصبہ **چریاکوٹ** ہندوستان کے مشہور و معروف قصبات سے ہے جو ہمیشہ سے معدن علم و فضل اور منبع علما و فضلا رہا ہے کوئی دور ایسا نہیں رہا کہ سات آٹھ مشاہیر علماء وہاں موجود نہ ہوں۔ ہمارے زمانۂ طفلی میں بھی سات جیّد عالم موجود تھے جن سے محفل فضل روشن اور بازار درس و تدریس گرم رہتا تھا۔ ان میں سے مولوی علی عباس۔ مولوی نجم الدین۔ مولوی عنایت رسول۔ مولوی محمد فاروق۔ اور مولوی محمد اعظم سرآمد روزگار تھے۔ مگر باوجود اس کے ہم نے دیکھا کہ ۱۳۰۵ھ میں بعض اوقات ساوات بنو ہاشم نے باوجود فضل کے نماز جمعہ میں ایک جاہل نوربافت گر حافظ کی اقتدا کرلی۔

(۱۲) مرد کی تعظیم اُس کی بُرائی کے خوف سے کرنی۔ بلا شک اب تو زیادہ تر وہی لوگ مستحق تعظیم اور قابل اکرام ہیں جن کی ذات سے نقصان کا اندیشہ ہو۔

(۱۳) طوائف کی کثرت۔ اس سے کوئی شہر خالی نہیں ہے اور علی الاکثر ان سے اختلاط عیب نہیں سمجھا جاتا۔ سنا گیا ہے کہ جب لکھنؤ کی حکومت قائم تھی

تو امراء کے بچے تہذیب و اخلاق سیکھنے کے لئے طوائف کے پاس بھیجے جاتے تھے۔ یہ تو اب ہی کہ علی العموم اولیائے کرام کے عرسوں میں طوائف طلب کی جاتی ہیں اور ان کے رقص و سرود سے مجلس حال و قال کی رونق بڑہائی جاتی ہے۔

(۱۴) مزامیر کی کثرت جو رقص کا ضمیمہ ہے۔

فی الحال ایک آلہ ایجاد ہوا ہے جس میں آواز طبع ہو جاتی ہے اور جب خاص طریقہ پر اس میں حرکت پیدا کی جاتی ہے تو وہ آواز بعینہٖ ویسی ہی سنائی دیتی ہے جیسی کہ وہ طبع ہوی تھی۔

اب بحث یہ ہے کہ اس آلہ (گراما فون) میں قرآنی آیات کو بھرنا جائز ہے یا نہیں یہ آلہ کوئی باجا نہیں ہے ہاں باجے کی آواز بھری جائے تو ویسی ہی سنائی دیگی ظاہر تو یہ ہے کہ اگر قرآن کی آیات بغرض شرعی گراما فون میں طبع کیجائیں بشرطیکہ کوئی شرعی ادب متروک نہ ہو تو جائز ہے۔ اور اگر کوئی شرعی غرض نہو باآنکہ آداب شرعیہ متروک ہوں تو جائز نہیں ہے بموجب اس آیت کے کہ، جو لوگ قرآن کو مشغلۂ لہو و لعب بنائیں تم اُن کے پاس سے اُٹھ جاؤ۔

(۱۵) شراب کا علانیہ پینا۔ بعض ممالک کے مسلمانوں میں زیادہ رائج ہے۔ ہندوستان کے جدید تہذیب والے مسلمان بھی اس کے بہت دلدادہ ہوتے جاتے ہیں اور یہ رواج ترقی پر ہے۔

(۱۶) پچھلے لوگوں کا اگلوں پر لعنت کرنا مثلاً شیعی خلفائے راشدین۔ صحابۂ کرام ازواج مطہرات اور بعض دیگر اقربائے رسول و اکابر صحابہ کو برا کہتے ہیں گالیاں دیتے ہیں اور اُن پر لعنت کرنے کو موجب ثواب سمجھتے ہیں۔

اسی طرح خوارج ختنین اور اُن کے اتباع کو برا کہتے ہیں اور اسی طرح نواصب حضرت علی اور اُن کے گروہ دلواحق کو فاسق سمجھتے ہیں۔

ان پیشینگوئیوں کے بعد رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب یہ سب باتیں ظاہر اور وقوع پذیر ہو جائیں تو پانچ باتوں کے انتظار میں رہنا۔

(۱۷) زلزلوں کی کثرت۔

(۱۸) زمین میں دھنس جانا۔

(۱۹) سرخ ہوا کا چلنا۔

(۲۰) صورتوں کا مسخ ہو جانا یعنی اُن کی طبیعتوں اور سیرتوں کا بالکل کایاپلٹ ہو جانا کہ وہ بالکل انسانیت سے گذر جائینگے۔

(۲۱) پتھروں کا برسنا۔

حدیث قدسی کا مطلب یہ ہے کہ (۱۶) پیشینگوئیوں تک جو امور بیان کئے گئے ہیں جب اُن سب کا ظہور ہو لے اور بداخلاقیاں انتہائے حد کو پہونچ جائیں تو اس وقت اُن پانچ چیزوں کا انتظار کرو جن کا ذکر (۱۷) پیشینگوئی سے آخر تک کیا گیا ہے اور یہ جو آخر کی پانچ چیزیں ہیں اُن کے بعد اور بھی نشانیاں ہیں جن کی نسبت حدیث میں ہے کہ وہ پے در پے اس طرح ظاہر ہونگی جس طرح لڑی کا ڈورا کاٹ دینے کے بعد موتی پے در پے گرنے لگتے ہیں۔ لیکن آخر الذکر پانچوں امور ہنوز ظاہر نہیں ہوئے ہیں نہ پے در پے دوسری نشانیاں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سولہ امور سابقہ کا ظہور بطریق اکمل آئندہ ہونیوالا ہے اس کے بعد آخری علامات ظاہر ہوں گی۔ اور پھر قیامت آئیگی۔

پیشنگوئی

(۱۸)

توپ۔ بندوق۔ ہوائی جہاز۔ ریڈیم۔

مسلم عن ابن مسعودؓ قال ان الساعة لا تقوم حتے لا یقسم میراث ولا یفرح بغنیمة ثم قال عدوّ یجمعون لاهل الشام ویجمع لهم اهل الاسلام فیتشتر المسلمون شرطة للموت لا ترجع الا غالبة فیقتتلون حتی یحجز بینهم اللیل فیفیٔ هولاء وهولاء کل غیر غالب وتفنی الشرطة ثم یتشرط المسلمون شرطة للموت لا ترجع

مسلم نے عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہؐ نے کہ بیشک قیامت نہ قائم ہوگی یہانتک کہ نہ بانٹی جائے میراث اور نہ خوش ہو کوئی بہ سبب غنیمت کے۔ پھر فرمایا کہ اہل شام سے لڑنے کے لئے دشمن لشکر جمع کریں گے اور مسلمان بھی ان دشمنوں سے جنگ کے لئے فوج جمع کرینگے پھر مسلمان اپنے لشکر میں سے ایک فوج منتخب کرینگے جو بلا فتح کئے مرنا قبول کرے مگر واپس نہ ہو پھر مسلمانوں اور کافروں میں قتال ہوگا۔ یہاں تک کہ ان دونوں کے درمیان میں رات حاجب ہوگی تو دونوں اپنے ڈیروں میں واپس ہوں گے اور کوئی غالب نہ ہوگا اور پہلی

الا غالبۃ فيقتتلون
حتى يحجز بينهم الليل
فيفئ هؤلاء وهؤلاء
كل غير غالب
وتفنى الشرطة ثم
يتشرط المسلمون شرطة
للموت لا يرجع الا غالبة
فيقتتلون حتى يمسوا
فيفئ هؤلاء وهؤلاء
كل غير غالب
وتفنى الشرطة فاذا
كان يوم الرابع
نهد اليهم بقية
اهل الاسلام فيجعل
الله الدبرة عليهم
فيقتتلون مقتلة
لم ير مثلها حتى
ان الطائر ليمر
بجنباتهم فلا
يخلفهم حتى
يخر ميتا فيتعاد بنو الاب

مرتبہ جو بھیجی گئی تھی وہ ماری جائیگی
پھر مسلمان ایک دوسری فوج
منتخب کریں گے جو مرنا قبول کرے
مگر بلا فتح کے واپس نہ ہو۔ پھر آپس میں
لڑیں گے یہاں تک کہ رات ان دو
کے درمیان میں حائل ہو گی اور کوئی
غالب نہ ہو گا اور وہ فوج سب مقتول
ہو جائیگی۔ پھر مسلمان ایک تیسری
فوج منتخب کریں گے جو مرنا قبول
کرے مگر بلا فتح کئے واپس نہ ہو
پھر مسلمان اور کفار لڑیں گے یہانتک
کہ شام ہو جائیگی تو یہ سب اپنے ڈیروں
کو واپس ہوں گے اور کوئی غالب
نہ ہو گا اور وہ فوج سب ماری جائیگی
پھر جب چوتھا دن ہو گا تو بقیہ سب
مسلمان کفار کی طرف جھک پڑینگے
تب اللہ تعالیٰ کفار پر شکست کی ہوا
چلائے گا پس مسلمان اور کفار لڑینگے
اور ایسی جنگ ہو گی کہ ویسی جنگ
کبھی نہ دیکھی گئی ہو گی۔ یہانتک کہ
پرندہ اُن کی طرف سے گذرنا چاہیگا

كانوا امائة فلا يجد من
بقي منهم الا الرجل
الواحد فباي غنيمة
يفرح او اي ميراث
يقسم فبيناهم
كذلك اذ سمعوا
بباس هو اكبر من
ذلك فجاءهم
الصريخ ان الدجال
قد خلفهم في ذراريهم
فيرفضون ما في ايديهم
ويقبلون فيبعثون
عشر فوارس طليعة
قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم
انى لاعرف اسماء
هم واسماء آبائهم
والوان خيولهم
هم خير فوارس
على ظهر الارض
يومئذ۔

تو گذرنے سے پہلے مردہ ہو کر گر پڑیگا
پھر ایک باپ کے بیٹے جو عدد میں سو ہونگے
اپنوں کو گننگے تو سوائے ایک مرد کے
کسی کو باقی نہ پائینگے ایسی حالت میں وہ
کس غنیمت سے خوش ہونگے اور کونسی
میراث تقسیم ہوگی پھر وہ لوگ اسی حال میں
ہوں گے کہ مسلمان ایک لڑائی کی خبر
سنینگے جو اس سے بھی بڑی ہوگی پھر
مسلمانوں کو ایک آواز سنائی دیگی
کہ دجال ان کے پیچھے ان کی اولاد
میں پہونچگیا ہے تو جو کچھ اُن کے
ہاتھوں میں ہو گا سب چھوڑ چھاڑ کر
دجال کی طرف متوجہ ہوں گے پھر
دس سوار بھیجینگے تا دشمن کے حال
سے مطلع ہوں (اس کے بعد)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
میں بے شک اُن کے نام اور اُن کے
باپوں کے نام جانتا ہوں اور اون کے
گھوڑوں کے رنگ پہچانتا ہوں
وہ اس وقت روئے زمین کے
تمام سواروں سے بہتر ہوں گے۔

ف

اس پیشینگوئی کا ہنوز وقوع نہیں ہوا ہے بلکہ قریب قیامت ہوگا اس حدیث میں ایک ایسی بات بیان کی گئی ہے جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے خود ایک پیشینگوئی ہے اور ایسی پیشینگوئی جو ظاہر ہو چکی ہے۔

بیان یہ کیا گیا ہے کہ " ایسی سخت لڑائی ہوگی کہ اڑنے والا جانور ان کے پاس سے گذر جانا چاہے گا تو گذرنے سے پہلے مرکر گر پڑے گا۔

آنحضرت علیہ التحیۃ والثنا کے زمانہ میں نیزہ۔ تلوار۔ خنجر۔ گرز اور تیر و کمان کی لڑائی تھی لیکن یہ آلات ایسے نہیں ہیں کہ اُن کی لڑائی میں طیور کا گزرجانا ناممکن ہو تیر میں اگرچہ فی الجملہ اس کی صلاحیت ہے مگر اُسی وقت جب اس کے مارنے کا ارادہ کیا جائے اور خونخوار لڑائی کے وقت گذرنے والے طائر کے مارنے کا ارادہ بمعنی ہے۔ پس ناگزیر ایسے آلات کی لڑائی ہوگی جس کی وجہ سے ناخواستہ طیور بھی ہلاک ہو جائیں گے۔ تو یا تو وہ توپ و بندوق ہے یا ہوائی جہاز کی جنگ ہے یا ریڈیم مقصود ہے یا مثل اس کے اور کوئی چیز جو اس وقت تک ایجاد ہو۔ پس اگر توپ و بندوق ہو تو اس کے متعلق پیشینگوئی پوری ہو چکی اور علی ہذا القیاس ہوائی جہاز یا ریڈیم کی نسبت اور اگر ایجاد آئندہ ہو تو وہ پیشینگوئی آئندہ پوری ہوگی۔

پیشینگوئی

(۴۲)

امراء مذہبی امور میں بہت سست ہو جائینگے

ابی داؤد عن عبادۃ بن الصامتؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھا ستکون علیکم امراء بعدی یشغلھم اشیاء عن الصلوٰۃ لوقتھا حتی یذھب وقتھا فصلوا الصلوٰۃ لوقتھا

ابوداؤد نے عبادہ بن صامت سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے بعد عنقریب تم پر ایسے امیر ہوں گے جن کو دنیا کی چیزیں نماز کو وقت پر پڑھنے سے باز رکھینگی یہاں تک کہ اس کا وقت چلا جائے پس تم لوگ (ہمیشہ) وقت پر نماز پڑھا کرو۔

ف

اس حدیث میں کوئی شخص خاص مقصود نہیں ہے مقصود یہ ہے کہ آئندہ امرا مذہبی امور میں سست ہوں گے یہاں تک کہ دوسرے اشیاء کی مشغولیت بھی اُن کو وقت پر نماز پڑھنے سے باز رکھیگی تو یہ پیشینگوئی غیر محدود بار ثابت ہو چکی اور ثابت ہوتی رہے گی۔

پیشینگوئی

(۴۳)

مدینہ میں طاعون آئیگا نہ دجال

الشیخان عن ابی ھریرۃؓ

مسلم اور بخاری نے ابوہریرہؓ سے

قال قال رسول اللہ صلعم علی انقاب المدینۃ ملائکۃ لا یدخلہا الطاعون ولا الدجال	روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مدینہ کی راہوں پر فرشتے نگہبان ہیں نہ اُس میں طاعون داخل ہوگا نہ دجال۔

ف

کیسی زبردست پیشینگوئی ہے کہ تیرہ سو برس گذر گئے مگر طاعون نہ آیا اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک مدینۂ منورہ میں طاعون نہ آئے گا۔

اسی طرح دجال بھی مدینہ میں داخل نہ ہو سکیگا۔

لطیفہ

اکثر علماء کے نزدیک، دجال کے داخل مدینہ نہونے کی پیشینگوئی قریب قیامت پوری ہوگی۔ ان کے نزدیک دجال ایک فرد خاص کا نام ہے جو قیامت کے قریب پیدا ہوگا۔ پھر ظاہر ہو کر بڑی قوت وجمعیت فراہم کریگا اور انواع واقسام کے فریب اور خلاف عادات عجیب عجیب کارروائیوں سے اہل عالم کو گمراہ اور خدائی کا دعویٰ کرے گا وہ چالیس دن میں تمام دنیا کا دورہ کرلے گا مگر باہمہ قوت وشوکت مدینہ منورہ میں داخل نہ ہو سکیگا آخر میں مسیح ومہدی آکر دجال کو قتل کریں گے اور مذہب اسلام کو ان سے اشاعت ہوگی۔

عام علمائے محدثین کا یہی مذہب ہے مگر ہمارے نزدیک یہ پیشینگوئی بھی پوری اور عالم آشکار ہو چکی۔

دجال کسی فرد خاص کا نام نہیں ہے بلکہ دجال سے دجال صفت قوم مراد ہے

اور احادیث صحیحہ کثیرہ میں جو صفت دجال کی بیان کی گئی ہے وہ ٹھیک ٹھیک اقوام یورپ اور پادریوں پر صادق آتی ہے تو حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ مدینہ میں نہ تو طاعون آئیگا نہ اُس پر دجال صفت یورپ والے متصرف ہو سکینگے اور یہ پیشنگوئیاں ہماری آنکھوں کے سامنے پوری ہو رہی ہیں۔
یورپ و امریکا کے لوگ تمام دنیا پر مسلط ہو گئے۔ عیسائی مشنریوں نے زمین کے چپہ چپہ پر اپنا سکہ جمالیا مگر مدینہ کی طرف نہ کسی کا قدم بڑھا نہ بڑھنے کی جرات ہوئی نہ انشاء اللہ کبھی بڑھے گا۔

تنبیہ

دجال کی بحث انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ کسی پیشنگوئی میں بالتفصیل آئیگی۔

پیشنگوئی

(۴۴)

عورتیں لباس پہنینگی اور برہنہ رہینگی

(۴۵)

عورتوں کی سر بختی اونٹوں کے کوہاں کے سے ہوں گے

مسلم نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے	مسلم عن ابی ھریرۃؓ قال قال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم صنفان من اھل
النار لم ارھما قوم
معھم سیاط کاذناب
البقر یضربون بھا الناس
ونساء کاسیات عاریات
ممیلات مائلات
رؤسھن کاسنمۃ
البخت المائلۃ
لا یدخلن الجنۃ
ولا یجدن ریحھا

کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے کہ دوزخیوں میں سے
دو گروہ ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا
ایک ان میں سے وہ لوگ ہیں جن کے
پاس کوڑے ہوں گے گایوں کی
دموں کے مثل ان سے وہ لوگوں کو
ماریں گے اور دوسری قسم میں وہ
عورتیں ہیں جو ظاہر میں کپڑے پہنے
ہوں گی اور اصل میں ننگی ہونگی وہ
غیر مردوں کو اپنے پر لبھانے والیاں
اور مردوں پر جان دینے والیاں
ہونگی ان کے سر ہوں گے جیسے
بختی اونٹوں کے ہلتے ہوئے کوہان
یہ عورتیں نہ جنت میں داخل ہونگی
نہ جنت کی مہک پائینگی۔

ف

اس حدیث میں تین پیشنگوئیاں ہیں۔

(۱) چوبداروں اور کوڑے بازوں کا پیدا ہونا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایسے لوگ نہیں تھے۔ جب اسلام میں خلفاء کی جگہ سلاطین ہوئے تو طرز حکومت میں بہت سی تبدیلیاں ہوئیں جن میں سے ایک تبدیلی یہ بھی تھی کہ چوبدار اور کوڑے والے مقرر ہوئے جو رعایا اور مظلوموں کو بادشاہ

حاکم تک پہونچنے نہیں دیتے بلکہ جبراً باز رکھتے تھے۔ آج بھی یہی طریقہ دنیا میں جاری ہے اور مظلوموں کے ساتھ وہی سلوک ہوتا ہے۔

(۲) دوسری پیشنگوئی اُن عورتوں کی نسبت ہے جو کپڑے پہنے ہونگی اور پھر بھی برہنہ رھینگی اور وہ اس برہنہ تنی کی وجہ سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کریں گی۔ اور وہ ایسا کیوں کرینگی؟ اس لئے کہ وہ خود مردوں کی جانب مائل ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ وہ ایسی عورتیں ہونگی جو مردوں کی طرف زیادہ مائل ہوں گی اور اس غرض سے کہ مرد بھی ان کی طرف مائل ہوں اس وضع کے کپڑے پہنینگی جس سے اُن کا سارا بدن نظر آئیگا اور اُن کی پوشیدنی بدن اور تناسب اعضاء کو دیکھکر مردوں میں ہیجان پیدا ہوگا۔

یورپ وامریکا کی لیڈیوں نے اس پیشنگوئی کو ثابت کر دکھایا۔ ان لیڈیوں کے بدن کا اکثر حصہ تو علی العموم کھلا ہی رہتا ہے۔ ان کا چست وبھڑکیلا لباس عضو عضو کا تناسب ظاہر کرتا ہے اور بال وغیرہ میں جو خاص لباس پہنے جاتے ہیں ان سے تو بالکل ہی برہنہ نظر آتی ہیں اور اس لباس کو مردوں کے لبھانے اور مائل کرنے میں خاص امتیاز حاصل ہے۔

(۳) تیسری پیشنگوئی یہ فرمائی کہ ان عورتوں کے سر بختی اونٹوں کے کوہان کے سے ہوں گے۔ اس سے مراد جوڑا ہے اور اب مصر کی عورتیں بالکل ایسا ہی جوڑا عام طور پر باندھتی ہیں اور یورپ اور اکثر ملکوں میں اس کا رواج ہے۔ سبحان اللہ! تیرہ سو برس کے بعد پیشنگوئی کا پورا ہونا عجیب امر ہے۔

پیشنگوئی

(۴۶)

فتنہ پورپ کی طرف سے آئیگا

بخاری عن الزھری عن سالم عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قام الی جنب المنبر فقال الفتنۃ ھٰھنا الفتنۃ ھٰھنا من حیث یطلع قرن الشیطان وعن ابن عمرؓ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو مستقبل المشرق تقول الا ان الفتنۃ ھٰھنا من حیث یطلع قرن الشیطان

بخاری نے زہری سے انہوں نے سالم سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ منبر کے پاس یا منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا دیکھو فتنہ ادہر سے آئیگا ادہر سے (پورپ کی طرف اشارہ کیا) جہاں سے شیطان کی چوٹی نکلتی ہے اور ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ پورپ کی طرف منہ کئے ہوئے فرماتے تھے کہ دیکھو فتنہ ادہر سے نمودار ہوگا ادہر سے جہاں سے شیطان کی چوٹی نکلتی ہے۔

ف

نجد۔ عراق عرب۔ ایران اور ہند وغیرہ یہ سب ممالک مدینۂ منورہ کے پورپ کی طرف

واقع ہیں اور تاریخ شاہد ہے کہ ایشیا کے اکثر فتنے جنہوں نے خاص کر عرب اور اسلام کی عمارت کو ہلا ہلا ڈالا انہیں اقطاع وممالک سے پیدا ہوئے۔ ان میں سب سے بڑا فتنہ وحشی تاتاریوں کا تھا جنھوں نے اسلامی خلافت کو نیست و نابود کر دیا۔ ہزاروں مسلمانوں کو ذبح اور ملک میں قتل عام کیا۔ بغداد کو جو اسلام کا دارالحکومت اور دنیائے اسلام کا مذہبی مرکز تھا تباہ و برباد کر ڈالا۔ یہ قیامت خیز ہنگامہ تدوین بخاری کے چار سو برس کے بعد وقوع پذیر ہوا۔

پیشگوئی

(۴۷)

نیک لوگ دنیا سے اُٹھ جائینگے

بخاری عن مرداس الاسلمی رض قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یذھب الصالحون الاول فالاول ویبقی حفالۃ کحفالۃ الشعیر او التمر لا یبالیھم اللہ۔

بخاری رض نے مرداس اسلمی سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ (قیامت کے قریب) نیک لوگ ایک کے بعد ایک دنیا سے اُٹھ جائینگے اور جو کے بھوسے اور کھجور کے کچرے کی طرح کچھ لوگ دنیا میں رہ جائینگے جن کی اللہ تعالیٰ کو ذرا بھی پروا نہ ہوگی۔

ف

قیامت کا وقت تو اللہ ہی کو معلوم ہے مگر یہ پیشگوئی نسبتہً پوری ہوتی جاتی ہے

کہ مسلمانوں میں سے جو صلحاء اُٹھتے ہیں اُن کا کوئی جانشین نہیں ہوتا۔ جب صلحاء ایک ایک کر کے یونہیں اُٹھ جائینگے بلا اس کے کہ کوئی اُن کا قائم مقام ہو تو لازمی نتیجہ ہے کہ صرف خراب لوگ رہ جائیں۔ شاید کوئی وقت ایسا بھی آئے کہ کوئی بھی صالح نہ رہے

پیشگوئی

(۴۸)

بخاری عن ابن عمر انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض

بخاری نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ دیکھو میرے بعد کہیں کافر نہ ہو جانا کہ لگو ایک دوسرے کی گردنیں مارنے

ف

یَضرِبُ بَعضُکُم صفت کفار ہے پس دو صورتیں ہیں یا تو اس فعل کی وجہ سے وہ کفار ہو جائیں یا وہ کافر ہو جانے کے بعد ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگیں۔ یہ دوسری صورت وقوع پذیر نہیں ہوی اس لئے لامحالہ پہلی ہی صورت ماننی پڑے گی جو عرف و عقل کے مطابق بھی ہے اور اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے سوا اسلام کے دوسرے فرقہ کو بھی سمجھتے ہیں کہ مسلمان ہیں مگر بعض عقائد کے اختلاف کی وجہ سے ان کے قتل کا ارتکاب کرتے ہیں۔

اسی طرح اسلام کے بعض فرقے ایسے بھی ہیں جو کسی مسلمان کو اپنے یا اپنے پیشوا کے مخالف کی فرضی شکل بنا کر اور اسی مخالف کا فرضی نام رکھکر قتل کر دیتے ہیں اور

اور اس طرح پر اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لیتے ہیں۔ قرآن مجید میں یہی حکم ہے مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا۔

پیشگوئی

(۴۹)

موجودہ زمانہ کے لوگوں کی حالت

بخاری عن عمران بن حصین رضؓ عن النبی صلعم قال خیرکم قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم قال عمران فما ادری قال النبی صلعم بعد قوله مرتین او ثلاثا ثم یکون بعدهم قوم یشهدون ولا یستشهدون ویخونون ولا یؤتمنون وینذرون ولا یفون ویظهر فیهم السمن۔

بخاری نے عمران بن حصین رضؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں بہتر میرے زمانہ کے لوگ (صحابہ) ہیں پھر جو ان کے بعد والے ہیں (تابعین) پھر جو ان کے بعد والے ہیں (تبع تابعین) عمران کہتے ہیں مجکو یاد نہیں رہا کہ آپ نے دو مرتبہ فرمایا (ثم الذین یلونهم) یا تین مرتبہ۔ پھر ان کے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو بن بلائے گواہی دینگے اور امانت میں خیانت کرینگے۔ ان کا کوئی بھروسا نہیں کریگا اور منت مانینگے لیکن پوری نہیں کرینگے۔ اور (دکھا پیکر) موٹے بنیں گے۔

ف

اس زمانہ کے لوگوں کا حال جس کو ہم دیکھ رہے ہیں یا لوگوں سے سن رہے ہیں یا اخباروں کے ذریعہ سے معلوم کر رہے ہیں ایسا ہی ہے کہ جھوٹی گواہی دیں بن بلائے گواہی دینے کو آموجود ہوں تا اس ذریعہ سے کچھ کما لیں۔ امانت میں خیانت کریں۔

یہ تو عباد کے معاملہ میں ہے۔ خداوندی معاملہ کی صورت یہ ہے کہ منت مانیں اور پوری نکریں گویا خدا کو بھی فریب دے رہے ہیں۔

یہ حالت عام ہو رہی ہے اور اس کے خلاف بہت کم لوگ پائے جاتے ہیں۔ اس مقام پر ہم یہ نہیں بتا سکتے کہ یہ بداخلاقی کب پیدا ہوئی لیکن قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اہل اسلام کی حکومت کمزور ہوئی تو عام قانون فطرت کے مطابق بداخلاقیاں پیدا ہوگئیں اور ہونے لگیں جن میں بداخلاقی زیر بحث بھی ہے۔

پیشگوئی

(۵۰)

مسلمانوں کے بہت سے خاندان بت پرست ہو جائینگے

(۵۱)

مسلمانوں میں تیس جھوٹے مدعی نبوت ہوں گے

ابوداؤد والترمذی عن	ابوداؤد اور ترمذی نے ثوبانؓ سے روایت

ثوبانؓ قال قال رسول اللہ صلعم لا تقوم الساعۃ حتی تلحق القبائل من امتی بالمشرکین وحتی تعبد قبائل من امتی الاوثان وانہ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی

کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تک میری امت کے بہت سے قبیلے مشرکوں میں نہ مل جائیں اور جب تک میری امت کے بہت سے خاندان بتوں کو نہ پوجیں قیامت نہیں قائم ہوگی اور عنقریب میری امت میں تیس بڑے جھوٹے پیدا ہوں گے ان میں سے ہر ایک اپنے کو اللہ کا نبی سمجھیگا حالانکہ میں خاتم الانبیا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

ف

پہلی پیشنگوئی

مسلمانوں کا مشرکوں سے مل جانا۔ تلحق بالقبائل کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ مشرکوں سے سازباز رکھینگے اور اپنے دعوے اسلام کے ساتھ مشرکوں سے مل کر اسلام و اہل اسلام کی مخالفت کرینگے اور یہ بات ہم اس وقت ہندوستان میں اپنے آنکھوں دیکھ رہے ہیں کہ مسلمانوں کا ایک فرقہ جو اپنے ہی کو مسلمان سمجھتا ہے آریوں اور ہندوؤں کا جتبہ لیکر اسلام اور اس کے پیروان سنت کی مخالفت کرتا ہے بلکہ اپنی دانست میں ان دشمنان اسلام کے محض خوش کرنے کے لئے اسلام کی بیخکنی کرتا ہے۔ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ۔ دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ مسلمان مشرکوں کے سے اعمال اور بت پرستی کرنے لگیں گے جیسا کہ خود حدیث کی

میں صراحت ہے تو اس کا آغاز ہو چکا ہے اور یوماً فیوماً ترقی کر رہا ہے کیونکہ مسلمانوں میں بہت سی باتیں شرک کی پیدا ہو گئی ہیں۔ مثلاً گور پرستی۔ تعزیہ پرستی۔ وامثال ذلک۔

دوسری پیشنگوئی

تیس جھوٹے مدعیان نبوت کا پیدا ہونا جن میں سے ایک مسیلمہ کذاب تھا جو سب سے پہلے مدعی نبوت ہوا اور آخر حضرت صدیق اکبرؓ کے عہد میں قتل کر دیا گیا۔ دوسری سجاح بنت حارث تمیمی۔ تیسرے اسود عیس بن مذحج عنسی۔ چوتھے طلحہ بن خویلد ان سب کا حال قرآن مجید کی کسی پیشنگوئی میں گذر چکا ہے۔

حال میں ایک پنجابی شخص مرزا غلام احمد قادیانی گذرے ہیں۔ انہوں نے پہلے تو اسلام کی خدمتیں کیں مخالفین اسلام کی جواب دئے یکایک مسیح مثیل پھر مسیح سے مہدی موعود اور آخر میں نبوت کا دعوی کر دیا اور اون کے مریدین نے علی الاعلان تقلیداً للشیخ محمد مصطفیٰ کے خاتم الانبیاء ہونے سے انکار کر دیا اور حدیث لانبی بعدی کا کچھ لحاظ نہ کیا جس میں لانفی جنس کا ہے۔ ان مہدی موعود اور مسیح مسعود نے ۱۳۲۵ھ میں انتقال فرمایا۔

اب بقیہ چھبیس کذابوں کی باری آنے والی ہے۔

پیشنگوئی

(۵۲)

دجال کا ظہور

الشیخان عن حذیفۃؓ عن النبی صلعم | بخاری و مسلم نے حذیفہ سے روایت کی ہے

قال ان الدجال يخرج
وان معه ماءً ونارًا
ومسلم عن النواس بن سمعانؓ
قال قال رسول الله
صلعم انه خارج خلة بين
الشام والعراق فعاث يمينًا و
عاث شمالا قلنا يا رسول الله
وما لبثه فی الارض قال
اربعون يومًا قلنا يا رسول الله
وما اسراعهٗ فی الارض قال
كالغيث استدبرته
الريح فياتی علی القوم
فيدعوهم فيؤمنون
به فيامر السماء فتمطر
والارض فتنبت ثم ياتی
القوم فيدعوهم
فيردونه عليه قوله
فينصرف عنهم ويمر
بالخربة فيقول
لها اخرجی كنوزك
فتتبعهٗ كنوزها

کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
کہ بیشک دجال اس حالت سے نکلیگا کہ
اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی اور
امام مسلم نے نواس بن سمعانؓ سے روایت
کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے کہ بلاشک دجال اس راہ سے نکلیگا
جو شام اور عراق کے بیچ میں واقع ہے
پھر دائیں بائیں فساد برپا کریگا۔ ہم نے
پوچھا یا رسول اللہ! زمین میں کتنے دن
ٹھیریگا فرمایا چالیس دن۔ ہم نے پوچھا
یا رسول اللہ! وہ زمین میں کتنا جلد چلیگا
فرمایا اس مینھ کی طرح جس کے پیچھے
ہوا آتی ہے پھر دجال ایک قوم پر گذریگا
تو اُن کو اپنی طرف بلائے گا وہ سب اُسپر
ایمان لائینگے پس وہ ابر کو حکم دیگا تو وہ پانی
برسائیگا اور زمین کو حکم دے گا تو وہ گھاس اگائیگی
پھر دجال ایک اور قوم پر گذر کریگا پھر ان کو
اپنی طرف بلائیگا تو وہ انکار کرکے اس کا
قول رد کردیں گے تو وہ ان کے پاس
سے چلا جائے گا اور دجال ویرانہ سے
گذر کرے گا تو وہ ویرانہ سے کہیگا، اپنے

کیما سیب النحل ثم یدعو رجلا فیضربه بالسیف فیقطعه ضربتین ثم یدعوه فیقبل ویتهلل وجهه (۳) یضحك -

خزانوں کو باہر نکال تو اس کے خزانے دجال کے پیچھے ہو لینگے جیسے مکھیوں کے پیچھے شہد کی مکھیوں کے سردار پہر وہ ایک شخص کو بلائے گا پہر اس کو تلوار سے دو ٹکڑے کر دے گا پھر بلائیگا تو وہ زندہ ہو کر دجال کی طرف (۳) متوجہ ہوگا درحالیکہ اس کا منہ چمکتا اور ہنستا ہوگا -

مسلم عن فاطمة بنت قیس قالت سمعت منادی رسول الله ینادی الصلوٰة جامعة فخرجت الی المسجد فصلیت مع رسول الله فلما قضی صلاته جلس علی المنبر وهو یضحك فقال لیلزم کل انسان مصلاه ثم قال هل تدرون لم جمعتکم قالوا الله ورسوله اعلم قال انی والله ما جمعتکم لرغبة

مسلم نے قیس کی بیٹی فاطمہ رضہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ کے موذن کو پکارتے ہوئے سنا "الصلوٰۃ جامعة" تو میں مسجد کی جانب نکلی پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑہی تو جب آپ نماز سے فارغ ہوئے منبر پر بیٹھے درانحالیکہ آپ ہنستے تھے پہر فرمایا کہ ہر انسان کو اپنا مصلے لازم پکڑنا چاہیئے - اس کے بعد فرمایا تم لوگ جانتے ہو میں نے تم لوگوں کو کسواسطے جمع کیا ہے صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا

ولا لرهبة ولكن
جمعتكم لان تميم الداري
كان رجلا نصرانيا
فجاء واسلم وحدثني
حديثا وافق الذي
كنت احدثكم به
عن المسيح الدجال حدثني
انه ركب في سفينة
بحرية مع ثلاثين
رجلا من لخم و
جذام فلعب بهم الموج
شهرا في البحر
فارفأوا الى جزيرة حين
تغرب الشمس فدخلوا
الجزيرة فلقيتهم دابة
اهلب كثير الشعر ما
يدرون ما قبله
من دبره من كثرة
الشعر قالوا ويلك ما انت قالت
انا الجساسة انطلقوا الى
هذا الرجل في الدير فانه الى خبركم

رسول خوب جانتا ہے فرمایا میں نے واللہ
نہ تمکو ترغیب دینے کے لئے جمع کیا نہ
ڈرانے کے لئے بلکہ یہ سنانے کے لئے
جمع کیا ہے کہ تمیم داری ایک مرد نصرانی
تھا پس وہ آیا اور مسلمان ہوا اور مجھ سے
ایک ایسی بات بیان کی جو موافق ہے اس
خبر کے جس کو میں تم لوگوں سے مسیح دجال
کے بارہ میں بیان کرتا تھا اس نے بیان
کیا کہ وہ ایک دریائی کشتی میں سوار ہوا تیس
آدمیوں کے ساتھ جو قبیلہ لخم وجذام سے
تھے پس سمندر کی لہریں ایک مہینہ تک
ان کو سمندر میں پھراتی رہیں پھر سورج
ڈوبتے وقت ایک جزیرہ تک پہونچے
پھر اس جزیرہ میں داخل ہوئے تو ملا
اُن کو ایک ایسا شخص جس کے بدن پر
کثرت سے بال تھے اور بالوں کی کثرت
سے اُس کا آگا پیچھا معلوم نہ ہوتا تھا۔
لوگوں نے پوچھا، ارے! تو کون ہے
اس نے کہا میں جاسوس ہوں آؤ (ایک
اس مرد کو دیکھو جو اس دیر میں ہے کہ وہ
تمھاری خبر کا بہت مشتاق ہے۔ تمیم داری کا

بالاشواق قال فانطلقنا
سراعا حتى دخلنا الدير
فاذا فيه اعظم انسان رأيناه
قط خلقا واشد وثاقا مجموعة
يده الى عنقه ما بين
ركبتيه الى كعبيه بالحديد
قلنا ويلك ما انت قال
انى مخبركم انى المسيح وانى
يوشك ان يؤذن لى فى الخروج
فاسير فى الارض فلا ادع
قرية الا هبطتها فى
اربعين ليلة غير مكة وطيبة
هما محرمتان على كلما
اردت ان ادخل واحدا
منهما استقبلنى ملك
بيده السيف صلتا
يصدنى عنها الترمذى
وابوداؤد عن ابى عبيدة
بن الجراح قال سمعت رسول الله
صلى الله عليه وسلم يقول
انه لم يكن نبى بعد

بیان ہے کہ پھر ہم جلدی سے اٹھ کھڑے
ہوئے یہاں تک کہ ایک دیر میں داخل
ہوئے تو اس میں یکایک ایک بڑے
انسان کو دیکھا کہ خلقت میں ویسا آدمی
کبھی نہ دیکھا تھا بندھا ہوا تھا اس کا ہاتھ
اس کی گردن تک اس کے دونوں
زانو کا درمیانی حصہ اس کے ٹخنوں تک
لوہے سے ہم نے پوچھا، ارے!
تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا
میں تم کو خبر دیتا ہوں کہ میں مسیح ہوں اور
قریب ہے کہ مجکو نکلنے کی اجازت دیجائے
تو میں زمین میں چل نکلونگا پھر نہ چھوڑونگا
میں کسی قریہ کو مگر یہ کہ اس میں اترونگا چالیس
راتوں میں سوائے مکہ اور مدینہ کے کہ وہ
دونوں مجھپر حرام ہیں۔ جب میں ان دو میں
سے کسی میں داخل ہونے کا ارادہ کرونگا
تو پھیر دے گا مجکو ایک فرشتہ جس کے
ہاتھ میں ننگی تلوار ہوگی کہ اس سے وہ
مجکو وہاں جانے سے باز رکھیگا۔
ترمذی اور ابوداؤد نے ابو عبیدہ جراح
سے روایت کی ہے کہ انہوں نے

نوح الاقد انذر الدجال قومہ وانی انذرکموہ فوصفہ لنا قال لعلہ سیدرکہ بعض من رأنی اوسمع کلامی۔

کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نوح کے بعد کوئی نبی ایسا نہیں ہوا مگر یہ کہ اس نے اپنی قوم کو دجال سے ضرور ڈرایا اور میں بھی، تم کو اس سے ڈراتا ہوں پھر آپ نے دجال کی تعریف ہم سے بیان کر کے فرمایا کہ البتہ پائینگے دجال کو بعض وہ لوگ جنھوں نے مجکو دیکھا یا میری بات سنی ہے۔

(۵)

شرح السنۃ عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتبع الدجال من امتی سبعون الفاً

(۵)

شرح السنۃ میں ابوسعید خدری رض سے روایت ہے کہ کہا انہون نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پیروی کرینگے دجال کی میری امت سے ستر ہزار لوگ۔

ف

اگرچہ دجال کی پیشنگوئیوں اور اس کے حالات میں بہت کثرت سے حدیثیں روایت کیگئی ہیں جن میں کی اکثر نامعتبر اور مشتبہ ہیں مگر ہمارے دعوے کو ثابت کرنے کیلئے یہ پانچ صحیح حدیثیں ہی کافی سے زیادہ ہیں۔ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ حدیثوں

میں دجال سے کوئی فرد خاص مقصود نہیں ہے نہ یہہ کوئی مذموم لفظ ہے بلکہ دجال سے دجال صفت لوگ مراد ہیں اور دجال کی جو صفت بیان کیگئی ہے وہ بالکل اہل یورپ اور پادریوں پر صادق آتی ہے اور یہ ایک زبردست پیشینگوئی ہے جو جو نہ صرف وفات رسول صلعم بلکہ کتب حدیث کی تدوین کے سیکڑوں برس کے بعد پوری ہوی اور ہورہی ہے۔

دجال کی تعریف میں بیان کیا گیا ہے کہ:-

(۱)

وہ اس حالت سے نکلیگا کہ اُس کیساتھ آگ اور پانی ہوگا (دیکھو حدیث (۱) نشان زدہ سرخ) پادریوں اور یورپ والوںکی خاص اور مابہ الامتیاز سواری جس نے انکو تمام دنیا میں پھیلا دیا ہے نمایاں ہے اور معلوم ہے کہ ریل آگ اور پانی دونوں قوتوں سے چلتی ہے

(۲)

دجال اس راہ سے خروج کریگا جو شام وعراق کے بیچ میں واقع ہے اور اس سے مراد ایشیائی روم ہے جس کے سیدھے طرف (مشرق کو) عراق ہے اور بائیں ہاتھ کو (جانب مغرب) شام واقع ہے۔ ایشیا میں ارض روم ہی عیسائیوں اور یورپ والوں کا ملجا و ماوا رہا ہے بخصوص رومن کیتھولک کا مرجع و قبلہ، رومتہ الکبری اٹلی تھا اور انہوں نے ایشیا میں اسی طرف سے خروج کیا اور یہیں سے رومن کیتھولک پادریوںکا اثر ایشیا میں عام ہوا صلیبی جنگ کا فتنہ عظیم اسی زمیں سے پیدا ہوا۔

(۳)

دجال دائیں بائیں فساد کرے گا۔

اہل یورپ خصوص ان کے پادری جس قدر اپنے مذہب کی اشاعت میں ساعی ہیں وہ دنیا پر مخفی نہیں ہے ہر وہ ذریعہ جس سے غیر قوم و مذہب کے لوگ عیسائی مذہب میں شامل ہو سکیں پادریوں کا عام طریقہ اشاعت مذہب ہے۔

اقوام یورپ اصلاح کا دعوی لیکر اٹھتے ہیں اور مصلح بنکر دنیا کے حصوں پر حکومت کرتے ہیں حال (سنہ ۱۳۳۰ھ مطابق سنہ ۱۹۱۲ء) میں اطالیہ نے ترکوں کے ساتھ جو چالبازی کی ہے جس طریقہ سے طرابلس الغرب پر قبضہ کرنا چاہا ہے اور جس بے دردی سے مسلمانوں کی خونریزی کی ہے اس سے اخبار کے اوراق اور تاریخ کے صفحے ہمیشہ رنگین رہینگے۔

اب مغرب اور سلاطین یورپ کے عام انداز حکومت پر لحاظ کرتے ہوئے ہمارے گورنمنٹ برطانیہ کی پرامن حکومت مغتنمات سے ہے لہذا مسلمانوں کو قرآن پاک کا واجب التعمیل حکم اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (اللہ اور رسول اور اپنے حاکم پادشاہ کی اطاعت کرو) ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے۔ لفظ منکم سے یہہ دہوکا نہیں کھانا چاہئے کہ صرف مسلمان پادشاہ کی اطاعت فرض ہے۔ احکام شریعت کے ماننے والے مسلمان ہی ہیں اس لئے خطاب انہیں سے ہے اور اولی الامر منکم سے یہہ مراد ہے کہ "اپنے پادشاہ کی اطاعت کرو" خواہ مسلمان ہو یا غیر مسلمان۔

ہمارے جد محترم علامہ نجم الدین عباسی چریاکوٹی نے اپنے خطب نجمیہ میں گورنمنٹ برطانیہ کے برکات و احسانات کی جو تفصیل کی ہے وہ قابل دید اور اس لایق ہے کہ ہر مسلمان اسکو توجہ سے پڑھے۔

(۴)

صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ دجال زمین میں کتنے دن ٹھیریگا رسول اللہ صلعم نے

جواب دیا چالیس دن دیوم، کا لفظ شریعت میں مختلف معانی پر آیا ہے۔
قرآن مجید میں جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "ہم نے زمین و سماوات کو چھ دن میں پیدا کیا ہے" وہاں بھی یوم کی تفسیر میں بین العلماء المفسرین بہت سے اختلافات و مباحث ہیں یہانتک کہ علما کے ایک گروہ نے اس آیت کو یوم کی وجہ سے متشابہ قرار دیا چنانچہ انہیں علماء میں ہمارے والد ماجد استاد مولوی محمد اعظم سلمہ اللہ عباسی چریاکوٹی ہیں۔
کلام عرب میں یوم کے معنی وقت و زمانہ کے بھی آئے ہیں۔ بہر حال حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دجال ایک مدت تک زمین پر یونہیں فساد کرتا پھریگا اور اس فتنہ و فساد کا زمانہ بہت محدود ہوگا۔

(۵)

صحابہ نے پوچھا، یارسول اللہ! وہ دجال زمین میں کتنا جلد چلیگا؟ فرمایا اس مینہ کی طرح جس کے پیچھے ہوا آتی ہے اس سے مقصود ریل ہے اور یہ پیشینگوئی بالکل مطابق واقع اتری ہے کیونکہ ریل کی سرعت رفتار ایسی ہی ہے اور تیزی حرکت کی وجہ سے اس کے پیچھے ہوا کا آنا نہایت صحیح بیان ہے۔

(۶)

دجال کچھ لوگوں کو اپنی طرف بلائیگا اور وہ لوگ اس پر ایمان لائینگے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ پادریوں کی مشن دنیا کے ہر حصہ میں منتشر ہے انکی توجہ زیادہ تر اراذل اور کم درجہ کے لوگوں پر ہوتی ہے اور ان میں کے اکثر ان کا مذہب قبول کرتے ہیں۔ اشراف قوم میں زیادہ تر غریب نفوس ہی مذہب عیسوی قبول کر لیتے ہیں۔

(۷)

دجال ابر کو حکم دیگا تو وہ پانی برسائیگا اور زمین کو حکم دیگا تو وہ اگائیگی۔

یورپ والوں نے بہت ہاتھ پاؤں مارے کہ پانی برسنے کا راز معلوم کرلیں اور پانی برسانے پر قادر ہو جائیں کہ جب ضرورت ہوا بر، موجود کہہ کے برسالیا کریں۔ کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ جب کہیں کہیں ابر تھا تو توپوں کے سر کرنے سے کچھ کچھ پانی برس گیا اور کبھی کچھ بھی نہ برسا۔ غرض ابتک اس کوشش میں انہیں ذرا بھی کامیابی نہیں ہوئی۔ ہاں مصنوعی طور پر مکان کے اندر خاص آلات و مصالح کے ذریعہ سے پانی برسا لیتے ہیں۔ پس حدیث میں پانی کا برسانا یا تو اسی شعبدہ بازی کا پانی برسانا مراد ہے یا ممکن ہے کہ یہی لوگ آئندہ چلکر اس راز کو پالیں اور پانی برسانے پر قادر ہو جائیں۔

میرے خیال میں پہلی ہی صورت مراد ہوگی یعنی یہی مصنوعی طور کا شعبدہ بازی سے پانی برسانا۔

رہی یہ بات کہ دجال زمین کو حکم دیگا تو وہ اُگائیگی، ظاہر ہے۔ مغربی حکیموں نے تجربات سے ایسے مصالح اور ایسی چیزیں مہیا کرلی ہیں جن کے استعمال سے درخت قبل از وقت تیار ہو جاتے ہیں اور حدیث کا یہی مطلب ہوگا کہ دجال کے حکم سے زمین اُگانے لگیگی۔

(۸)

دجال ایک گروہ کو اپنی طرف بلائے گا تو وہ انکار کر کے اس کا قول رد کر دیں گے پھر وہ ان کے پاس سے چلا جائے گا۔"

یہ گروہ علمائے اسلام اور سمجھداروں کا ہے جن پر پادریوں کی چالبازی کچھ اثر نہیں کرتی جنہوں نے بحث و مباحثہ میں ان کا ناطقہ بند کر دیا اور آخر انہوں نے مسلمانوں سے بحث کرنا ہی چھوڑ دیا۔

(۹)

دجال ویرانہ سے گزرے گا تو ویرانہ سے کہیگا، اپنے خزانوں کو باہر نکال تو اس کے خزانے دجال کے پیچھے ہولیں گے۔

اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ علم الارض کے ذریعہ سے یا کچھ دوسرے اسباب ایسے پیدا ہوں گے جن سے یورپ کی فرمانروا قوم کو معلوم ہوجائیگا کہ فلاں ویرانہ میں خزانہ مدفون ہے یا سونے وغیرہ کی کان ہے جیساکہ اب عام طور پر کسی مقام پر کسی کان کا ہونا پہچان لیا جاتا ہے۔ پس زمین سے خزانہ اگلوانے کے یہی معنی ہیں۔

دوسرے یہ کہ دجال ویران مقامات کو آباد اور غیر مزروع زمینوں کو مزروع اور قابل پیداوار کریگا۔ ہمارے نزدیک یہی معنی قرین قیاس ہے اور یہ معنی یورپ کے فرمانروا قوموں پر بالکل منطبق ہیں۔

(۱۰)

دجال زندہ کو مار کر پھر جلادے گا۔

سنہ کا واقعہ ہے کہ امریکا کے ایک ڈاکٹر[1] نے دعوٰے کیا کہ جو شخص طبعی موت سے پہلے کسی ناگہانی وجہ سے مرجائے مثلاً ڈوب کر، یا گر کر، تو وہ زندہ ہوسکتا ہے۔ چنانچہ بہت سی بلیوں اور کتوں پر اس نے تجربے کئے اور اپنی پندار میں ایک حد تک کامیاب ہوا، اس پر ایک دوسرے ڈاکٹر نے اعتراض کیا کہ جن کتوں اور بلیوں کو ڈبا کر یا اسی طرح ناگہانی اسباب سے مارا گیا اور پھر جلادیا گیا ہے، ان پر زندہ کرنیکا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ درحقیقت اُن کے اجساد ارواح سے خالی ہوگئے تھے۔ ممکن ہے کہ ان میں روح باقی رہی ہو اور ظاہر میں

---

[1] محبوب عالم ضمیمۂ پیسہ اخبار سنہ۔

مرده معلوم ہونے ہوں پھر گرمی وغیرہ کے پہونچانے سے اصلی حالت پر آگئے ہوں۔ اس کا جواب ڈاکٹر نے کچھ نہ دیا گویا یہ سکوت لاجوابی کا سکوت تھا۔
ممکن ہے کہ آج کے ڈاکٹر جس تہ تک نہیں پہونچ سکے ہیں ایک زمانہ ترقی کا ایسا آئے کہ یورپ یا امریکہ کے دوسرے ڈاکٹر اس راز پر واقف ہو جائیں اور فی الحقیقت اچانک مرنے والے کو زندہ کر سکیں۔ لیکن یاد رہے کہ اچانک مرنیوالا اگر حقیقت میں مرگیا ہے تو اس کا زندہ کرنا محال ہے۔ ہاں اگر سلسلۂ حیات باقی ہے تو زندہ ہو سکتا ہے قال اللہ تعالیٰ اِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پیشینگوئی فرمائی کہ ایک زمانہ میں دجال مردہ کو زندہ کرنے کا دعوے کرے گا اور زندہ کر دے گا۔ اس کا ایک جزو ہمارے سامنے ظاہر ہو گیا اور دوسرے جزو کی تحقیق و تفتیش میں حکمائے یورپ سرگرم ہیں بس اس سے اہل یورپ کا دجال ہونا ثابت ہو گیا۔

(۱۱)

حدیث شریف نمبر (۳) میں دجال کو مسیح کہا گیا ہے۔ مسیح مشتق ہے مساحت سے اور مساحت کے معنی ہیں "زمین ناپنا" تو دجال کو مسیح کا لقب اسی مناسبت سے دیا گیا کہ وہ تمام کرۂ ارض کو ناپ ڈالے گا (جیسا کہ اسی حدیث میں آگے چلکر بیان کیا گیا ہے) دجال کی یہ تعریف بھی اہل یورپ اور اون کے پادریوں پر ہو بہو منطبق ہو جاتی ہے جنھوں نے زمین کا چپہ چپہ ناپ ڈالا اور جہاں بھر کو چھان مارا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ ابن مریم کو بھی اسی مناسبت سے مسیح کہا گیا ہے کہ وہ ایک جگہ جم کر سکونت گزیں نہیں رہے بلکہ جب تک زندہ رہے کبھی یہود کے خوف سے کبھی کسی وجہ سے ہر طرف پھرا کرتے تھے ۱۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حدیث نمبر ۳ میں) فرمایا کہ تمیم داری ایک نصرانی تھا۔ وہ بعد کو مسلمان ہوا چالیس آدمیوں کے ساتھ دریائی کشتی میں سوار ہوا۔ جہاز بھٹک کر ایک جزیرہ کے پاس پہونچا اور یہاں (سمندر پار) اُن سے دجال سے ملاقات ہوی۔

اس حدیث میں صاف طور پر بتایا گیا ہے کہ دجال کا ملجا و ما واسمندر پار ہے اور یہ بہت سچ ہے کیونکہ یورپ سمندر پار ہی واقع ہے اور عرب و ایشیا کے لوگ یورپ میں اور یورپ کے لوگ ایشیا میں جہازہی پر آتے جاتے تھے اور آلتے جاتے ہیں اس حدیث نے بالکل صراحت کردی کہ دجال اہل یورپ ہی ہیں۔

(۱۳)

یہ دجال لوہے (کی زنجیروں) سے بالکل بند ہا ہوا تھا اور اس نے خود تمیم داری اور ان کے رفقاء سے بیان کیا کہ میں مسیح دجال ہوں (اسوقت تو میں جکڑ بند ہوں مگر) ایک وقت ہیں مجکو نکلنے کی اجازت دیجائیگی تو میں زمین پر چل نکلونگا اور دنیا کے قریہ قریہ اور کونہ کونہ میں پہونچ کے رہونگا۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کی صفت جو کچھ بیان فرمائی در اصل ایک صحیح مکاشفہ تھا اور مکاشفہ ہمیشہ تمثیلی صورت میں ہوتا ہے اور یہ بھی ایک تمثیلی صورت ہی میں بیان کیا گیا ہے دجال کے اس وقت بندھے ہوے اور جکڑ بند ہونے سے مراد یہ ہے کہ یورپ کے لوگ اس وقت بالکل جہالت اور تاریکی میں تھے پھر ایک زمانہ کے بعد وہ ترقی کرینگے تو تمام دنیا پر چھا جائیں گے جیسا کہ اس وقت مشاہدہ ہے۔

(۱۴)

دجال نے بیان کیا کہ وہ چالیس راتوں میں دنیا کے ہر حصہ پر پہونچ جائیگا۔ اگر ظاہری الفاظ پر ہی اعتبار کیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ دجال کا چالیس راتوں میں دنیا کا دورہ کرنا ممکن تا آسان ہوگا اور اس کو اس امر پر قدرت ہوگی کہ اتنی قلیل مدت میں دنیا بھر کا دورہ کرلے۔ اب اس زمانہ میں ریل عام ہوگئی ہے یورپ و امریکا میں ریل کی رفتار بہت زیادہ تیز ہے۔ ہوائی جہاز ایجاد ہی ہوچکا ہے اور ممکن ہے کہ آئندہ اس سے بھی زیادہ سریع الحرکت سواری ایجاد ہو لیکن بالفعل ریل اور جہاز ہی کو قرار دیا جائے تو چالیس دن میں تمام دنیا کا دورہ کرنا بہت آسان ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حدیث میں چالیس راتوں سے کوئی زمانہ مراد ہو یعنی دجال ترقی کرکے ایک وقت میں تمام دنیا پر مسلط ہو جائیگا اور یہ ظاہر ہے کیونکہ اہل یورپ ہی کل دنیا پر حاوی و مسلط ہیں۔

(۱۵)

پہر دجال نے زبان حال سے بیان کیا کہ میں مکہ اور مدینہ میں نہ جاسکونگا۔ اور دیکھا جاتا ہے کہ اہل یورپ باوجود اس کے کہ کرۂ ارض پر ان کا سکہ چل رہا ہے عالم پر اُن کی دہاک بیٹھی ہے مگر ان (مکہ و مدینہ) دو متبرک مقامات کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے تا بہ تسلط چہ رسد۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حدیث نمبر (۴) میں) فرمایا کہ جن لوگوں نے مجھکو دیکھا ہے یا میری بات سنی ہے اُن میں کے بعض لوگ دجال کو پائینگے۔ حدیث نمبر (۳) سے تو ثابت ہوا کہ جناب سرور کائنات کے وقت میں دجال کا وجود تھا اور اس حدیث سے یہ صراحت نکلی کہ آپ کے بعض صحابہ دجال کو پائینگے اور یہ باتیں اہل یورپ ہی کے دجال ہونے کی تعیین کرتی ہیں اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے دجال یعنی اہل یورپ کو دیکھا اور

ان سے ان کے معاملات ہوئے چنانچہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مدینہ منورہ سے اسلام کا ایک وفد قسطنطنیہ گیا جب کہ جبلہ بن ایہم غسانی مرتد ہو کر وہاں پہونچ گیا تھا اور عیش و آرام کی زندگی بسر کر رہا تھا اور یہیں صحابہ رسول اللہ صلعم نے اہل یورپ سے ملاقات کی۔

اگر دجال سے اہل یورپ کو مراد نہ لیں تو یہ پیشینگوئی بالکل بےمعنی ہو جاتی ہے۔

(۱۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حدیث نمبر (۵) میں) فرمایا کہ "میری امت سے ستر ہزار لوگ دجال کی پیروی کریں گے۔ ستر کا لفظ عربی محاورات میں بمعنی کثرت بولا جاتا ہے جیسا کہ اردو میں "سیکڑوں" کا استعمال ہے۔ مطلب یہ کہ مسلمان بہت کثرت سے اہل یورپ کی پیروی کریں گے۔

پیروی کرنے سے اگر مذہب میں داخل ہونا مراد لیں تو ظاہر ہے کہ عوام کالانعام جو مذہب و ملت سے محض کورے ہیں کس قدر پادریوں کے دام فریب و ترغیب میں گرفتار ہو کر عیسائی ہوتے جاتے ہیں اور ممکن ہے کہ آگے چلکر اور بھی اسکی کثرت ہو جائے۔

اگر پیروی کرنے سے تقلید مراد ہے جیسا کہ مستنبط ہوتا ہے (اور یہی صحیح معنی ہیں) تو اس سے بھی زیادہ ظاہر ہے کیونکہ مسلمانوں میں کا ایک بڑا گروہ جدید بشتر اہل یورپ کی تقلید کا دلدادہ ہے گو وہ کتنی ہی بیجا ہو اور اسی تقلید کو اپنے اور اپنی قوم کے لئے سرمایۂ ناز اور موجب فلاح و بہبودی خیال کرتا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ے کتاب ابن بذرون عبد الملک بن عبد اللہ بن عبدون حضرمی ۱۲

احادیث مذکورہ اور ان کی اس شرح سے واضح ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کی جو صفت بیان فرمائی اور اس کے متعلق جو پیشنگوئی فرمائی وہ ہو ہو اہل یورپ پر ٹھیک اُتر گئی اور اس کے مصداق یہی اہل یورپ اور اُن کے پادری ہیں۔ اب رہی یہ بات کہ دجال کے ساتھ مسیح علیہ السلام کا اترنا، مہدی ع کا پیدا ہونا، دنیا میں ایک عام مذہبی اور خونریز جنگِ عظیم کا ہونا، قسطنطنیہ کا فتح ہوکر عیسائیوں کے ہاتھ جانا پھر مسلمانوں کا اس کو فتح کر کے واپس لینا (وغیرہ وغیرہ) بھی حدیثوں میں بیان کیا گیا ہے حالانکہ ابتک یہ کچھ نہیں ہوا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان امور کا عین دجال کے ساتھ ہی وقوع پذیر ہونا مقصود نہیں ہے جیسا کہ الفاظ حدیث سے خود ظاہر ہے بلکہ یہ کہ جب دجال کا فتنہ بہت عام اور ضرر رساں ہو جائے گا اس وقت اصلاح عالم کے لئے جناب مسیح ع یا امام مہدی ع ظاہر یا پیدا ہوں گے اور اسلام کو دجال (پادریوں) کے شر سے بچائیں گے پھر ہوگا جو کچھ کہ ہوگا۔ پس ممکن ہے کہ ابھی فتنوں میں اور بہت زیادہ کثرت ہو اور آئندہ کسی وقت میں امام مہدی ع پیدا ہوں کیونکہ ظہور امام مہدی ع کے لئے ابھی بہت وقت باقی ہے۔ بہرحال جب کہ ابھی امام مہدی ع پیدا ہی نہیں ہوئے تو اُن کی نسبت کچھ کہنا یا لکھنا قبل از وقت ہے۔ کسی پیشنگوئی کی نسبت وقوع سے پہلے کوئی بات یقینی طور پر نہیں کہی جا سکتی۔

ہم نے دجال سے دجال صفت لوگ یعنی اہل یورپ اور ان کے پادریوں کو مراد لیا ہے اور الحمد للہ کہ ہماری تشریح نے ہمارے دعوے کو ثابت کر دیا اور ہو سکتا ہے کہ دجال سے کوئی فرد خاص ہی مراد ہو اور آئندہ چل کر ایک فرد خاص ان صفات کا پیدا ہو مگر بالفعل تو یہ پیشنگوئی ظہور دجال کی بعینہ درست اُتر گئی اور اُتر رہی ہے۔ حدیث نمبر (۳ و ۴) میں اس امر کا صاف ثبوت ہے کہ رسول اللہ صلعم کے عہد مبارک

میں دجال کا وجود تھا اور آپ نے اس کے وجود کی صاف الفاظ میں خبر دی تو
اب یہ خیال کہ دجال ایک فرد خاص آئندہ پیدا ہوگا خیال فاسد ہے جو تاریخ اور
درایت و روایت سب کے تمام تر خلاف ہے پس پادریوں اور اہل یورپ کا دجال
ہونا تیقن اند متحقق امر ہوا۔

پیشنگوئی

(۵۳)

دجال مدینہ پر قابو نہ پاسکیگا

(۵۴)

مدینہ کے چوگرد شہر پناہ کی دیوار اور اس میں سات دروازے ہونگے

البخاری عن ابی بکرؓ
عن النبی صلی اللہ علیہ
وسلم قال لا یدخل
المدینۃ رعب المسیح
الدجال لھا یومئذ

بخاری نے ابوبکرؓ سے روایت کی
ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے کہ مدینہ پر مسیح دجال کا خوف داخل
نہیں ہوگا۔ اس روز مدینہ کے سات
دروازے ہوں گے (اور ہر دروازے

سبعۃ ابواب علی کل باب ملکان	پر دو فرشتے ہوں گے۔

ف

اس حدیث قدسی میں دو پیشنگوئیاں ہیں اور گویا دونوں پوری ہو چکیں۔

پہلی پیشنگوئی

دجال کا مدینہ پر قابو نہ پانا یا مدینہ میں دجال کا خوف نہ ہونا۔

پیشنگوئی نمبر (۱۵) میں ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ حدیث میں مسیح دجال سے اہل یورپ اور اُن کے پادری صاحبان مراد ہیں بس یہ پیشنگوئی انہیں سے متعلق ہے کہ وہ لوگ مدینہ پر قابو نہ پا سکیں گے۔ اور اس پیشنگوئی کی صحت عالم میں آشکار ہے۔

دوسری پیشنگوئی

مدینہ کے گرد حصار اور شہر پناہ میں سات دروازوں کا ہونا۔

بارھویں صدی عیسوی اور غالباً چھٹویں صدی ہجری میں قاسم الدولہ الغوری نے مدینہ منورہ کو نئے سرے سے آباد[۱] کیا۔ اور شہر کے چوگرد ایک مضبوط حصار تعمیر کرایا۔ اس وقت شہر پناہ کے کل چھ دروازے تھے۔ مگر اب سات دروازے ہیں۔

تنبیہ

بخاری، مسلم اور ابوداؤد وغیرہ آئمہ حدیث نے اور بہت سی پیشنگوئیاں از روایت

---

[۱] سیاحت مدینہ مرتبہ سر رچرڈ الیف۔ برٹن

Pilgrimage to Almedina and mecca by sir Richard F. Burton.

کی ہیں جو ابھی پوری نہیں ہوئیں کیونکہ اُن کا زمانۂ وقوع قریب قیامت بتایا گیا ہے ان میں سے بعض حدیثیں یہ ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:-

(۱) قیامت سے پہلے ایک شخص بنی قحطان میں کا بادشاہ ہو کر خروج کریگا اور لکڑی سے لوگوں کا ہنکاتا پھریگا (مسلم)

(۲) قیامت سے پہلے روم کے لوگ اعماق یا دابق میں اتریں گے پھر اُن پر مدینہ کا ایک لشکر خروج کرے گا۔ مسلمانوں اور عیسائیوں میں جنگ ہوگی۔ ایک ثلث مسلمان شکست کھائینگے۔ ایک ثلث قتل ہوں گے۔ ایک ثلث جو باقی بچیں گے عیسائیوں پر غالب آئینگے پھر یہ لشکر اسلام قسطنطنیہ کو فتح کرے گا (اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے قریب شہر قسطنطنیہ نصاریٰ کے قبضہ میں آجائیگا جیسا کہ دوسری حدیثوں میں صداقت ہے اور جس کے آثار اب شروع ہونے لگے ہیں۔

(۳) مال کی اتنی کثرت ہوگی کہ لوگ اپنے مال کی زکات لیکر نکلیں گے اور کوئی اس کا قبول کرنے والا نہ ملے گا۔

(۴) دریائے فرات سے خزانہ نکلیگا اور اس کے لئے بڑی خونریزی ہوگی۔

(۵) ایک بڑی آگ ظاہر ہوگی جو لوگوں کو پورب سے پچھم کی طرف لیجائیگی۔

(۶) ایک دھواں پیدا ہوگا جو تمام عالم پر چھا جائیگا۔

(۷) ایک جانور دابۃ الارض نکلیگا جو بات کرے گا اور مسلمان کو کافر سے شناخت کرلے گا۔

(۸) آفتاب مغرب سے طلوع کرے گا۔

(۹) حضرت عیسیٰ بن مریم خود (اگر زندہ ہیں) یا کوئی مثیل مسیح آکر امت کی اصلاح کریگا مگر اس وقت جبکہ دجال کا فتنہ و فساد بہت عام اور مضر ہو جائے گا۔

(۱۰) تین جگہ زمین کا دھنس جانا ۔ مشرق ۔ مغرب اور ۔ جزیرۂ عرب میں ۔
(۱۱) یمن سے ایک آگ ظاہر ہوگی جس سے ڈر کر لوگ ایک طرف کو جمع ہوں گے
(۱۲) ایک ہوا چلیگی جو لوگوں کو سمندر میں ڈالدیگی ۔
(۱۳) ایسے ہی فتنہ کے وقت حضرت عیسٰی یا مثیل عیسٰی نزول اجلال فرماکر صلیب کو توڑینگے ۔ سور کو قتل کرینگے اور جزیہ کو قایم کرینگے یعنی اباطیل عالم کو عموماً اور عیسائیوں کے اباطیل کو خصوصاً ملیامیٹ کرکے دین اسلام کو ہر طرف رواج دینگے ۔ یہیں سے یہ بات بھی مستنبط ہوتی ہے کہ دجال یہی پادری واہل یورپ ہیں ۔ کیونکہ صلیب اور سور کے اباطیل انہیں کے ساتھ مخصوص ہیں مسیح علیہ السلام کے ساتھ یا ان سے پہلے امام مہدی ؑ مسلمانوں میں سے پیدا ہوکر پیشوائے اہل اسلام ہوں گے ۔ شاید کہ حدیثوں میں مسیح ؑ اور مہدی ؑ ایک ہی شخص کو کہا گیا ہو جو ایسے فتنہ کے وقت مسلمانوں کی دستگیری کرے گا مگر یہ خیال جمہور کے عقیدہ کے خلاف ہے
(۱۴) قبیلہ دوس مرتد ہوجائے گا وغیرہ وغیرہ ۔
ان پیشنگوئیوں کو ہم نے اس لئے نظر انداز کردیا کہ وہ قرب قیامت سے متعلق ہیں اور ہنوز پوری نہیں ہوئیں پس وہ خصم کے لئے کوئی حجت نہیں ہوسکتیں

دوسرا باب

ان پیشنگوئیوں میں جو کتب حدیث کی تدوین سے پہلے پوری ہوگئیں

پیشنگوئی

(۵۵)

حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمانؓ کی شہادت

البخاری عن انسؓ ان النبی صلعم صعد اُحداً وابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ فرجف بھم فضربہ برجلہ فقال اثبت احد فانما علیک نبی و صدیق وشہیدان

بخاری نے انس سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ کوہ احد پر چڑھے اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ آپ کے ساتھ ساتھ تھے اتنے میں بھونچال آیا تو آپ نے پہاڑ کو ٹھوکر مار کر فرمایا کہ اے احد! ٹھیر جا کہ تجھپر صرف ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

ف

اس واقعہ کے تقریباً سترہ[۱] برس کے بعد حضرت عمر[۱] فاروق اعظم رضؓ اور ستائیس[۲] برس کے بعد حضرت عثمانؓ شہید ہوئے۔

پیشنگوئی

(۵۶)

لوگ عثمان رضؓ کو خلافت سے علیحدہ کرنا چاہینگے

الترمذی عن عائشۃؓ ان النبی صلعم قال یا عثمان لعل اللہ یقمصک قمیصا فان ارادوک علی خلعہ فلا تخلع لھم۔

ترمذی نے عائشہ رضؓ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان سے فرمایا کہ اے عثمان! البتہ اللہ تم کو ایک قمیص پہنائیگا تو اگر لوگ اس کے اتروانے کی تم سے کوشش کریں تو تم اس کو اُن کے کہنے سے نہ اُتارنا۔

ف

یہ پیشنگوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے اکیس[۱] برس کے بعد پوری ہوی۔ اس کا قصہ بہت طویل اور کتب سیر و تواریخ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔ مختصر یہ کہ جناب عثمان ذوالنورین رضؓ کے آخر زمانۂ خلافت میں مصر کے لوگ عامل مصر کی شکایت لیکر دارالخلافۃ مدینہ میں حضرت عثمانؓ کے پاس حاضر ہوئے خلیفۂ برحق نے ان کی فریاد سنی۔ ان کی دادرسی کی۔ عامل کو معزول کر کے محمد بن

[۱] تاریخ الخلفاء للسیوطی ۱۲

ابی بکر رضؓ کو عامل مصر مقرر کیا وہ مصر کو روانہ ہوئے مگر کسی فتنہ انگیز کی ایک مکاری کی وجہ سے رستہ سے واپس ہو کر مدینہ لوٹ آئے۔ مصر والوں نے خلیفہ سے بغاوت کی۔ آپ کو محصور کر کے آمد و رفت بند کر دی اور آپ کو مجبور کیا کہ یا تو آپ اس مفسد کو (جو بقول مشہور، مروان تھا) ہمارے حوالے کر دیں یا خلافت سے دست بردار ہو جائیں۔ آپ نے جواب دیا کہ مروان کو تو میں حوالے کر نہیں سکتا، تم اس پر جرم ثابت کرو، سزا دینا میرا کام ہے اور خلافت سے بھی میں دستبردار نہیں ہو سکتا کیونکہ رسول اللہ صلعم نے مجکو بشارت دی ہے کہ اللہ تمکو ایک قمیص پہنائیگا اور لوگ تم سے اس کے اتروانے کی کوشش کرینگے سو تم ہرگز اُس قمیص کو نہ اتارنا۔ وہ پیشگوئی آج پوری ہوئی کیونکہ وہ قمیص یہی خلافت کی قمیص ہے جسکو تم مجھ سے چھیننا چاہتے ہو تو یاد رکھو کہ میں امر خلافت سے اپنے کو کبھی سبکدوش نکروں گا۔ آخر کو باغیوں نے اس خلیفۂ برحق کو شہید کر دیا۔

پیشگوئی

(۵۷)

حضرت عثمان رضؓ کی عہد میں فتنوں کا ہونا

(۵۸)

آپ کا بلا میں پھنسنا۔ حق پر ہونا اور مظلومانہ شہادت پانا

ترمذی عن مرۃ بن کعب رضؓ قال سمعت من رسول اللہ صلعم انہ ذکر الفتن فقربھا فمر رجل مقنع فی ثوب فقال ھذا یومئذٍ علی الھدیٰ فقمت الیہ فاذا ھو عثمان بن عفان فاقبلت علیہ بوجھہ فقلت ھذا قال نعم۔

ترمذی نے مرہ بن کعب رضؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے فتنوں کا ذکر کیا پھر اُن کے وقوع کا زمانہ قریب بتلایا اتنے میں ایک شخص (چہرہ پر) کپڑا اڑائے ہوئے ادھر سے گذرا تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ یہ شخص اس وقت حق پر ہو گا۔ یہ سنکر میں اس شخص کی طرف لپکا تو دیکھا کہ وہ عثمان بن عفان رضؓ ہیں پس میں نے ان کے چہرہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیر کر پوچھا کہ کیا یہی شخص؟ (اس وقت حق پر ہو گا) آپ نے فرمایا ہاں۔

ف

اسی کی ہم معنی ایک حدیث بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ابو ہریرہ رضؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا، میں نے رسول اللہ صلعم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم لوگ میرے بعد عنقریب فتنہ و فساد میں پڑیں گے، ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ پھر آپ ہمکو کیا حکم دیتے ہیں؟ ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟ آپ نے عثمان رضؓ کی طرف اشارہ کر کے جواب دیا، تم (اس) بادشاہ اور اس کے یاروں کی متابعت کرنا۔

ایسی ہی ایک حدیث بخاری و مسلم نے ابو موسی اشعری رضؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا، میں یا رسول اللہ صلعم کے ساتھ مدینہ کے ایک باغ میں تھا کہ یکایک کسی نے دروازہ کھلوایا۔ رسول اللہ نے فرمایا، جاؤ دروازہ کھولدو اور آنے والے کو جنت کی بشارت دو، میں نے دروازہ کھولا تو ابو بکر رضؓ تھے۔ میں نے

رسول اللہ کی خوشخبری سنا دی ابو بکر رضؓ نے خوش ہو کر اللہ کی حمد و ثنا کی - آپنے
میں دوسرے شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا - رسول اللہؐ نے فرمایا جاؤ دروازہ کھولدو
اور آنے والے کو جنت کی بشارت دو دروازہ کھول کر دیکھا تو حضرت عمرؓ تھے - میں نے
رسول اللہ کی بشارت پہونچائی اور وہ بھی خوش ہو کر خدا کی حمد و ثنا کرنے لگے - اس کے
بعد تیسرے شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا تب رسول اللہؐ نے فرمایا جاؤ دروازہ کھولدو
اور آنے والے کو جنت کی بشارت دو مگر یہ شخص ایک فتنہ میں گرفتار ہوگا - ابکی مرتبہ
جو دروازہ کھولتا ہوں تو عثمان بن عفان رضؓ تھے - میں نے رسول اللہؐ کی فرمائی ہوی
بشارت دُہرا دی اور عثمان رضؓ نے خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ اللہ بہتر مددگار ہے

ان حدیثوں میں تین پیشنگوئیاں ہیں -

اوّل :- یہ کہ حضرت عثمان رضؓ کے وقت میں ایک فتنہ ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ
آپ کے آخر زمانۂ خلافت میں مصر کے کچھ باغیوں نے بغاوت کر کے ایک
طوفان عظیم برپا کر دیا -

دوسرے :- یہ کہ آپ شہید ہوں گے اور ایسا ہی ہوا کہ ان پاجی بلوائیوں نے
امام برحق کو قتل کر دیا -

تیسرے :- آپ کا جنتی ہونا جو اپنے وقت پر ثابت ہوگی -

چوتھے :- یہ کہ آپ اُس وقت حق و ہدایت پر ہوں گے اور یہی مذہب اہل
سنت و جماعت کا ہے -

پیشنگوئی

(۵۹)

حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کی خانہ جنگی

الشیخان عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقوم الساعۃ حتیٰ تقتتل فئتان عظیمتان من المسلمین فیکون بینہما مقتلۃ عظیمۃ دعوٰتہما واحدۃ۔

بخاری و مسلم نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ قائم ہوگی قیامت جب تک مسلمانوں کی دو بڑی جماعتیں قتال نہ کریں اور اُن دونوں کے درمیان جنگ عظیم ہوگی درحالیکہ دعوے دونوں کا ایک ہی ہوگا۔

ف

یہ پیشنگوئی اُس جنگ سے پوری ہوگئی جو حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے درمیان میں واقع ہوئی کہ دونوں فریق مسلمان تھے اور دونوں کا دعوے ایک ہی تھا یعنی ہر ایک اپنے کو مسلمان کہتا اور اپنے کو برسر حق مستحق خلافت سمجھتا تھا اسی جنگ کو جنگ صفین کہتے ہیں۔ اس میں قریب ستّر ہزار مسلمانوں کے قتل ہوگئے۔ جو جنگ حصول خلافت کے لئے بنی امیہ اور بنو ہاشم کے درمیان اور پھر بنو عباس اور بنو علی کے مابین واقع ہوئی اس پر بھی یہ پیشینگوئی صادق اترتی ہے مگر رسول کے بعد اس نہج کی پہلی جنگ جنگ صفین تھی اس لئے اس کو مصداق

قرار دیتے ہیں۔

پیشنگوئی

(۶۰)

مسلمانوں میں اختلاف اور پھوٹ پڑیگا

(۶۱)

خوارج کا ظہور اور ان کا اپنی حرکت سے باز نہ آنا

مسلم عن ابی سعید الخدری رضی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون من امتی فرقتین فیخرج من بینھما مارق یلی قتلھم اولھم بالحق ابو داؤد عن انس بن مالک رضی قال قال النبی صلعم

مسلم نے ابو سعید خدری رضی سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ میری امت کے دو فرقے ہوجائینگے پھران دونوں کے درمیان سے ایک خروج کرنے والا فرقہ پیدا ہوگا جسکو دونوں گروہوں میں سے وہ گروہ قتل کرے گا جو حق سے زیادہ قریب ہوگا۔

ابوداؤد نے انس بن مالک رضی سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ میری امت میں

سیکون فی امتی اختلاف وفرقة قوم یحسنون القیل ویسیئون الفعل یقرؤن القرآن لا یجاوز تراقیھم یمرقون من الدین مروق السھم من الرمیة لا یرجعون حتی یرتد السھم ھم شر الخلق۔	عنقریب اختلاف اور پھوٹ پڑے گی ایک قوم ہوگی جو بات اچھی کرے گی اور کام خراب کریگی۔ وہ قوم قرآن پڑھیگی (مگر) وہ اُن کے گلے سے نیچے نہیں اُترے گا۔ دین سے نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکلتا ہے وہ رجوع نہیں ہوں گے جب تک (نکلا ہوا) تیر واپس نہ ہو۔ وہ دنیا میں بدترین لوگ ہوں گے۔

ف

ان حدیثوں میں چار پیشینگوئیاں ہیں۔

(۱) مسلمانوں میں اختلاف کا پڑنا چنانچہ جناب علی مرتضیٰ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما میں جو لڑائی ہوئی وہ صرف اختلاف پر مبنی تھی اور یہ بات غلط ہے کہ جناب معاویہ رضی نے حضرت علیؓ پر خروج کیا تھا۔

جب ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہو جائے اور بیعت کرنے والے ارباب حل وعقد سے بھی نہ ہوں تو وہ شخص انہیں لوگوں کا خلیفہ ہو گا جنہوں نے اسکی بیعت کی ہے۔ جنہوں نے بیعت نہیں کی ہے ان لوگوں کا وہ خلیفہ یا امام نہیں ہوسکتا پس بیعت نکرنے والوں کا خروج، خروج علی الامام یا بغاوت نہیں کہا جاسکتا حضرت امیر معاویہ نے نہ تو حضرت علیؓ کو خلیفہ تسلیم کیا نہ اُن کے ہاتھ پر بیعت کی وہ خود مدعی خلافت تھے پس وہ بغاوت کیونکر ہوسکتی ہے؟ اور اگر اس کو بغاوت

مان لیا جائے تو یزید اور حضرت حسین بن علیؓ کے معاملہ میں مشکل پڑ جائے گی کیونکہ یزید کے ہاتھ پر عام بیعت ہو چکی تھی اور امام حسینؓ نے اُن پر خروج کیا تھا۔

(۲) مسلمانوں میں پھوٹ کا پڑنا اور دو فرقوں کے درمیان سے ایک خروج کرنے والے کا نکلنا اور یہ وہ پھوٹ ہے جو خوارج اور حضرت علیؓ کے لشکر یوں میں ہوی یہانتک کہ نوبت جنگ کی پہونچی اور خارجیوں کا قتل عام ہوا۔

حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ سے لڑائی ہو رہی تھی کہ اسی درمیان میں ایک گروہ خوارج مذکورہ کا خود حضرت علیؓ کے لشکر سے پھوٹ پڑا۔ انہوں نے اپنے ہی امام جناب علی مرتضیٰؓ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور آخر حضرت علیؓ نے ان کا قلع قمع کیا۔

اختلاف اور فرقہ میں فرق ہے۔ اختلاف سے مراد اختلاف فی الرائے ہے۔ فرقہ کے معنی جدا ہونے کے ہیں یعنی گروہ سے جدا ہو جانا جسکے مفاسد ظاہر ہیں۔

حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ میں جو قتال واقع ہوا وہ محض اختلاف کی وجہ سے تھا جس میں جناب معاویہؓ سے ایک اجتہادی خطا یا چوک ہو گئی تھی۔ بخلاف اس کے حضرت علیؓ اور خوارج کے درمیان جو قتال وجدال ہوا وہ در اصل فرقہ یعنی پھوٹ تھا کیونکہ خوارج حضرت علیؓ کی لشکر کے لوگ تھے انہوں نے ناجائز طور پر حضرت علیؓ کا ساتھ چھوڑا۔ مخالفت اختیار کی۔ بغاوت پر کمر باندھی۔ ان کے ناشائستہ حرکات سے مجبور ہو کر حضرت علیؓ نے ان کے استیصال کا قصد کیا۔ خارجیوں نے امام کا مقابلہ کیا اور آخر سب نے شکست فاش کھائی۔

اب دیکھو کہ حدیث میں پہلے اختلاف کا لفظ ہے اس کے بعد فرقہ کا اور اسی طرح واقع بھی ہوا کہ پہلے امیر معاویہؓ اور حضرت علی رضہ میں اختلاف پڑا اور اس اختلاف کے اثنا میں خوارج کا گروہ پیدا ہو گیا۔

(۳) خوارج کی سیرت کا بیان کہ ان کی باتیں اچھی ہونگی اور کردار بالکل اس کے

خلافت اور یہ ایسے ہی لوگ تھے کہ ظاہر میں تو بڑے دیندار تھے مگر اپنے امام کی لشکر سے ناجائز طور پر جدا ہوئے جس سے بڑی خرابی پیدا ہوئی۔

(۴) خوارج اپنے اخلاق روئیہ اور عادات خبیثہ سے باز نہ آئیں گے جب تک کمان سے نکلا ہوا تیر واپس نہ آجائے یہ تعلیق المحال بالمحال ہے جس طرح قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ مشرکین جنت میں داخل نہ ہوں گے جب تک اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نہ گذر جائے۔ مطلب یہ کہ نہ کمان سے نکلا ہوا تیر پھر سکتا ہے نہ خوارج اپنی عادات سے۔ اسی طرح مشرکین کا جنت میں داخل ہونا اور اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گذرنا ایک حکم میں ہے یعنی نہ وہ ہوسکتا نہ یہ ہوسکتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خوارج اپنی عادات و عقائد فاسدہ سے باز نہ آئے۔ بہت سے قتل و غارت ہوگئے اور جو بچ گئے وہ اسی طرح اپنی حالت پر قائم رہے اور آج بھی دنیا میں وہ گروہ باقی ہے۔

تنبیہ

خوارج شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ) کو مانتے ہیں اور ختنین (عثمانؓ و علیؓ) کو نہیں مانتے اُن کے مقابل میں شیعہ امامیہ ہیں جو اصحاب ثلاثہ (ابوبکرؓ۔ فاروقؓ۔ عثمانؓ) کو نہیں مانتے اور حضرت علیؓ کا درجہ رسول سے بھی زیادہ قرار دیتے ہیں۔ ان میں کا ہر ایک گروہ، دوسرے گروہ کے بزرگوں پر لعنت کرتا ہے۔ میرے والد ماجد استاذی علامہ محمدؒ اعظم مدظلہ ایک مرتبہ فرماتے تھے کہ "میں نے ایک کتاب خوارج کے مذہب کی دیکھی ہے جس میں مصنف نے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کی تکفیر پر (معاذاللہ) ستّو دلیلیں قائم ہیں پھر سلسلہ وار اس نے بیان کرنا شروع کیا۔ میں گیارہ تک پہونچا تھا کہ پھر نہ دیکھ سکا۔

پیشنگوئی

(۶۲)

طلحہؓ کی شہادت

الترمذی عن جابرؓ قال نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی طلحۃ بن عبد اللہؓ قال من سرّہ ان ینظر الی شہید یمشی علی وجہ الارض فلینظر الی طلحۃ بن عبد اللہؓ

ترمذی نے جابرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلحہ بن عبد اللہؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ جو شخص زمین پر چلتے پھرتے شہید کے دیکھنے کا خواہشمند ہو وہ طلحہ بن عبد اللہؓ کو دیکھ لے۔

ف

اس حدیث میں حضرت طلحہ بن عبد اللہؓ کے شہادت کی پیشنگوئی کی گئی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جنگ جمل میں جب آپ حضرت علیؓ کی نصیحت سے متاثر ہو کر جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی لشکر سے نکل گئے تو مروان نے آپ کو [1] شہید کر دیا یا کرا دیا۔

[1] روضۃ الصفا۔

پیشنگوئی

(۶۳)

مسلمان ایک قوم سے لڑینگے اور وہ مال دیکر جانیں بچائینگے

ابو داؤد عن رجل من جهينة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لعلكم تقاتلون قوماً فتظهرون عليهم فيتقونكم باموالهم دون انفسهم و ذراريهم فيصالحونكم على صلح فلا تصيبوا منهم فوق ذلك فانه لا يصلح لكم۔

ابو داؤد نے ایک جہنی مرد سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شاید تم لوگ (آئندہ) ایک قوم سے لڑوگے اور اُن پر فتح پاؤگے پھر وہ لوگ کچھ مال تکو دیکر اپنی اور اپنی اولاد کی جانیں تم سے بچائینگے اس کے بعد وہ لوگ تم سے ایک (معین) مال پر صلح کر لینگے بس تم اُن سے (معین مال سے کچھ) زیادہ نہ لینا کیونکہ یہ زیادتی تمکو ہرگز جائز نہیں ہے۔

ف

حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں اور اس کے بعد بھی اکثر اسی طرح صلح ہوئی چنانچہ خاص دمشق کا واقعہ زیادہ مشہور ہے کہ آیا وہ صلحاً فتح ہوا یا عنوۃً اور بالآخر صلحاً ٹھیرا اور مسلمانوں نے

اس سے زیادہ تصرف نہ کیا۔[1]

پیشنگوئی

(۶۴)

امام حسنؓ دو بڑے لشکروں میں صلح کے باعث ہونگے

البخاری عن ابی بکرۃؓ قال رئیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر والحسن بن علیؓ الی جنبہ ویقول ان ابنی ھذا سیّد و لعلّ اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین

بخاری نے ابوبکرہؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا درحالیکہ امام حسن بن علیؓ آپ کے پہلو میں تھے اور آپ فرماتے تھے کہ بلاشک یہ میرا بیٹا سردار ہے اور البتہ اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان میں صلح کرا دیگا۔

ف

امام حسن رضی اللہ عنہ کے سبب سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح ہونے کی پیشنگوئی ہے اور ایسا ہی ہوا کہ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد جب امام حسنؓ اپنے باپ کے جانشین وخلیفہ ہوئے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے

---

[1] فتوح الشام ۱۲

پھر جنگ کی تیاری ہونے لگی مگر اس اثنا میں حضرت حسنؓ کے شیعہ نے آپکی ساتھ ناگوار بدسلوکی کی جس کی وجہ سے حضرت حسنؓ کا اپنی شیعہ کی طرف خیال وفاداری کمزور ہو گیا اور ان کو محسوس ہوا کہ ایسی غدار و بیوفا جماعت کے بھروسہ پر مسلمانوں کی خونریزی عبث ہے۔ غرض آپنے حضرت امیر معاویہؓ سے صلح کر کے خلافت اُن کے سپرد کر دی اور یہ بہت اچھا ہوا۔

پیشنگوئی

۶۵

اللہ مسلمانوں کو بادشاہ بنائیگا

مسلم والنسائی عن ابی سعیدؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الدنیا حلوۃ خضرۃ وان اللہ تعالیٰ مستخلفکم فیھا فناظر کیف تعملون

مسلم اور نسائی نے ابوسعیدؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا شیریں سرسبز ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ تمکو دنیا میں بادشاہ بنائیگا پھر دیکھیگا کہ تم (حصول بادشاہت کے بعد) کیسے کام کرتے ہو؟

ف

یہ پیشنگوئی بہت جلد پوری ہوی اور رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے انتقال کے ساتھ ہی دنیا میں مسلمانوں کا ہر طرف عمل دخل شروع ہو گیا اور آخرکار ان کی ایک عظیم الشان خلافت وسلطنت قائم ہو گئی جس کا اثر آج بھی دنیا میں باقی ہے

پیشگوئی

(۶۶)

ایک شہر بصرہ آباد ہوگا

ابوداؤد عن انسؓ قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الناس یمصرون امصارا وان مصرا منها یسمی البصرة

ابوداؤد نے انسؓ سے روایت کی ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ بہت سے شہر آباد کریں گے اور انہیں میں سے ایک شہر ہوگا جس کا نام بصرہ ہوگا۔

ف

یہ شہر بصرہ حضرت فاروق اعظمؓ کے عہد خلافت میں دریائے شط النہر (فرات) کے کنارے آباد کیا گیا تھا۔

پیشگوئی

(۶۷)

خراسان سے سیاہ جھنڈے نکلیں گے

الترمذی عن ابی ھریرةؓ

ترمذی نے ابوہریرہؓ سے روایت

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم. یخرج من خراسان رایات سود لا یردھا شیٔ حتے تنصب بایلیا

کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خراسان سے سیاہ جھنڈے نکلیں گے انہیں کوئی چیز نہ روک سکیگی یہانتک کہ وہ بیت المقدس میں گاڑے جائینگے۔

ف

یہ پیشینگوئی خلافت عباسیہ کے قائم ہونے کی ہے جو وفات رسول خدا صلعم سے ڈیڑھ سو برس کے بعد پوری ہوی۔ عباسیوں کا شاہی بانا اور لوا رسیاہ تھا۔ اُن کے بارہ نقبا ٔ میں سے ایک ابو مسلم مروزی تھا جس کا مستقر خراسان میں تھا۔ بعض وجوہ سے اس کو قبل از وقت اُٹھ کھڑا ہونا پڑا اور سب سے پہلے عباسیوں کی خلافت کے سیاہ جھنڈے خراسان[1] ہی سے نکلے اور اُن کو کوئی دنیاوی طاقت نہ روک سکی تاآنکہ وہ بیت المقدس وغیرہ تمام بڑے بڑے مقامات پر لہرانے لگے۔

پیشینگوئی

(۶۸)

لوگ علم کی طلب میں اونٹوں پر سفر کرینگے

(۶۹)

[1] تاریخ ابن اثیر

اور مدینہ کے عالم سے بہتر کوئی نہ ہوگا

الترمذی عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشک ان یضرب الناس اکباد الابل فی طلب العلم فما یجدون اعلم من عالم المدینۃ

ترمذی نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قریب ہے کہ لوگ علم کی طلب میں اونٹوں پر سفر کرینگے تو مدینہ کے عالم سے بڑا عالم کسی کو نہ پائینگے۔

ف

حدیث میں دو پیشنگوئیاں ہیں۔

پہلی پیشنگوئی

لوگوں کا طلب علم میں اونٹوں پر سفر کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تو آپ کی حدیثوں کے جمع کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ آپ کی ذات سراپا برکات خود موجود تھی۔ آپ کے بعد صحابہ کا زمانہ آیا۔ اس عہد میں بھی جمع احادیث کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی اس لئے کہ صحابہ قرآن کے معانی سے واقف تھے اور اپنے کانوں رسول کی زبان سے حدیثیں سنے ہوئے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین آئے جو صحابہ رسول خدا کے صحبت یافتہ تھے لہذا یہ عہد بھی حدیثوں کے جمع کرنے کی ضرورت سے مستغنی رہا جب یہ زمانہ بھی قریب الاختتام ہو چلا اور رسول اللہ صلعم سے بُعد ہونے لگا تو احادیث نبوی کے جمع کرنے کی سخت ضرورت محسوس ہوئی کہ مبادا اس

زمانہ کے بعد پھر یہ کام ہی نہ ہو سکے اور یہ وجہ بھی ہوی کہ وضعی حدیثیں کثرت سے شائع ہونے لگیں جس کی اصلاح از بس ضروری تھی۔

اس خیال کے ساتھ ہی ہر طرف سے عاشقان کلام مصطفوی اور مشتاقان احادیث احمدی اُٹھ کھڑے ہوئے اور حدیثوں کے جمع وتنقید میں لگ گئے پھر تو صدیوں تک اس کا سلسلہ نہ ٹوٹنے پایا۔ جہاں خبر ملی فلاں مقام پر ایک شخص ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سناتا ہے تو چل کھڑے ہوئے۔ ایک ایک حدیث کے لئے منزلوں کی راہ طے کر لینی اُن کیلئے ادنی بات تھی۔

دوسری پیشینگوئی

سب سے بہتر مدینہ کے عالم ہوں گے۔ شارحین حدیث لکھتے ہیں کہ اس سے اشارہ امام مالک رضؓ کی طرف ہے جو عالم مدینہ کے نام سے مشہور ہین اور جیسا کہ عبدالرزاق رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے۔

حدیث کی کتابیں تو بہت لوگوں نے مرتب و مدوّن کیں مگر امام مالکؒ کی موطا سے بہتر کوئی کتاب معتبر نہیں ہوی اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس زمانہ میں امام مالک مدنی سے بڑا عالم کوئی نہ تھا جیسا کہ مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ نے موی شرح موطا میں تحریر فرمایا ہے۔

میں کہتا ہوں

کہ شارحین حدیث اور شاہ ولی اللہ دہلوی کی یہ رائے اس قدر تو بہت صحیح ہے کہ فن حدیث میں پہلی کتاب معتبر جو مرتب ہوئی وہ موطا امام مالکؒ ہے اور اس میں

بھی کوئی شبہ نہیں کہ امام مالکؒ اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم تھے لیکن اس حدیث میں عالم مدینہ سے امام مالکؒ کو مراد لینا بلا دلیل ہے حدیث میں نام نہیں لیا گیا ہے اور نہ ایسی علامتیں بیان کی گئیں جو امام مالکؒ پر ہی منطبق ہوں اس لئے یقیناً نہیں کہا جا سکتا کہ عالم مدینہ سے مالک رحمہ ہی مراد ہیں۔ ممکن ہے کہ آئندہ مدینہ میں کوئی ایسا عالم ہو جس سے زیادہ اسلامی دنیا میں کوئی ذی علم نہ ہو۔

یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ امام مالکؒ کے زمانہ میں ان سے بڑا کوئی عالم نہیں تھا کیونکہ امام اعظم ابو حنیفہؒ انہیں کے ہمعصر تھے۔

بلا شبہ امام ابو حنیفہؒ نے فن حدیث میں کوئی کتاب مدون نہیں کی لیکن قرآن میں اور نیز ان احادیث میں جو ان کی سندیں ہیں امام کی نظر بہت غائر تھی۔ خاصکر حرام و حلال میں اُن سے بہتر کسی کا مذہب نہیں ہے اور فن فقہ تو سوائے حنفیوں کے کسی کا بھی مکمل نہیں ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کی صواب اندیشی اور دقت نظر وغیرہ ان کی افضلیت کی کافی دلیل ہے اور یہ افضلیت مجموعی حیثیت کے لحاظ سے ہے ورنہ بعض بعض جزوی میں تو ہر ایک دوسرے سے افضل ہے۔

بہت باتیں ایسی ہیں جو مدتوں بعد حل ہوتی ہیں مثلاً نماز میں ہاتھوں کے باندھنے اور چھوڑنے کے متعلق میں عرصہ تک تحقیق کے صحراء میں سرگرداں رہا۔ آخر یہ بات متحقق ہوئی کہ ارسال (ہاتھ چھوڑنا) غلط ہے اور وضع یدین اتنا ہی ثابت ہوا کہ وَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ یَدَہُ الْیُمْنٰی عَلٰی یَدِہِ الْیُسْرٰی۔ یعنی رسول اللہؐ نے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا خواہ سینہ کے نیچے ہو یا سینہ کے اوپر ہو یا ناف کے نیچے ہو۔ اگرچہ فوق الصدر کی احادیث زیادہ ہیں مگر سب قلیل الاذم

اب سنئے کہ اگر ہاتھ کھولکر دیر تک نماز میں کھڑا رہنا پڑے تو انگلیوں میں خون اتر آتا نہے البتہ اس صورت میں ہاتھ کو ہلاتے رہنا مفید ہے مگر وہ فعل کثیر اور آداب صلوٰۃ کے خلاف ہے۔ علی ہذا القیاس ہاتھوں کو سینہ پر رکھنا بھی تکلیف دہ اور بدنما ہے کیونکہ یہ وضع، وضع طبیعت سے بالکل بعید ہے اور ان دونوں باتوں کا تجربہ مجھکو بارہا ہوا ہے۔ بخلاف ان کے تحت السرہ یا علی السرہ یعنی ناف کے اوپر یا نیچے ہاتھ باندھنا وضع طبیعت کے قریب ہے اور ہاتھ کو ہاتھ پر رکھدینے کی وجہ سے خون بھی نہیں اترتا اس فائدہ کو یقینی طور پر معلوم کر لینے کے بعد میں نے سینہ پر ہاتھ باندھنا قطعاً چھوڑ دیا۔ غرض اس قسم کے اکثر مسائل ہیں جو امام اعظمؒ کی ذہانت، دقت نظر، ان کے وفور علم اور افضلیت کو ثابت کرتے ہیں۔

پیشگوئی

(۷)

یمن۔ شام اور عراق کی فتح

الشیخان عن سفیان بن زہیرؓ قال قال رسول اللہ صلعم تفتح الیمن فیاتی قوم یبسون فیتحملون باھلیھم ومن اطاعھم

بخاری و مسلم نے سفیان بن زہیرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ملک یمن فتح ہوگا تو ایک قوم جلدی کرتی ہوئی آئیگی پھر اٹھا لیجائیگی اپنے گھر والوں کو اور ان کو

وَالمدینۃ خیر لھم لو کانوا یعلمون وتفتح الشام فیاتی قوم یبسون فیتحملون باھلیھم ومن اطاعھم وَالمدینۃ خیر لھم لو کانوا یعلمون وتفتح العراق فیاتی قوم یبسون فیتحملون باھلیھم ومن اطاعھم والمدینۃ خیر لھم لو کانوا یعلمون

جوان کا کہا مانیں گے حالانکہ مدینہ کا رہنا اُن کے حق میں بہتر ہوگا بشرطیکہ سمجھیں اور شام کا ملک فتح ہوگا تو بعض لوگ جلدی کرتے ہوئے آئینگے پھر اٹھا لیجائینگے اپنے گھر والوں اور اپنے کہنا ماننے والوں کو حالانکہ اگر وہ سمجھیں تو مدینہ اُن کے حق میں بہتر ہے اور فتح ہوگا عراق کا ملک تو بعض لوگ جلدی کرتے ہوئے آئینگے پھر اٹھا لیجائینگے اپنے گھر والوں اور اپنے کہا ماننے والوں کو حالانکہ اگر وہ سمجھیں تو مدینہ کا رہنا اُن کے حق میں بہتر ہے -

ف

مطلب یہ کہ یمن، شام اور عراق سب ممالک فتح ہوں گے اور اہل اسلام حجاز کو چھوڑ کر یمن وغیرہ میں جا بسینگے حالانکہ مدینہ کا چھوڑنا اور اس کے برکات سے محروم رہنا ان کے حق میں بہتر نہ ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ یہ تینوں ممالک یمن۔ شام عراق فتح ہوئے اور مسلمانوں کی کثیر التعداد جماعتیں حجاز سے نکل نکل کر ان ممالک میں جا بسیں -

اس حدیث قدسی سے بالالتزام یہ بھی نکلا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو مدینہ منورہ کو چھوڑ کر کوفہ کو دارالخلافہ بنایا وہ اچھا نہ تھا - مدینہ ہی میں رہنا اچھا تھا - کوفہ میں جا کر آپ نے سوائے نقصان کے کوئی فائدہ نہ اٹھایا -

پیشنگوئی

(۱۷)

روم اللہ کی مدد سے فتح ہوگا

مسلم عن عقبۃ بن عامرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستفتح علیکم الروم یکفیکم اللہ فلا یعجز احدکم ان یلھو باسھمہ

مسلم نے عقبہ بن عامرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عنقریب تم روم کی سلطنت کو فتح کروگے اور اللہ تم کو بس ہوگا بس تم میں کا کوئی شخص اپنی تیروں کے ساتھ کھیلنے سے عاجز نہو۔

ف

شام۔ دانا طول۔ قبرس اور بنادر شام وغیرہ رومیوں کے تصرف میں تھے۔ شام وغیرہ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ[۱] میں اور قبرس وغیرہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں امیر[۲] معاویہ رضؓ کے ہاتھ پر مفتوح ہوئے اور خود امیر معاویہؓ بھی اپنے عہد[۳] خلافت میں کچھ کچھ پیشقدمی کرتے رہے۔ **عباسیوں** نے تمام ایشائی حصہ کو لے لیا اور قیصر قسطنطنیہ کو باجگذار بنا دیا پھر سلطان ترکی محمد ابو الفتح نے خاص دار السلطنت قسطنطنیہ کو فتح کرلیا اور اس روز یہ پیشنگوئی گویا اچھی طرح

---

[۱] تاریخ کامل۔ [۲] ابن اثیر۔ [۳] ابن اثیر۔

پوری ہوگئی۔

پیشنگوئی

(۷۲)

زمین عجم مفتوح اسلام ہوگی

ابوداؤد عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستفتح لکم ارض العجم وستجدون فیھا بیوتا یقال لھا الحمامات فلا یدخلنھا الرجال الابالازر وامنعوھا النساء الا مریضۃ اونفساء

ابوداؤد نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عنقریب تم سرزمین عجم کو فتح کروگے اور تم اس میں ایسے مکانات پاؤگے جن کو حمام کہتے ہیں تو خبردار حماموں میں مرد بلا ازار کے داخل نہ ہوں اور عورتوں کو مطلقاً وہاں جانے سے روکنا مگر اس عورت کو جو بیمار اور زچہ ہو (کہ اسکو نہ روکنا)

ف

حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں ایران عجم کا بیشتر حصہ فتح ہوچکا تھا۔ بن بعد بنی امیہ کے عہد حکومت میں تمام ایران۔ خراسان اور ترکستان وغیرہ مفتوح ہوگئے۔ اس پیشنگوئی کے ساتھ آپ نے یہ ہدایت بھی فرمائی کہ ایران میں حمام ہوں گے تو مرد اس میں بلا ازار کے برہنہ غسل

کرانا جائیز اور عورتوں کو مطلقا جانے کی ضرورت نہیں لیکن جو عورت بیمار یا زچہ ہو اور وہ دوا اگر حمام میں جائیں تو حرج نہیں کیونکہ بعض امراض کے لئے حمام بہترین دوا ہے

پیشنگوئی

(۷۳)

جزیرہ عرب۔ فارس۔ روم اور دجال پر فتح

مسلم عن نافع بن عتبۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تغزون جزیرۃ العرب فیفتحھا اللہ ثم فارس فیفتحھا اللہ ثم تغزون الروم فیفتحھا اللہ ثم تغزون الدجال فیفتحھا اللہ۔

مسلم نے نافع بن عتبہ رضؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم جزیرۂ عرب (والوں) سے جنگ کرو گے تو اللہ اس کو فتح کردے گا پھر فارس (والوں) سے جنگ کروگے تو اللہ اسکو (بھی) فتح کردے گا پھر تم روم (والوں) سے جنگ کروگے تو اللہ اسکو (بھی) فتح کردے گا پھر تم دجال سے جنگ کروگے تو اللہ اسکو (بھی) فتح کردیگا

ف

جس ترتیب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشنگوئیاں فرمائیں اُسی ترتیب سے واقع بھی ہوئیں کہ پہلے جزیرۂ عرب اس کے بعد ایران فارس

پھر روم فتح ہوا۔ اس کے بعد شیران اسلام نے دجال یعنی یورپ والوں کو للکارا تو اسپین و ایطالیہ وغیرہ سب نے مغلوب ہوکر ان کے سامنے سر اطاعت خم کردیے

روما کے دھوئیں اڑادیے تھے ⁂ اٹلی کو کنویں جھنکادیے تھے

وہ نیزۂ خوں نشاں کہ چنکر ⁂ ٹھہرا تھا فرانس کے جگر پر

پیشگوئی

(۷۳)

مسلمان خوزستان و کرمان کو فتح کرینگے

الشیخان عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لاتقوم الساعة حتی تقاتلوا قوما نعالهم الشعر وحتی تقاتلوا الترك صغار الاعین حمر الوجوه ذلف الانوف كان وجوههم المجان المطرقة۔

بخاری و مسلم نے ابوہریرہ رضی سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تم ایک ایسی قوم سے جنگ نہ کرلو جن کے جوتے بالوں کے ہونگے اور جب تک ان ترکوں سے جنگ نہ کرلو جن کی آنکھیں چھوٹی ہوں گی۔ چہرے سرخ ہوں گے اور ناکیں بیٹھی ہوئی پست ہوں گی گویا کہ ان کے چہرے چوڑی چکلی سپریں ہوں گی۔

ان دونوں گروہوں سے خوزستان و کرمان کے لوگ مراد ہیں جن کو مسلمانوں نے

مغلوب و مفتوح کر لیا جیسا کہ دوسری حدیث میں صراحت فرمائی گئی ہے -

البخاری عن ابی ھریرۃ رضی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتقوم الساعۃ حتیٰ تقاتلوا خوزا وکرمان من الاعاجم حمر الوجوہ فطس الانوف صغار الاعین وجوھھم المجان المطرقۃ نعالھم الشعر عراض الوجوہ -

بخاری نے ابوہریرہ رض سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تم لوگ جنگ نہ کر لو خوزا ور کرمان سے جو دو عجمی گروہ ہیں سرخ چہرے والے پست ناکوں والے - چھوٹی آنکھوں والے کہ اُن کے چہرے سر بستہ سپر ہیں ان کے جوتے بالوں کے ہوں گے (اور اُن کے) چہرے چوڑے ہوں گے -

ف

جس طرح ہمارے صادق و مصدوق پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا اسی طرح اور اسی حلیہ کے ترکوں سے مسلمانوں نے قتال کیا اور خوزستان وکرمان[1] کو جناب عثمان ذوالنورین رض کے عہد مبارک میں مغلوب و مفتوح کر کے رہے -

[1] تاریخ الخمیس ۱۲

پیشنگوئی

(۷۵)

مسلمان کسریٰ کے قصر ابیض کے خزانہ پر متصرف ہونگے

مسلم عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لتفتحن عصابۃ من المسلمین کنز آل کسری الذی فی الابیض۔

مسلم نے جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بلاشک مسلمانوں کی ایک جماعت بادشاہ کسریٰ کے اس خزانہ پر متصرف ہوگی جو قصر ابیض میں (محفوظ) ہے

ف

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین کے حکم سے ایران پر لشکرکشی کی۔ شہر مدائن کو جو اس وقت بادشاہ کسری کا دارالسلطنت تھا فتح کرلیا۔ یزدگرد بادشاہ ایران بھاگ گیا اور خاندان کسری کا تمام خزانہ جو قصر ابیض یعنی کوشک سفید میں محفوظ تھا مسلمانوں کے قبضہ وتصرف میں آیا[۱] اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشنگوئی پوری ہوگئی۔

---

[۱] سلہ تاریخ کامل ۱۲

پیشنگوئی

(۷۶)

مسلمانوں میں گمراہ امام ہونے لگیں گے

ابو داؤد والترمذی عن ثوبانؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما اخاف علی امتی الائمۃ المضلین۔

ابو داؤد اور ترمذی نے ثوبانؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں اپنی امت کی اس بات سے ڈرتا ہوں کہ اُن میں گمراہ کرنے والے امام ہونے لگیں گے

ف

حدیث شریف میں ائمہ کا لفظ ہے۔ ائمہ جمع ہے امام کی اور امام کا اطلاق تین معانی پر ہوتا ہے۔

اوّل نماز جو صرف نماز میں امام ہوتا ہے۔

دوسرا امام فن جو کسی فن یا علم میں کامل ہو مثلاً فقہ میں امام اعظم ابو حنیفہؒ امام مالکؒ۔ امام شافعیؒ کلام و فلسفہ میں فخر الدین رازیؒ۔ امام غزالیؒ اور حدیث میں امام بخاریؒ و مسلمؒ وغیرہ۔

تیسرے امام امت جو دینی و دنیاوی دونوں حیثیتوں سے مسلمانوں کا فرمانروا ہو۔ سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی دوسرا دنیاوی حاکم اس پر نہ ہو۔ حکومت کی باگ اس کے ہاتھوں میں ہو۔

مفصل نے یہاں اس طریقہ کا اختیار کرنا مقصود ہے جو صواب نہ ہو پس ظاہر ہے کہ حدیث کا تعلق معنی ثالث امام سے ہے۔ اور امام بمعنی امام فن تو اس زمانہ میں مشہور ہی نہیں تھا شریعت کی پوری پابندی اس مسلک پر جو رسول خدا کا تھا صرف شیخین کے زمانہ میں ہوئی اور انہیں (ابوبکرؓ عمرؓ) کی امامت علی منہاج النبوت تھی اور یہی، غیر محصور خیر و برکت کا زمانہ تھا۔

خلافت راشدہ کا درجہ اس کے بعد ہے اور وہ بھی اچھا زمانہ تھا پھر اس کے بعد عام خلافت ذا امامت ہے جنھوں نے علی اختلاف المدارج ناصواب طریقے اختیار کئے جس سے امت کو نقصان پہونچا اور جس کا نتیجہ ہم بھگت رہے ہیں اور جس کی تفصیل بتانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ تاریخ کے معائنہ سے ظاہر ہوگا کہ کثیر التعداد خلفا و سلاطین اسی جادہ پر رہے اور ان کی ناصواب اندیشی سے امت کے حق میں برُے نتائج پیدا ہوئے اور ہوتے رہے۔

پیشنگوئی

(۷۷)

مسلمان مصر کو فتح کرینگے

مسلم عن ابی ذرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستفتحون مصر وھی ارض یسمی فیھا القیراط

مسلم نے ابوذرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ عنقریب تم مصر کو فتح کروگے اور وہ ایک زمین ہے جس میں قیراط کا نام مشہور ہے

فاستوصوا باھلھا خیرا فان لھم ذمۃ ورحما۔	تو میری وصیت قبول کرو کہ وہاں کے لوگوں کے ساتھ نیکی کرنا کیونکہ اُن کے واسطے امان ہے اور ان سے رشتہ ہے

ف

قیراط ملک مصر کا مروج و مشہور سکہ ہے اور وہ وزن میں پانچ جو کے برابر نصف دانگ ہے ۔ بادشاہ حبشہ نے کہ مصر بھی اسی کے تحت میں تھا رسول اللہ صلعم کی خدمت میں ایک لونڈی ماریہ قبطیہ[۵۱] تحفہ بھیجی تھی جس کے بطن سے جناب ابراہیم بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے ۔ اس لئے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ فتح ہو جانے کے بعد مصر والوں سے اچھا سلوک کرنا ۔ حضرت عثمان رضہ کے عہد میں ملک مصر[۵۲] فتح ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آیا اور جب سے ابتک ہمارے ہی قبضہ میں ہے ۔ یہ ایک کھلی ہوئی پیشینگوئی ہے ۔

پیشینگوئی

(۷۸)

مسلمان آپس میں قینچی کی طرح گُتھ جائینگے

بخاری عن واقد بن محمد عن ابیہ عن عبد اللہ	بخاری نے واقد بن محمدؒ سے روایت کی ہے انہوں نے اپنے باپ سے

[۵۱] تاریخ کامل ۱۲　[۵۲] تاریخ الخمیس ۱۲

بن عمرو بن العاصؓ قال شبك رسول الله صلعم اصابعہ وقال کیف انت یا عبد الله بن عمرو اذا بقیت فی حثالۃ قد مرجت عھودھم واختلفوا فصاروا ھٰکذا قال کیف یا رسول الله قال تاخذ ما تعرف وتدع ما تنکر وتقبل علی خاصّتك وتدعھم وعوامھم۔

اور انہوں نے عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے کہ رسول اللہ صلعم نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو قینچی کیا اور فرمایا کہ اے عبد اللہ بن عمرو! تو کیا کرے گا جس وقت تو کوڑ ناقص لوگوں میں باقی رہ جائیگا جن کے عہد و پیمان اور امانت داریاں بگڑ جائیں گی اور اُن میں اختلاف پڑ جائے گا تو وہ لوگ اس طرح ہو جائینگے (جیسی یہ قینچی بنی ہے) عمرو نے کہا یا رسول اللہ! میں اس وقت کیا کروں! فرمایا جو بات تجکو موافق شرع معلوم ہو اس کو اختیار کرنا اور خلاف شرع کو چھوڑ دینا خاص اپنے حال پر متوجہ ہونا اور عوام کو اپنے حال پر چھوڑ دینا۔

ف

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد مسلمانوں کی حالت بہت خراب ہو گئی۔ ہر طرف فتنہ و فساد کی آگ مشتعل ہو گئی تھی۔ کہیں عبد اللہ بن زبیر رضہ نے دعوے خلافت کر کے حجاز پر فرمانروائی شروع کر دی۔ کہیں مختار نے اہل بیت رسول کی مدد کا دعویٰ کر کے ہر طرف تغلب و تصرف کرنا شروع کیا۔ مروان نے

جو اُدہم مچا رکھی تھی وہ ان سب بلاؤں کے علاوہ تھی۔ غرض جو حالت تھی وہ ناگفتہ تھی اور تمام مسلمان باہمدگر قینچی کی طرح گتھے ہوئے تھے۔

حدیث شریف میں اسی زمانہ کی پیشینگوئی ہے اور اسی لئے جناب رسولخدا روحی فداہ ؐ نے عبد اللہ بن عمروؓ کو ہدایت فرمائی کہ تم دوسروں سے تعرض نکرنا بس اپنی ہی خیر منانا اور جھگڑوں سے دور رہنا تاریخ کی کتابوں میں ان واقعات کی تفصیل موجود ہے۔ یہ محل اسکی تصریح کا نہیں ہے۔

پیشینگوئی

(۷۹)

فتنے ایک کے بعد ایک مسلسل آئینگے

الشیخان عن حذیفۃؓ قال کنا عند عمرؓ فقال ایکم یحفظ حدیث رسول اللہ صلعم فی الفتنۃ فقلت انا قال انك لجریٌ وکیف قال قلت سمعتہٗ یقول فتنۃ الرجل فی اھلہ ومالہ وولدہ ونفسہ وجارہٖ یکفرھا الصیام والصلوٰۃ

بخاری و مسلم نے حذیفہؓ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا ہم عمرؓ کے پاس بیٹھے تھے کہ انہوں نے پوچھا تم میں سے رسول اللہ صلعم کی حدیث جو فتنہ کے بارہ میں ہے کس کو یاد ہے میں نے کہا مجکو۔ عمرؓ نے کہا تو بڑا دلیر ہے (اچھا تو) رسول اللہؐ نے کسطرح فرمایا میں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس مرد سے

والصدقة فقال
عمرؓ ليس هذا
اريد انما اريد التى
تموج كموج
البحر فقلت
مالك ولها يا
امير المومنين
ان بينك وبينها
بابًا مغلقًا
يوشك ان
يكسر قال
عمرؓ اكسر
لا ابالك
فلو انه
فتح كان لعله
يعاد قال
وحدثته
ان ذلك الباب
رجل تقتل فقلنا
لحذيفةؓ هل كان
عمر يعلم من الباب

اپنے گھر والوں اور اپنے مال اور جان
اور لڑکوں اور ہمسایوں کے حق میں
قصور ہو تو یہ قصور روزہ اور نماز اور
زکوٰۃ سے معاف ہو جاتا ہے عمرؓ نے
کہا یہ میری مراد نہیں ہے میری مراد
اس فتنہ سے ہے جو دریا کی موج کی
طرح موج مار یگا میں نے عرض کیا
یا امیر المومنین! آپ کو اس سے
کیا مطلب؟ کیونکہ آپ کے اور اس کے
بیچ میں بند کیا ہوا دروازہ ہے جو
عنقریب ٹوٹ جائے گا عمرؓ نے کہا
تیرا باپ نہ ہو کیا وہ ٹوٹ جائے گا
سو اگر وہ کھلتا تو امید تھی کہ پھر بند ہو جاتا
حذیفہؓ نے کہا میں نے اُن سے بیان
کیا کہ اس دروازہ سے ایک مرد مراد
ہے جو قتل کیا جائے گا (راوی
کہتا ہے کہ) ہم نے حذیفہؓ سے پوچھا
کہ کیا عمرؓ واقف تھے کہ دروازہ کون
ہے؟ حذیفہ نے کہا ہاں جیسے یہ
جانتے تھے کہ آئندہ روز سے پہلے
رات ہے کسی نے حذیفہؓ سے پوچھا

قال نعم کما یعلم ان دون غد لیلۃ	کہ دروازہ سے کیا مراد ہے ؟
فقیل لحذیفۃؓ من الباب قال عمرؓ	انھوں نے کہا عمرؓ (مراد ہیں)

ف

بند کئے ہوئے دروازہ سے (حذیفہؓ کی) مراد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ
کی مقدس ذات تھی کہ دروازہ ٹوٹتے ہی ہر طرف فتنے پھوٹ پڑے اور ایسا ہی ہوا
کہ حضرت عمرؓ قتل کئے گئے یعنی دروازہ توڑا گیا اور اسلام پر ہر طرف سے فتنوں کا
احاطہ ہوگیا۔ حضرت عمرؓ کی زندگی تک امن رہا آپ کے شہید ہوتے ہی فتنے برپا ہو گئے
گویا آپ فتنوں کے لئے سد باب تھے دروازہ ٹوٹا اور فتنے موجیں مارنے لگے
کہ پہلے حضرت عثمانؓ پر بلوائیوں نے چڑھائی کی پھر آپ کو شہید کیا۔ حضرت علیؓ کے
آغاز خلافت میں جنگ جمل ہو پڑی۔ جنگ جمل کے بعد مدتوں جنگ صفین رہی
جنگ صفین حکمین کے فیصلہ پر منتہی ہوی پھر خوارج و نہرواں کا فتنہ ہوا پھر
حضرت علیؓ کی شہادت ہوئی۔ امام حسنؓ کے خلیفہ ہونے کے بعد امیر کی لڑائی کی
تیاری ہوئی جس کا انجام صلح پر ہوا پھر یزید کے تخت حکومت پر بیٹھتے ہی کربلا
کا ناگوار واقعہ پیش آیا اور اس کے بعد عبد اللہ بن زبیرؓ اور حجاج ثقفی کے
فتنے مسلسل آتے رہے جس کی تفصیل میں تطویل ہے۔

جب حضرت حذیفہؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپ کے اور فتنوں کے درمیان مسدود
دروازہ ہے جو عنقریب ٹوٹ جائے گا (اور فتنے پھیل پڑیں گے) تو آپ نے
فرمایا، کیا وہ ٹوٹ جائے گا، کاش اگر وہ کھلتا تو ممکن تھا کہ پھر بند ہو جاتا۔
حضرت عمرؓ کا یہ مطلب تھا کہ دروازہ ٹوٹ جانے کے بعد روک کا ذریعہ نہیں ہے
اگر کھلتا تو البتہ پھر بند کرنے کا موقع ملتا تو واضح طور پر اسکی تشریح یہ ہے کہ ٹوٹ
جانا مشعر اس امر کا ہے کہ فتنوں کی روک تھام ہوسکیگی کیونکہ روکنے کا ذریعہ دروازہ ہی ہے

وہ تو ٹوٹ گیا۔ ہاں اگر دروازہ کھلتا تو البتہ ممکن تھا کہ پھر اس کو بند کیا جائے اس لئے کہ روکنے کا ذریعہ موجود ہے چونکہ وہ دروازہ خود حضرت عمرؓ تھے اس لئے معنی یہ ہوں گے کہ اگر حضرت عمرؓ اپنی موت سے مرتے تو ان کی آخر حیات تک بہت کچھ اصلاح ہو جاتی اور مابعد والے فتنوں کی روک تھام کر لیتے لیکن وہ بیوقت انتقال کریں گے جب کہ بہت سے اصلاحات باقی ہوں گے پس یکایک فتنے ظاہر ہو جائینگے جن کی روک تھام مشکل ہوگی۔ دروازہ کا ٹوٹنا اسی اہمیت کی طرف اشارہ ہے

نوٹ ان بينك وبينها بابًا مغلقًا سے آخر تک حذیفہؓ کا مقولہ ہے۔ رسول کی حدیث صرف اتنی ہے کہ موجیں مارنے والے فتنے پھوٹ پڑینگے۔

پیشنگوئی

(۸۰)

امت میں اختلافات اور تغیرات عقائد کی کثرت ہوگی

مسلم عن حذیفةؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول تعرض الفتن علی القلوب کالحصیر عوداً عوداً فای قلب اشربها نکتت فیه

مسلم نے حذیفہؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دلوں پر پے در پے فتنے آئینگے جیسے چٹائی بناتے وقت ریشے پے در پے آتے ہیں تو جس دل کو وہ فتنہ پلایا گیا اس میں ایک سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے اور جس دل نے

نكتة سوداء واى قلب انكرها نكتت فيه نكتة بيضاء حتى يصير على قلبين قلب ابيض مثل الصفاء فلا تضره فتنة مادام السّمٰوات -

ان فتنوں سے انکار کیا تو اس میں ایک سپید نکتہ ڈالا جاتا ہے تو دل دو قسم کے ہو گئے ایک سفید ہو جاتا ہے جیسے سنگ مرمر اس کو کسی طرح کا فتنہ ضرر نہیں پہونچا سکتا جب تک آسمان و زمین قائم ہے۔

ف

شراح حدیث نے عموماً ان فتنوں سے ظاہری فتنے مراد لیئے ہیں جن کا ذکر اس سے پہلی کی پیشینگوئی نمبر ،، میں ہو چکا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں " علی القلوب " کا لفظ جو حدیث میں وارد ہے بیکار ہو جاتا ہے اس کے علاوہ خود اسی حدیث میں آگے چل کر فرمایا ہے کہ ' جو دل سنگ مرمر کی طرح (فتنوں سے انکار کر کے) سفید ہو جاتا ہے اس کو قیامت تک کوئی فتنہ نقصان نہیں پہونچا سکتا یعنی جس کا دل تغیرات عقائد سے صاف و پاک ہو اسکو دنیا کا کوئی ظاہری فتنہ ڈگمگا نہیں سکتا۔

ہمارے استاد والد ماجد شیخ وقت علامہ **محمد اعظم** عباسی چریاکوٹی نے فرمایا کہ دلوں پر فتنے کے آنے سے اختلافات عقائد اور تغیرات اعتقاد مقصود ہے یعنی امت میں اختلافات عقائد کی بہت کثرت ہو جائے گی جیسا کہ مشاہد ہے ہنک اسلام میں کتنے مذاہب برسات کے کیڑوں کی طرح پیدا ہوے جن کی تفصیل میں تطویل لاطائل ہے اور پھر بھی سلسلہ منقطع ہونے کو نہیں آیا بلکہ روز بروز مقتضائے زمانہ کی خوبی سے پیدا ہوتے ہی جاتے ہیں۔

اسلام کے بہتّر فرقوں کی پیشینگوئی کے تحت میں انشاء اللہ تعالٰی ہم ذرا تفصیل سے لکھیں گے۔

پیشینگوئی

(۸۱)

امت کی ہلاکت قریش کے ہاتھ پر ہوگی

البخاریؒ عن سعید بن عمرو بن العاصؓ قال اخبرنی جدی قال کنت جالسا مع ابی ھریرۃؓ فی المسجد المدینۃ و معنا مروان فقال ابو ھریرۃؓ سمعت الصادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم یقول ھلکۃ امتی علی یدی اغیلمۃ من قریش۔

بخاری نے سعید بن عمرو بن عاصؓ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا مجکو میرے دادا نے خبر دی کہ میں ابوہریرہؓ کے ساتھ مدینہ کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا اور ساتھ مروان بھی تھا تو ابوہریرہؓ نے کہا کہ میں نے صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے چھوکروں کے ہاتھ پر ہوگی۔

ف

حدیث کے معنی یہ ہیں کہ نوخیزان قریش کے ہاتھوں امت کی تباہی ہوگی۔ اس میں بادشاہی کی کوئی قید نہیں ہے جیسا کہ بعض ترجمہ نویسوں نے منگھڑت اضافہ کیا ہے بس جیسا کہ لفظ عام ہے ویسا ہی مورد بھی عام ہونا چاہیے۔

تاریخ جاننے والے جانتے ہیں کہ بنو ہاشم اپنے ہی کو خلافت کا مستحق و سزاوار سمجھتے تھے۔ اتفاق سے بنو امیہ فرمانروا ہو گئے تو قبیلۂ ہاشمیہ سے بنو علی اور بنو عباس بنی امیہ کے خلاف میں متفقہ کوشش کرتے رہے پھر بنو عباس ان سے علیحدہ ہو کر جداگانہ کوشش کرنے لگے اور آخر اپنی کوشش میں کامیاب ہوئے اس کامیابی پر بنو علی کا دوستانہ خیال قائم نہ رہا اور ان دونوں میں ناگوار مخالفت رہی اور ان قبائل کے ان اختلافات کی وجہ سے نہایت خونریزیاں ہوئیں۔ کبھی تو بنی امیہ کی جانب سے اپنی خلافت کے استحکام اور دفعہ مخالفین بلکہ تسکین فتن میں خونریزیاں ہوئیں۔ کبھی بنی عباس نے اور کبھی بنو علی نے اپنی خلافت کے لئے جسکو وہ اپنا حق سمجھتے تھے خونریزیاں کیں۔

یہ سلسلہ بہت عرصہ تک قائم رہا۔ حکومت و جہانداری کی کمزوری کا اصل سبب یہی ہے جس کی بدولت مسلمان آج ناگفتہ بہ حالت میں ہیں اور یہی منشا حدیث شریف کا معلوم ہوتا ہے۔

سب سے پہلے اور سب سے بڑا فتنہ حضرت عثمانؓ خلیفہ ثالث کی شہادت کا ہے جس سے دو قبیلوں میں عداوت راسخ ہو گئی اور مدتوں قتل و خون کا بازار گرم رہا دوسرا فتنۂ عظیمہ یہ ہے کہ محمد بن عبد اللہ حسنی جنھوں نے اپنا لقب نفس زکیہ رکھ لیا تھا انہوں نے ابو جعفر المنصور خلیفۂ دوم عباسیہ پر خروج کیا جس کی وجہ سے بنی ہاشم کے یہ دونوں قبیلے (علوی و عباسی الگ الگ اور ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے اور دونوں میں خونریزیاں ہوتی رہیں۔

خلفائے بنو فاطمہ نے مصر کی چند روزہ حکومت میں سب سے زیادہ مظالم کئے چنانچہ حاکم بامر اللہ کے ظلم و ستم اور اس کی خونریزیوں کی داستان سب سے زیادہ درد انگیز و عبرت خیز ہے۔

پیشنگوئی

(۸۲)

مسلمان اپنے امام سے لڑینگے اور خونریزی کرینگے

الترمذی عن حذیفۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہٖ لاتقوم الساعۃ حتےٰ تقتتلوا امامکم وتجتلدوا باسیافکم ویرث دنیاکم شرارکم۔

ترمذی نے حذیفہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے قسم ہے اس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ نہ قائم ہوگی قیامت جب تک تم اپنے امام سے نہ لڑو اور اپنی تلواریں درمیان نہ کرو اور تم میں کے بدتر لوگ تمھاری دنیا کے وارث ہونگے۔

ف

مسلمانوں کا اپنے امام سے جنگ کرنا چنانچہ حضرت عثمانؓ سے مصر والوں نے بغاوت کی۔ حضرت علیؓ و امیر معاویہؓ کے درمیان ناحق خونریزی ہوئی۔ عبداللہ بن زبیرؓ پر عبدالملک بن مروان نے لشکرکشی سے غلبہ حاصل کیا۔ بنی امیہ پر بنوہاشم وقتاً فوقتاً خروج کرتے رہے۔ آخر بڑی خونریزی کے بعد بنو عباس تخت خلافت پر متمکن ہوئے۔

خلافت عباسیہ کے قائم ہوجانے کے بعد مسلمانوں کو عموماً اور بنوہاشم کو خصوصاً چاہیئے تھا کہ خلیفۂ وقت اور امام جائز کے سامنے سر اطاعت خم کردیتے مگر

افسوس کہ ایسا نہ ہوا۔

ابو العباس سفاح پہلے خلیفۂ عباسی کا عہد خلافت تو خیر و خوبی سے گذر گیا مگر ابو جعفر منصور دوانیقی خلیفہ ثانی یا امام وقت پر محمد بن عبداللہ حسنی نے دعوے خلافت کے ساتھ[له] خروج کیا پہلے تو خلافت کی طرف سے ان کو سمجھایا گیا لیکن جب کسی طرح باز نہ آئے تو امام نے اس فتنہ کے فرد کرنے کے لئے فوج متعین فرمائی اور بالآخر بڑی جنگ کے بعد محمد بن عبداللہ حسنی کو پوری شکست ہوئی۔

انہیں خانہ جنگیوں میں یہ ایک عبرتناک واقعہ پیش آیا کہ باغی گروہ نے بصرہ کو جا گھیرا جہاں عباسیوں کی کثیر التعداد جماعت تھی۔ اہل بصرہ نے خلیفہ سے امداد چاہی۔ مدد پہونچنے میں دیر ہوئی باغیوں نے شہر کو آگ لگادی اور تمام اہل شہر جلکر خاکستر ہوگئے۔ اس کے بعد بغداد سے مدد پہونچی اور اسی بنا پر یہ مثل مشہور گئی۔ ”بعد از خرابی بصرہ خواجہ بیدار شد۔“

خلافت عباسیہ جب تک قائم رہی بنو فاطمہ ہمیشہ اُن پر خروج کرتے رہے یہانتک کہ ان خانہ جنگیوں کی بدولت خلافت بہت کمزور ہوگئی۔

غرض بنو علی۔ بنو عباس اور بنو امیہ سب آپس میں قتال اور خلفا پر خروج کرتے رہے۔

له ابن خلدون ۱۲

پیشنگوئی

(۸۳)

مدینہ پر مینھ کی طرح فتنوں کا برسنا

الشیخان عن اسامۃ بن زیدؓ قال اشرف النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی اطم من آطام المدینۃ فقال ھل ترون ما اری قالوا لا قال فانی لاری الفتن تقع خلال بیوتکم کوقع المطر۔

بخاری و مسلم نے اسامہ بن زیدؓ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے بالاخانوں میں سے ایک بالاخانہ پر چڑھے پھر فرمایا کیا جو میں دیکھ رہا ہوں تم بھی دیکھتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تمھارے گھروں میں مینھ کے قطروں کی طرح فتنے برس رہے ہیں۔

ف

حضرت عثمانؓ کے آخر عہد خلافت سے واقعی یونہیں فتنوں کا برسنا شروع ہوگیا تھا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور یزید بن معاویہ کے زمانہ کا فتنہ ہولناک تھا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ عبداللہ بن حنظلہ نے بغاوت کی۔ ایک ہزار بنی امیہ کو قید کر کے اُن کے ساتھ برا سلوک کیا۔ بالآخر اُن سے عہد و پیمان لیکر سب کو مدینہ سے خارج کر دیا اور یزید کی طرف سے جو حاکم مدینہ تھا اسکو بھی نکال دیا اس کے بعد عبداللہ بن حنظلہ کی خواہش کے

مطابق لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ مسلم بن عقبہ اُن کے مقابلہ کے لئے لشکر جرار لیکر آرہا ہے تو مدینہ کے گرد خندق کھود لی اور اس پر نگہبان مقرر کئے جن میں شاید بعض صحابہ بھی تھے جو کسی وجہ سے اس شر میں پھنس گئے تھے۔

مسلم بن عقبہ نے مدینہ کے متصل حیرہ میں پڑا وُ ڈالا۔ مدینہ والوں کو تین دن کی مہلت دی مگر انہوں نے اطاعت قبول نہ کی بلکہ جنگ کی آمادگی ظاہر کی۔ چوتھے روز مسلم نے پھر ان کو سمجھایا مگر انہوں نے نہ مانا۔ آخر کار لڑائی ہوئی اور عبداللہ بن حنظلہ نے شکست کھائی۔ اس کے بعد عام مورخوں کے بیان کے موافق نہب وغارت کا بازار گرم ہوا جیسا کہ ہر جنگ کے اختتام پر لشکریوں کا دستور ہے۔ شاید ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ مدینہ سے بھاگ کر کہیں جا رہے تھے۔ شامیوں نے اُن کا پیچھا لیا۔ لیکن جب اُنھوں نے اپنا نام بتایا تو چھوڑ دیئے گئے۔ نہب وغارت دو یا تین دن رہا۔

عبداللہ بن حنظلہ اور اس کے ساتھیوں نے یزید کی بیعت کر لی تھی پھر ان سب نے بیعت توڑ کر بغاوت پر کمر باندھی اور عبداللہ بن حنظلہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس صورت میں جنگ ضروری تھی پھر بھی مسلم بن عقبہ نے اُن کو سمجھایا اور حق شرعی ادا کیا مگر کسی نے نہ مانا۔ جنگ کیلئے قتل ونہب لازم ہے۔ ختم جنگ کے بعد اگر قتل ونہب رہا تو البتہ یہ سختی ہے تو بھی عام مورخین کا بیان مبالغہ سے خالی نہیں ہے۔

پیشنگوئی

(۸۴)

شتر سوار عورت اکیلی حیرہ سے مکہ تک بلا کسی خوف کے سفر کریگی

(۸۵)

مسلمانوں میں بسبب کثرت مال کے کوئی محتاج نہ رہیگا

البخاری عن عدی بن حاتمؓ قال بینا انا عند رسول اللہ صلعم اذ اتاہ رجل فشکا الیہ الفاقۃ ثم اتاہ آخر فشکا الیہ قطع السبیل فقال یا عدی ھل رئیت الحیرۃ قلت لم ارھا وقد انبئت عنھا فقال ان طالت بك حیاۃ لترین

بخاری نے عدی بن حاتمؓ سے روایت کی ہے کہ ایک وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ناگہاں ایک مرد آیا اُس نے آپ سے محتاجی کا گلہ کیا پھر دوسرا شخص آیا اور اس نے آپ سے رہزنی کی شکایت کی تو حضرت نے فرمایا اے عدی! کیا تو نے حیرہ کو دیکھا ہے! میں نے عرض کیا دیکھا تو نہیں ہے مگر اس کی خبر مجکو ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تیری زندگی دراز ہوی تو ضرور تو دیکھے گا کہ اکیلی شتر سوار عورت حج کے

الظعينة ترتحل من الحيرة حتى تطوف بالكعبة لا تخاف احدا الا الله قلت في نفسي فاين دعار طيّ الذين سعروا البلاد ولئن طالت بك حياة لتفتحن كنوز كسرى قلت كسرى بن هرمز قال كسرى بن هرمز ولئن طالت بك حياة لترين الرجل يخرج ملأ كفه ذهبا او فضة يطلب من يقبله منه فلا يجد احدا يقبله منه	ارادہ سے حیرہ سے نکلیگی یہانتک کہ خانہ کعبہ کا طواف کرے گی۔ وہ خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرے گی۔ (میں راوی) نے اپنے دل میں کہا کہ طے کے چور جنھوں نے شہروں کو جلا دیا ہے کہاں رہینگے) اور اگر تیری زندگی دراز ہوی تو البتہ بادشاہ ایران کے خزانے فتح کرے گا میں نے عرض کیا بادشاہ ایران ہرمز کا بیٹا! فرمایا (ہاں) بادشاہ ایران ہرمز کا بیٹا۔ اور اگر تیری زندگی زیادہ ہوی تو تو ضرور دیکھے گا کہ مرد اپنی مٹھی بھر سونا یا چاندی لیکر تلاش کرتا ہوا نکلیگا کہ کوئی اسکو لیوے سو وہ کسی ایسے محتاج کو نہ پائے گا جو اس کو قبول کرے۔

ف

(۱) رسول خدا نے فرمایا کہ اب عنقریب وہ امن کا زمانہ آئے گا کہ اکیلی عورت اونٹ پر سوار ہو کر حیرہ سے کعبہ تک آئیگی۔ حج کر کے چلی جائے گی نہ کہیں رہزنی کا نام ہوگا نہ اللہ کے سوا کسی کا ڈر ہوگا۔

اس پیشینگوئی سے اُس شخص کی تسکین ہوگئی جس نے رسول اللہ سے رہزنی کی شکایت کی تھی اور اس پر خود راوی کی دل میں یہ خدشہ گذرا کہ طے کے ڈاکو۔ چور جو

شہروں کو جلاتے پھرتے ہیں اس وقت کیا ہو جائیں گے؟

مگر رسول اللہ صلعم کی وفات کے چند ہی دنوں کے بعد یہ پیشینگوئی پوری ہوگئی اور عرب کے سوا دوسرے ممالک اسلام میں بھی ویسا ہی امن وامان ہر طرف[1] ہوگیا جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا:۔

(۲) مسلمانوں پر کسریٰ ہرمز کے خزانے کھل جائینگے اور ایسا ہی ہوا کہ ہرمز کے پوتے یزدگرد کو مسلمانوں نے مغلوب کر کے سارے خزانے قبضہ میں کر لئے تھا تم۔

(۳) مسلمان بہت جلد اتنے دولتمند ہو جائینگے کہ لوگ مٹھی بھر سونا اچھالتے پھرینگے کہ کوئی اس کو لیلے مگر بہ سبب عام دولتمندی کے کوئی محتاج نہ رہے گا جو اس کو قبول کرے اور وہ یونہیں اچھالتا رہ جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ روم وایران کی فتح کے بعد مسلمانوں میں دولتمندی بڑھتی گئی اور ان میں دولت کی ویسی ہی کثرت[2] ہوگئی جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

پیشینگوئی

(۸۶)

اسلام غربت پر عود کریگا

مسلم عن ابی ھریرۃؓ قال قال

مسلم نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے

[1] ازالۃ الخفا ۱۲

[2] تاریخ کامل۔ تاریخ الخلفا۔ الخمیس۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدء الاسلام غریبا وسیعود غریبا کما بدء فطوبیٰ للغرباء

کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسلام غربت سے شروع ہوا ہے اور جیسا شروع ہوا ویسا ہی غربت پر عود کر جائے گا۔
تو غریبوں کے لئے خوشی کا مقام ہے

ف

غریب کے معنی ہیں مسافر اور بے مددگار۔ اسلام جب ظاہر ہوا تو گویا وہ ایک مسافر تھا کہ نہ لوگ آشنا ہیں نہ اس کا کوئی یار ہے نہ مددگار بلکہ اجنبیوں میں آپڑا ہے اور آگے چلکر بھی وہ غریب ہوجائے گا یعنی مسافر کی طرح بے یار و مددگار ہوگا۔

یہ پیشنگوئی اگرچہ ابھی پوری نہیں ہوی بلکہ آئندہ کسی وقت ہوگی لیکن اس کے آثار ابھی سے نمایاں طور پر ظاہر ہو رہے ہیں۔

پیشنگوئی

(۸۷)

سو برس کے بعد کوئی صحابی نہ رہیگا

المسلم والترمذی عن ابی الزبیر عن جابرؓ قال قال رسول اللہ صلعم

مسلم اور ترمذی نے ابو زبیر سے انہوں نے جابرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ما من نفس متفوسۃ
الیوم یاتی علیھا
مائۃ سنۃ وھی حیۃ۔

نے کہ جو لوگ آج روئے زمیں پر زندہ
ہیں اُن میں کا کوئی شخص ایسا نہ ہوگا
جس پر سو برس گذریں اور وہ زندہ رہے

ف

یہ ایک صریح پیشینگوئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لوگوں کے حق میں یہ پیشنگوئی فرمائی کہ سو برس کے بعد ان میں سے کوئی زندہ نہ رہے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ دوسری صدی ہجری میں رسول خدا کا کوئی صحابی موجود نہ رہا اور دنیا ان سب سے خالی ہو چکی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے سب کے پیچھے ابو حمزہ انس بن مالک بن نضر بن ضمضم بن انصاری خزرجیؓ کا انتقال ہوا کہ ان کے بعد پھر کوئی صحابی رسول صلعم باقی نہیں رہا اور ان (ابو حمزہ انس انصاری) کا انتقال ۹۳ھ میں ہوا۔ انتقال کے وقت ان کی عمر ایک سو تین برس کی تھی۔ رسول خدا صلعم کے ساتھ بہت سے غزوات میں شریک تھے۔ کتب حدیث میں دو ہزار دو سو چھیاسی حدیثیں ان سے مروی ہیں۔

پیشنگوئی

(۸۸)

اسلام میں بہت کثرت سے مختلف فرقے پیدا ہوں گے

ایضاً تاریخ الخمیس جلد دوم ۱۲

ابن ماجہ عن عوف بن مالکؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفس محمد بیدہ لتفترقن امتی علی ثلاث وسبعین فرقۃ فواحدۃ فی الجنۃ وثنتان وسبعون فی النار قیل یا رسول اللہ من ھم قال الجماعۃ ما انا علیہ واصحابی

ابن ماجہ ؒ عوف بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قسم ہے اس ذات کی جسکے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے کہ البتہ ضرور بالضرور متفرق ہو جائے گی میری امت تہتر فرقوں میں تو ان میں کا ایک فرقہ جنت میں ہوگا اور بہتر[۲] فرقے دوزخ میں جائینگے۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! اور وہ ایک فرقہ والے کون لوگ ہیں؟ فرمایا جماعت (والے) جو میرے اور میرے اصحاب کے مذہب پر ہونگے۔

ف

اسلام کا ہر فرقہ اپنے کو ناجی اور اپنے سوا ، تمام دوسرے فرقوں کو ناری قرار دیتا ہے۔ ہر مذہب والے اپنے مذہب کو حق ، اور دوسرے مذاہب کو باطل کہتے ہیں۔

اگر حدیث کا یہ مطلب لیا جائے کہ تہتر[۳] فرقوں میں سے صرف ایک فرقہ جنتی وناجی ہے اور بقیہ تمام باطل وناری ہیں تو لامحالہ حدیث کو غلط ماننا پڑے گا کیونکہ یہ حدیث اگرچہ صحیح ہے مگر خبر احاد سے ہے اور حدیث مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ دَخَلَ الْجَنَّۃَ متواتر ہے۔

پہلی حدیث کا منشا یہ ہے کہ اسلام کے تمام فرقوں میں سے صرف ایک فرقہ ناجی ہے۔ دوسری حدیث اس امر کی صراحت کرتی ہے کہ ہر لا الٰہ الا اللہ کہنے والا (مسلمان) ناجی ہے۔ یہ دونوں حدیثیں باہم معارض اور ایک دوسرے کے

بالکل مخالف ہیں۔ مگر ایک حدیث خبر احاد ہے۔ دوسری متواتر۔ پس اصولاً اور عقلاً پہلی حدیث تہتر فرقوں والی ساقط عن الاعتبار ہو جائے گی۔

ہمارے نزدیک حدیث کا وہ منشا رہی نہیں ہے جو عام شارحین و اہلِ مذہب نے لیا ہے۔

اسلام کا کوئی فرقہ باطل وناری نہیں ہے بلکہ سب کے سب ناجی ہیں جیسا کہ من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ میں خود صراحت ہے۔ البتہ بہت سے فرقوں میں کوئی نہ کوئی بات ایسی ہے جو موجب کفر یا مستلزم کفر ہے مثلاً خدا کا مجسم ہونا یا خدا سے جہل کا سرزد ہونا کہ ان جیسے مسائل سے خدا کی الوہیت باقی نہیں رہتی۔ تو یہ اور ان جیسے مسائل اگرچہ منافی اعلام اور مستلزم کفر ہیں مگر ایسے چند مسئلوں سے فرقہ کا کافر ہونا لازم نہیں آتا اس لئے کہ کسی میں کفر ہونا۔ اور بات ہے اور اس کا کافر ہونا امر آخر ہے مثلاً سیاہ کپڑا، اور کپڑے میں سیاہی کا ہونا، دو جداگانہ باتیں ہیں۔ سیاہ کپڑے سے یہ مطلب ہے کہ وہ کپڑا سر تاسر سیاہ ہے اور اس میں سیاہی ہونے کا منشا یہ ہے کہ وہ کپڑا تو سیاہ نہیں ہے مگر اس میں کہیں کہیں سیاہی ہے اتنی تمہید کے بعد اب اس حدیث کا مطلب صاف ہو گیا یعنی یہ کہ اسلام کے تمام فرقوں میں ایک ہی فرقہ ایسا ہو گا جس میں کفر کی کسی قسم کی آمیزش نہ ہو گی اور باقی تمام فرقے کسی نہ کسی خلاف ایمان امر میں گرفتار ہوں گے۔ پس ناجی ایک ہی فرقہ ہوا، اس حیثیت سے کہ اس میں نجات ہی کی باتیں اور ہدایت ہی کی راہیں ہیں اور دوسرے فرقوں میں راہ نجات کے خلاف بھی کچھ باتیں ہوں گی جو موصل الی النار والعذاب ہونگی مگر ناری یعنی مخلد فی النار کوئی فرقہ نہیں ہے۔

تہتر فرقوں سے تہتر کی عدد مقصود نہیں ہے کیونکہ فرقے تو اسلام میں ابتک

ستہتر سے بہت زیادہ پیدا ہو چکے (جیسا کہ نقشۂ منسلکہ سے ظاہر ہے۔ اور آئندہ نہ معلوم کس قدر ہوں گے بلکہ اس سے اتنا ہی بتانا مقصود ہے کہ اسلام میں بہت سے فرقے پیدا ہو جائینگے کیونکہ زبان عرب میں (۷۰) کا لفظ کثرت کے معنی میں آتا ہے جس طرح اردو میں سیکڑوں کا لفظ مستعمل ہے اور یہ محاورہ خود قرآن مجید میں بھی وارد ہے اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ۔ (سورۃ التوبہ) حدیثوں وغیرہ میں یہ محاورہ کثرت سے آیا ہے۔

پیشنگوئی

(۸۹)

ہندوستان پر مسلمان چڑھائی کرینگے اور فتح پائینگے

اخرج البیہقی عن ابی هریرةؓ قال وعدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۃ الہند۔

بیہقی نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ کہا انھوں نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ہندوستان کی جنگ (اور اس کی فتح) کا وعدہ فرمایا ہے۔

ف

اور یہ وعدۂ الٰہی جو محمد عربیؐ کی زبان سے ہوا تھا آخر پورا ہو کر رہا۔ ہندوستان پر عرب کا سب سے پہلا حملہ خلافت فاروقی کے تیسرے سال ۱۵ھ

میں اتفاقاً ہوا۔ حضرت عمرؓ کی بلا اجازت ایک بلند حوصلہ افسر نے خود بخود ہندوستان پر براہ خشکی حملہ کر دیا مگر اس خلافت میں مسلمانوں کا قدم سرحد ہند سے آگے نہ بڑھا حضرت عثمانؓ کے دور اولیں میں عبد اللہ بن عامر کے حکم سے عبد الرحمٰن بن سمرہ بن حبیب والی سیستان نے زرنج سے آگے بڑھ کر سندھ کے اُن تمام علاقوں پر[۵۱] تسلط کر لیا جو زرنج اور کش کے درمیان میں واقع تھا۔ اس کے بعد حضرت علیؓ کے عہد میں سندھ پر[۵۲] ایک مستقل اور بہت سخت حملہ کیا گیا اور مسلمان برابر فتح و نصرت کے پھریرے اڑاتے ہوئے بڑھتے چلے گئے۔

بنی امیہ کے اوائل خلافت میں محمد بن قاسم نے حجاج ثقفی کی ہدایت و تدبیر سے کام لیکر بلاد سندھ و جی پور کے اکثر حصوں کو کلیۃً فتح کر لیا۔ اور ہر طرف اسلام کا علم لہرانے لگا[۵۳]۔

پانچویں صدی ہجری میں[۵۴] سلطان شہاب الدین غوری نے خاص ہندوستان پر پہلا اور نہایت سخت حملہ کیا۔ جس نے ہندو راجاؤں کے چھکے چھڑا دیے سلطان محمود غزنوی کے بارہ فاتحانہ حملے ہندوستان پر کے مشہور ہیں۔ اور اس کے بعد مسلمانوں کی باضابطہ حکومت تمام ملک ہند پر قائم ہوگئی ا بہت سے اسلامی خاندانوں نے داد فرمانروائی دی جن میں کا آخری با جبروت خاندان مغلیہ تیموریہ کا تھا۔

اُن غزوات کا اثر آج بھی ہندوستان میں مشاہد ہے۔

---

[۵۱] فتوح البلدان ۱۲
[۵۲] فتوح البلدان و ابن اثیر ۱۲
[۵۳] تاریخ فرشتہ ۱۲
[۵۴] تاریخ فرشتہ ۱۲

پیشنگوئی

(۹۰)

اسلام کا پہلا لشکر جو بحری جنگ کریگا منصور ہوگا

(۹۱)

ام حرام بنت ملحان رض اس فوج کے ساتھ رہینگی

البخاری عن ام حرام بنت ملحان رض قالت نام النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوماً قریباً منّی ثمّ استیقظ یتبسم فقلت اضحکک قال اناس من امتی عرضوا علیّ یرکبون ھذا البحر الاخضر کالملوک قالت فادع اللہ ان یجعلنی منھم فدعا لھا ثم نام الثانیۃ

بخاری نے ام احرام بنت ملحان رض سے روایت کی ہے کہ کہا انہوں نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز میرے قریب استراحت فرمایا پھر ھنستے ہوئے جاگے تو میں نے پوچھا آپ کو کس چیز نے ھنسایا؟ آپ نے فرمایا کچھ لوگ میری امت کے میرے سامنے پیش کئے گئے کہ وہ اس بحر اخضر میں بادشاہوں کی طرح سوار ہوتے تھے۔ ام حرام رض نے کہا (یارسول اللہ) اللہ سے دعا کیجئے کہ مجکو بھی انہیں لوگوں میں سے کرے پس آپ نے اُن کے لئے دعا کی

ففعل مثلها فقالت مثل قولها فاجابها مثلها فقالت ادع الله ان يجعلني منهم فقال انت من الاولين
البخاري

عن خالد بن معدان ان عمير بن الاسود العنسيؓ حدثه انه اتى عبادة بن الصامتؓ وهو نازل في ساحل حمص وهو في بناء له ومعه ام حرامؓ فحدثتنا ام حرامؓ انها سمعت النبي صلعم يقول اول جيش من امتي يغزون البحر قد اوجبوا قالت انا فيهم قال انت فيهم۔

اور دوبارہ سو گئے پھر اسی طرح جاگے تو ام حرامؓ نے اسی طرح دریافت کیا اور آپ نے اگلا سا جواب دیا تو ام حرامؓ نے کہا یا رسول اللہ دعا کیجئے کہ اللہ مجکو ان لوگوں میں سے کرے۔ آپنے فرمایا تم تو پہلے گروہ میں سے ہو۔

بخاری نے خالد بن معدانؓ سے روایت کی ہے کہ عمیر بن اسود عنسیؓ نے ان سے حدیث بیان کی کہ وہ (ایک روز) عبادہ بن صامتؓ کے پاس گئے جبکہ وہ حمص کے کنارے اپنے ایک مکان میں ٹھیرے ہوئے تھے اور اُن کے ساتھ اون کی بی بی ام حرامؓ تھیں تو حدیث بیان کی ہم (یعنی عمیرؓ) سے ام حرام نے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کا پہلا لشکر جو بحری جنگ کرے گا وہ ضرور منصور ہوگا یہ سنکر اُمّ حرامؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! (کیا) میں ان لوگوں میں ہونگی؟ آپ نے فرمایا تو ان لوگوں میں ہوگی

ف

ان دو حدیثوں میں دو پیشنگوییاں ہیں۔

پہلی پیشنگوئی

مسلمانوں کا بحری جنگ کرنا اور اس میں کامیاب ہونا۔ یہ قبرس کی فتح ہے جناب عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت ۲۸ھ یا ۲۹ھ ہجری میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جزیرۂ قبرس (Cyprus) پر چڑھائی کی اور اس کو فتح کر لیا[1]۔ اس جنگ میں آپ کے ہمراہ رکاب صحابہ میں سے حضرت ابو ذرؓ ابو درداءؓ شداد بن اوسؓ اور عبادہ بن صامتؓ مع اہلی بی بی ام حرامؓ کے تھے اسلام میں یہ پہلی بحری جنگ تھی۔

دوسری پیشنگوئی

حضرت ام حرامؓ کا اس جنگ میں ہونا چنانچہ وہ اپنے شوہر عبادہ بن صامتؓ کے ساتھ ان غازیان جانباز کی جماعت میں شریک تھیں۔ فتح کے بعد جب لشکر اسلام واپس چلا ہے تو راہ میں حضرت ام حرامؓ جانور پہ سوار ہوتے وقت گر گئیں اور اسی دم انتقال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

---

[1] ابن اثیر ۱۲　[2] بخاری و ابن اثیر ۱۲

پیشنگوئی

(۹۲)

اسلام کی پہلی فوج جو قسطنطنیہ پر چڑھیگی مغفور ہوگی

(۹۳)

بی بی ام حرامؓ اس جماعت میں نہیں رہینگی

البخاری عن خالد بن معدان ان عمیر بن اسود العنسیؓ حدثہ انہ اتی عبادۃ بن الصامتؓ وھو نازل فی ساحل حمص وھو فی بناء لہ ومعہ ام حرامؓ قال عمیرؓ فحدثتنا ام حرامؓ انھا سمعت النبی صلعم یقول

بخاری نے خالد بن معدانؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا البتہ عمیر بن اسود عنسیؓ نے ان سے حدیث بیان کی کہ وہ (ایک دن) عبادہ بن صامتؓ کے پاس آئے جب کہ وہ حمص کے کنارے اپنے ایک مکان میں اُترے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ ان کی بی بی ام حرامؓ بھی تھیں۔ (عمیر کہتے ہیں کہ) پھر حدیث بیان کی ہم سے ام حرامؓ نے کہ البتہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ پہلا لشکر میری امت کا جو بحری

اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا قالت ام حرامؓ فقلت یا رسول اللہ انا فیھم قال انت فیھم ثم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لھم فقلت انا فیھم قال لا۔

لڑائی کرے گا ضرور مظفر (ومنصور) ہوگا (ام حرامؓ کا بیان ہے کہ) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (کیا) میں ان لوگوں میں رہونگی آپ نے فرمایا (ہاں) تو اُن لوگوں میں رہیگی۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلا لشکر میری امت کا جو قیصر کے شہر (یعنی پائے تخت قسطنطنیہ) پر چڑھائی کرے گا وہ مغفور ہے تو میں (یعنی ام حرامؓ) نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا میں اُن لوگوں میں رہونگی؟ آپ نے فرمایا نہیں۔

ف

حدیث میں دو پیشنگوئیاں ہیں۔

پہلی پیشنگوئی

یہ ہے کہ اسلام کا لشکر قیصر روم کے پائے تخت پر چڑھائی کرے گا۔ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت یعنی سنہ ۵۰ ہجری میں بہادران اسلام کا ایک زبردست لشکر مرتب فرماکر بلاد روم کی طرف روانہ کیا۔ آپ کے فرزند یزید بن معاویہ فوج کے سپہ سالار تھے۔ سفیان بن عوف علمبردار تھے[1]

[1] تاریخ ابن خلدون ۱۲

اور اکابر صحابۂ رسول حسن بن علی بن ابی طالبؓ ۔ عبداللہ بن العباسؓ ۔ عبداللہ بن عمرؓ ۔ عبداللہ بن زبیرؓ ۔ ابن عامرؓ ۔ ابو ایوب انصاریؓ اور عبدالعزیز بن زرارۃ الکلائیؓ جیسی مقدس ذاتوں نے اپنی شرکت سے اس فوج کو اور بھی ممتاز و برگزیدہ بنا دیا[1]۔

بہر حال یزید اس مبارک فوج کو اپنی کمانڈ میں لیکر روم کی طرف چل پڑا۔ تیز ہواؤں کے جھونکے ان بہادروں کے منہ کو نہ پھیر سکی۔ چٹیل میدان بے آب و گیاہ اور بھیانک بیابانوں کی دشوار گذار راہیں ان کی ہمتوں کو پست نہ کر سکیں۔ مضبوط اور سر بہ فلک کشیدہ پہاڑ سد راہ نہ ہو سکے۔ پر جوش دریاؤں نے ان کے غلغلۂ مردانگی سے مرعوب ہو کر سر تسلیم خم کر دیے اور لشکر کا لشکر اُن کے سینوں پر سے عبور کر گیا غرض دنیا کی کوئی مخالف طاقت ان بہادران ملت اسلام کی مزاحم نہ ہو سکی اور وہ بلا روک ٹوک اپنے نعرہ ہائے تکبیر سے زمین پر ہل چل مچاتے ہوئے دشمنوں کے ملک میں گھس گئے۔ مزاحمت کرنے والوں کو زیر و زبر کرتے اور ہر طرف فتح و ظفر کا علم اُڑاتے ہوئے خاص رومیوں کے دار السلطنت قسطنطنیہ پر جا پڑے۔ مجبور ہو کر دلیران روم نے مقابلہ کیا اور ایک خونریز جنگ کے بعد اسلام کو فتح نمایاں اور رومیوں کو شکست[2] فاش ہوی۔

لشکر اسلام کے چند نفوس نے جام شہادت پیا جن میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ممتاز صحابی ہیں۔ یزید نے اُن کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور قسطنطنیہ کی دیوار کے پاس انہیں دفن کر دیا[3] گیا جہاں ابتک انکی مزار زیارتگاہ خلق ہے۔

---

[1] ابن خلدون و ابن اثیر و فتح الباری ۱۲ [2] ابن خلدون ۱۲

[3] ابن خلدون و تاریخ الخمیس ۱۲ ۔

نوٹ

حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اسلام کا پہلا لشکر جو قیصر کے پائے تخت پر چڑھائی کرنے گا وہ مغفور ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام کا پہلا لشکر جس نے قیصر کے شہر پر حملہ کیا یہی لشکر تھا جس کا سپہ سالار یزید بن معاویہ تھا اور جس کے ہمراہ رکاب رسول اللہ صلعم کے معزز ترین صحابۂ کرام تھے۔ تو جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشینگوئی فرما کر خبر دی کل لشکر والے مغفور ثابت ہوئے اور یزید بن معاویہ چونکہ سردار لشکر تھا اسلئے وہ بطریق اولیٰ مغفور ہوگا۔

ف

صاحب فتح الباری نے اس حدیث کے تحت میں لکھا ہے کہ یہ حدیث یزید بن معاویہ کے مغفور ہونے پر کافی دلیل ہے اور اس سے یزید کی منقبت ثابت ہوتی ہے۔ عبد اللہ بن العباسؓ۔ حسن بن علی اور ابن عمرؓ وغیرہ جیسے کبرائی صحابہ کا اس کی ماتحتی میں شریک لشکر ہو کر جانا اور جنگ کرنا کچھ کم بات نہیں ہے۔

اتنا لکھنا علامہ عینی کو ناگوار گزرا ہے اور صاحب فتح الباری پر نہایت خفا ہو کر بڑی ترش روئی سے فرماتے ہیں کہ یہ بالکل فضول بات ہے اس حدیث سے ہرگز یزید کی کوئی تعریف نہیں ثابت ہوسکتی نہ عقل اس بات کو کبھی قبول کرسکتی کہ حسن بن علیؓ اور عبد اللہ بن العباسؓ اور عبد اللہ بن عمرؓ وغیرہ جیسے مقدس صحابہ یزید جیسے بد اعمال و بد معاش کی ماتحتی میں شریک لشکر ہو کر جنگ کرنے گئے ہوں
میں کہتا ہوں کہ اس بحث میں پانچ باتیں تنقیح طلب ہیں اور اس تنقیح کے بعد خود روشن ہو جاتا ہے کہ صاحب فتح الباری اور علامہ عینی میں حق کسکے جانب ہے۔

(۱) یہ حدیث موافق علم روایت و درایت کے صحیح ہے یا نہیں؟
(۲) امیر معاویہؓ کے عہد میں مسلمانوں کا لشکر قسطنطنیہ پر چڑھ کر گیا تھا یا نہیں؟
(۳) یزید اس جنگ میں شریک تھا یا نہیں؟
(۴) اسلام میں یہ جنگ جس میں یزید شریک تھا پہلی جنگ تھی یا نہیں؟
(۵) عبداللہ بن العباسؓ اور حسن بن علیؓ وغیرہ کبرای صحابہ اس جنگ میں شریک تھے یا نہیں؟

(۱) پہلا امر یعنی حدیث صحیح ہے یا نہیں؟ اس کی نسبت اتنا ہی لکھنا کافی ہے کہ اس حدیث کو امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ امام عینیؒ نے عینی شرح بخاری میں امام بخاریؒ کی مخالفت اور تغلیط و تجہیل کا بیڑا اٹھایا ہے بلوجود اس کے وہ صحت حدیث کے انکار کی جرأت نہ کر سکے اور انہوں نے مجبور ہو کر اس حدیث کی صحت کو تسلیم کر لیا۔ علامہ عینی چاہے یزید بن معاویہ کو جتنی گالیاں دے لیں مگر حدیث اور تاریخی واقعات کی تکذیب وہ نہیں کر سکتے۔

(۲) حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں مسلمانوں کا لشکر بلاد روم میں بغرض جنگ گیا۔ خاص قسطنطنیہ میں رومیوں سے جنگ ہوی اور رومیوں کو شکست ملی چنانچہ اسی جنگ میں اسی مقام پر حضرت ابوایوب انصاریؓ شہید ہوے۔ یہ تاریخی واقعہ ہے۔ تاریخی اوراق اس کے شاہد ہیں۔ جس کا جی چاہے ابن اثیر و ابن خلدون وغیرہ میں دیکھ لے۔

(۳) یزید اس جنگ میں شریک تھا یا نہیں؟
یزید کے اس جنگ میں شریک ہونے سے کسی مورخ نے انکار نہیں کیا اور خود علامہ عینی نے بھی دبی زبان سے اس کا اقرار کیا ہے۔ البتہ بعض اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ یزید اس لشکر کا سردار نہ تھا بلکہ سردار لشکر سفیان بن عوف تھا مگر ان چند

مورخین کا یہ قول قابل اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ اکثر محققین اہل تاریخ کا اسی پر اتفاق ہے کہ یزید بن معاویہ ہی سردار لشکر تھا اور کبرائے صحابہ اسکی ماتحتی میں تھے۔[۱]

بہر حال یزید کا اس فوج میں ہونا قطعی اور متفق علیہ ہے اور جب یزید کا اس فوج میں شریک ہونا قطعی ہے تو اس کا مغفور ہونا بھی قطعی ہوا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کسی استثنار کے اس لشکر کو مغفور فرمایا ہے۔

(۴) یہ لشکر جس میں یزید شریک تھا کیا اسلام کا پہلا لشکر تھا جس نے قسطنطنیہ پر چڑھائی کی؟ بلاشبہ اسلام کا یہ پہلا ہی لشکر تھا جس نے خاص قسطنطنیہ پر حملہ کیا اور رومیوں کو[۲] روز بد دکھایا۔ یہ تاریخوں میں موجود ہے اور اس کے خلاف تاریخ کی ایک ادنیٰ شہادت بھی پیش نہیں کیجا سکتی۔

(۵) کبرائے صحابہ اس جنگ میں یزید کے ساتھ شریک تھے یا نہیں؟

بلاشبہ شریک تھے۔ کتب تواریخ میں اس کی صراحت[۳] موجود ہے جس سے اکثر ائمہ اہل حدیث نے اتفاق کیا ہے لیکن اس تاریخی واقعہ کے انکار میں صرف علامہ عینی اور ان کے چند ہمخیال متفرد ہیں۔

ان تمام امور کی تنقیح کے بعد علامہ عینی کے دعوی بلا دلیل کا جو کچھ وزن رہجاتا ہے اس کا اندازہ ناظرین کتاب خود کر سکتے ہیں۔

دوسری پیشنگوئی

حدیث کی دوسری پیشینگوئی یہ ہے کہ اسلام کی اس پہلی فوج میں جو قسطنطنیہ پر چڑھائی کرے گی حضرت ام حرامؓ شریک نہیں ہونگی بلکہ وہ اس سے پہلی کی بحری فوج میں

---

[۱] ابن خلدون و فتح الباری ۱۲ [۲] فتح الباری ۱۲ [۳] ابن خلدون و ابن اثیر ۱۲

شریک ہوں گی چنانچہ وہ اس جنگ سے بیس یا اکیس برس پہلے اس جنگ میں شریک ہوئی تھیں جو ۲۸ھ یا ۲۹ھ ہجری میں حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں ہوئی تھی۔ اور جس کا ذکر اس سے پہلے (۸۹) ویں پیشینگوئی میں ہو چکا ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس جنگ سے پہلے حضرت ام حرامؓ دنیا سے گذر جائینگی اور زندہ ہی نہیں رہیں گی جو اس بحری جنگ میں شرکت کر سکیں، اور ایسا ہی ہوا کہ ۲۸ھ یا ۲۹ھ ہجری کی بحری جنگ میں سواری سے گر کر حضرت ام حرامؓ شہید ہو چکی تھیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

پیشینگوئی

(۹۴)

مسلمانوں کو دنیا کے خزانوں کی کنجیاں دی گئیں

البخاری عن ابی ھریرۃ رضی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال بعثت بجوامع الکلم ونصرت بالرعب فبینا انا نائم اوتیت مفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی۔

بخاری نے ابو ہریرہ رضہ سے روایت کی ہے کہ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مبعوث کیا گیا میں ساتھ جوامع کلم کے اور مدد دیا گیا میں ساتھ ہیبت کے تو جب کہ میں سو رہا تھا مجکو زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئیں پھر اُن کو میرے ہاتھ میں رکھدیا گیا۔

ف

یہ پیشینگوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ہی میں پوری ہونے شروع ہو گئی

حضرت عمر فاروق اعظمؓ کے عہد معدلت مہد میں اچھی طرح پوری ہو گئی۔ اور خلفائے بنی امیہ اور ائمہ آل عباس کے عہدوں میں تو گویا واقعی دنیا بھر کے خزانوں کی کنجیاں مسلمانوں کے قبضہ میں آگئی تھیں کہ ہر طرف سے خزانہ برسا پڑتا تھا۔ اور اس کے بعد بھی ایک زمانہ تک اس کا زبردست اثر باقی رہا۔

پیشنگوئی

(۹۵)

فتح مکہ کے بعد اب کوئی ہجرت نہیں ہوگی

البخاری عن ابن عباسؓ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم فتح مکۃ لا ھجرۃ ولکن جھاد ونیۃ۔

امام بخاریؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ کہا انہوں نے کہ مکہ فتح ہونے کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب کوئی ہجرت نہیں ہے لیکن (اپنے بچاؤ کے لئے کفار سے) مذہبی جنگ اور نیت ہے۔

ف

ممکن ہے کہ یہ پیشنگوئی عام اور تمام دنیا کے مسلمانوں سے متعلق ہو لیکن میں ایسا سمجھتا ہوں کہ صرف مکہ والوں سے اس کو تعلق ہے اور مطلب یہ ہے کہ اب مکہ والوں کو ہجرت کی ضرورت نہیں ہوگی جو اپنا دیس چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں۔

پیشنگوئی

(۹۶)

مسجدوں میں دنیا داری کی باتیں ہونگی

بیہقی عن الحسن رضؓ مرسلا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاتی علی الناس زمان یکون حدیثھم فی مساجدھم فی امر دنیاھم فلا تجالسوھم فلیس للہ فیھم حاجۃ

بیہقی نے حسن رضؓ سے بطریق ارسال روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ ان کی باتیں جو محض دنیاوی معاملات سے متعلق ہونگی مسجدوں میں ہونگی تو تم اُن کے ساتھ نہ بیٹھنا کیونکہ اُن میں اللہ کیلئے کوئی حاجت نہیں ہے۔

ف

اس پیشینگوئی کے پورا اترنے سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ہندوستان میں ہر طرف یہ امر شاہد ہے کہ عبادت خانے اور مساجد ہی دنیا داری کی باتیں کرنے اور لڑائی جھگڑے کے محل ومقام قرار پاگئے ہیں۔

پیشنگوئی

(۹۷)

مجکو امت میں لواطت پھیل جانے کا خوف ہے

الترمذی عن جابرؓ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اخوف ما اخاف علی امتی عمل قوم لوطٍ

ترمذی نے جابرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سب سے زیادہ جو مجھے اپنی امت کی نسبت خوف ہے وہ اس بات کا ہے کہ وہ لوط کی قوم کا سا فعل نہ کرنے لگیں۔

ف

آپ کا خوف بالکل بجا تھا۔ آپ کی یہ پیشینگوئی بھی صحیح اُتری۔ مسلمانوں میں سب سے پہلے یہ بیماری خراسان میں نمودار ہوئی ایران تو اسلام سے پہلے ہی اس کا مرکز رہ چکا تھا جب ایران کے لوگ ہندوستان میں آئے تو وہی نحوست یہاں بھی لائے چنانچہ ہندوستان کے بعض شہروں کو اس بارہ میں خاص شہرت ہے آیت قرآنی فأتوا حرثکم انی شئتم میں جو فرقہ انّٰی کو مکان کے معنی میں لیتا ہے وہ ازواج کے ساتھ اس (اغلام) کو جائز قرار دیتا ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ قرآن مجید کی صریح آیتیں اس کو حرام مطلق قرار دیتی ہیں۔ قوم لوط کی بربادی کا سبب قرآن میں اسی بدفعلی کو بتایا گیا ہے اور طبًا ایسا فعل اولاد میں مورث لواطت ہے اور مشاہدہ بھی ایسا ہی ہے ایران میں یہ ناشائستہ فعل ایک

نامعلوم زمانہ سے ہے۔ پھر بعد اسلام یہ قوم دوسرے ممالک میں جہاں جہاں گئی اور جہاں زیادہ قوت ملی یا عرصہ تک رہی۔ وہاں اس مرض کو پھیلایا تو یہ فعل اسی قوم کا ٹھیرا۔ عرب۔ شام۔ افریقہ۔ ترک۔ ترکمان اور بہت سے اقطاع اس سے قطعاً ناآشنا ہیں۔

پیشنگوئی

(۹۸)

ثقیف کی قوم میں ایک جھوٹا اور ایک خونریز ہوگا

الترمذی عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثقیف کذاب ومبیر

ترمذی نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قبیلہ ثقیف میں ایک بڑا جھوٹا اور ایک ظالم خونریز ہوگا۔

ف

مختار بن ابو عبید جھوٹے اور حجاج ظالم خونریز نے اس پیشنگوئی کو صحیح کر دیا اور یہ دونوں بنی ثقیف کے قبیلہ سے تھے۔ عام شراح حدیث کا یہی مسلک ہے بیان کیا جاتا ہے کہ لاکھ سے زیادہ آدمی بلا کسی جرم کے حجاج نے قتل کئے اور جو مقابلہ کرکے یا جرم کے بدلے قتل ہوئے وہ اس کے علاوہ ہیں۔

نوٹ

حدیث صحیح ہے مگر اس کا کیا ثبوت کہ جھوٹے اور خونریز سے مختار و حجاج ہی مراد

ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو پیشینگوئی کے ساتھ کوئی ایسی خصوصیات بیان نہیں فرمائیں جو صرف مختار و حجاج پر ہی منطبق ہو سکیں فقط اتنا فرمایا کہ قبیلۂ ثقیف میں ایک جھوٹا ہوگا ایک ظالم و خونریز ہوگا پس اتنی خبر سے مختار و حجاج کو پیشینگوئی کا مصداق قرار دے لینا بلا بینہ اور بلا شاہد ہے۔ ممکن ہے کہ آئندہ اس صفت کے دو شخص پیدا ہوں۔

علاوہ اس کے حجاج کا لاکھ سے زیادہ نفوس کا بلا جرم و سبب قتل کر دینا ہی پایۂ ثبوت کو نہیں پہونچتا۔ حجاج کے ظلم و ستم کے داستان اور ان جیسے خونریزی کے واقعات محض افسانے ہیں جن کو دشمنان خلافت بنی امیہ نے تصنیف کیا یا اُن کے خوشامدی نادان دوستوں نے۔ جن کو بھولے مورخین نے بلا سوچے سمجھے لکھ مارا ہے۔

ہمکو حجاج ثقفی کے جابرانہ اور اعتدال سے گذری ہوئی زیادتیوں سے بالکل انکار نہیں ہے مگر ان بے سروپا داستانوں میں کلام ضرور ہے جن کو نہ فہم سلیم باور کرتی نہ اہل تحقیق مورخین ایسے داستان گویوں کے ہمزبان ہوتے۔

پیشینگوئی

(۹۹)

عمار بن یاسر کو خطاکار گروہ قتل کریگا

الشیخان عن عکرمۃ رض قال قال لی ابن عباس رض ولابنہ

بخاری و مسلم نے عکرمہ رض سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ابن عباس رض

علی انطلقا الی ابی سعید فاسمعا من حدیثہ فانطلقنا فسمعناہ یحدث حتی اتی علی ذکر بناء المسجد فقال کنا نحمل لبنۃ و عمار یحمل لبنتین فرآہ النبی صلعم فجعل ینفض التراب عنہ ویقول ویح عمار تقتلہ الفئۃ الباغیۃ

نے مجھسے اور اپنے بیٹے علی سے کہا کہ چلو ابو سعید کے پاس اور ان سے حدیث سنو پس ہم گئے اور ان سے سنا کہ وہ حدیث بیان کرتے تھے یہاں تک کہ مسجد بنانے کا ذکر آیا تو انہوں نے کہا کہ ہم ایک اینٹ اٹھاتے تھے اور عمار دو دو اینٹیں لاتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا پس ان کے بدن سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمانے لگے کہ افسوس ہے عمار پر کہ اسکو ایک خطاکار گروہ قتل کریگا۔

ف

یہ پیشنگوئی جنگ صفین میں پوری ہوی جب حضرت علی اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہما میں جنگ برپا تھی اور امیر معاویہؓ کے لشکریوں نے عمار بن یاسر[1] کو قتل کر دیا اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت علیؓ کے مقابلہ میں امیر معاویہ کو دعوی خلافت کسی طرح سزاوار نہ تھا اور وہ باتفاق مورخین و اہل مذاہب خطا پر تھے۔

---

[1] ابن اثیر والاصابہ ۱۲

پیشنگوئی

(۱۰۰)

خلافت کے متعلق فساد پر فساد ہونگے

مسلم عن سعیدؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا بویع لخلیفتین فاقتلوا الآخر منہما وعن عرفجہؓ قال سمعت النبی صلعم سیکون ھنات ھنات فمن اراد ان یفرق امر ھذہ الامۃ وھی جمیعٌ فاضربوہ بالسیف کائنا من کان۔

مسلم نے ابو سعیدؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ جب ایک وقت میں دو خلیفوں کی بیعت کی جائے تو اُن میں سے آخر والے کو قتل کر دو اور مسلم نے عرفجہؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب فساد پر فساد ہوگا تو جو شخص اس امت کے کام میں تفریق ڈالنا چاہے درحالیکہ اس میں جمعیت ہے تو اس کو تلوار سے مار دو چاہے وہ کوئی ہو فقط

ف

اس حدیث میں یہ پیشنگوئی کی گئی ہے کہ فساد پر فساد ہوں گے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عہد شیخین تک امن رہا۔ ان کے بعد اس حدیث کے موافق فسادات کا سلسلہ چلا جسکی تفصیل تاریخوں میں موجود ہے اور یہ

اتنے زیادہ اور مشہور ہیں جن کی تفصیل ایک ایک کر کے غیر ضروری ہے
الفاظ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فساد متعلق امارت مقصود ہے کیونکہ آخر میں
یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو امت کے کام کو پراگندہ کرنا چاہے اس کی گردن مار دو
اور اسلام میں بڑا فساد خلافت ہی کے لئے ہوتا رہا ہے جسکی ابتدا خیر القرون
ہی میں شروع ہوئی۔

نوٹ

اس حدیث سے بصراحت ثابت ہوا کہ بنی امیہ کی خلافت کے خلاف جن لوگوں
نے سازشیں کی اور ان پر خروج کیا وہ عاصی تھے اور اسی طرح جن نفوس
نے خلافت عباسیہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا انہوں نے بھی رسول خدا
اور شریعت غرا کی مخالفت کی اور وہ یقیناً گورنمنٹ کے باضابطہ مجرم
اور خدا و رسول کے نافرمان و عاصی بندے تھے جب حکومت قائم ہو جائے
تو ہر شخص پر اطاعت لازم ہے پس جو اطاعت نہیں کرتا وہ گویا امن عام میں
خلل انداز ہوتا اور ملک میں فساد پھیلانا چاہتا ہے اور حکومت پر ایسے لوگوں کا
قلع قمع کرنا واجب ہے۔ یہی حکمت تھی کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے
حضرت امیر معاویہ رضؓ کی بیعت کر لی تا ملک میں قائم شدہ امن باقی رہے اور
اہل ملک میں بد امنی نہ پھیلے فقط والسلام علی سید الانام الی یوم القیام۔

کاتب
مرزا گوہر علی عفی عنہ